فہم القرآن سیریز نمبر 1

ولو اننا 8

www.KitaboSunnat.com

قرآنا عجبا

سوال وجواب کی صورت میں

قُرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام
محدث لائبریری
کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com
library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُرآناً عَجَباً

نگہت ہاشمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

قُرآناً عَجَباً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : ”قرآناً عجباً“ [پارہ 8]
مؤلفہ : نگہت ہاشمی
طبع اوّل : جنوری 2009
طبع دوم : جنوری 2015
تعداد : 1000
ناشر : النور پبلیکیشنز
لاہور : 102H گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور
کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی، نزد بلاول ہاؤس کلفٹن، بلاک 2، کراچی
فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ
النور کی پروڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں: 0336-4033045 / 042-35748737
ای میل : Productsalnoor@gmail.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
فیس بک : Alnoor international
Nighat Hashmi
Alnoor products

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فہرست

ابتدائیہ

رکوع ❖ 1	9
رکوع ❖ 2	26
رکوع ❖ 3	48
رکوع ❖ 4	64
رکوع ❖ 5	74
رکوع ❖ 6	86
رکوع ❖ 7	100
رکوع ❖ 8	123
رکوع ❖ 9	135
رکوع ❖ 10	153
رکوع ❖ 11	167
رکوع ❖ 12	178
رکوع ❖ 13	193
رکوع ❖ 14	203
رکوع ❖ 15	221
رکوع ❖ 16	228
رکوع ❖ 17	238

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ ،وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا،وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمالِنَا، مَنْ يَّهدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلاَهَادِىَ لَهٗ،وَأَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُاَنَّ مُحَمّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

بے شک حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت چاہتے ہیں، اور اپنے نفس کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں ان میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورہ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاسَقَرُ اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے؟

پھر اگلی ہی آیت میں جواب دیا جاتا ہے:

لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔

سورہ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اٹھا کر جواب دیتے ہیں: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا۔ یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ کسی رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین محتاج کو۔ پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی۔ (البلد:16-12)

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا: وَعَنِ ابنِ مسعودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ :فقال رَسُولُ اللهِ ﷺ اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ اَحَبُّ اِلَيهِ مِنْ مَّالِهِ ؟ قالوا : يَارَسُولَ اللهِ ما مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهُ اَحَبُّ اليه قَال : فَاِن مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهِ مَا اَخَّرَ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟‘‘ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ’’یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔‘‘ (صحیح بخاری:6442)

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آجائیں تو انسان رک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کی صورت میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآنِ حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں قرآناً عجباً کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اٹھایا گیا ہے اور نکات کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات حافظے کا حصہ بن جاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدا ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے: قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ انہوں نے کہا: ’’آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اُس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں، یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔

میں ان سب افراد کی بے حد ممنون ہوں جنھوں نے اس کاوش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔

دعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

رکوع نمبر:1

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ(111)

اور اگرہم واقعتاً ان پرفرشتے اتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ان کے سامنے ہر چیز جمع کر دیتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے لیکن ان میں سے اکثر جہالت برتتے ہیں۔(111)

سوال1: وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ'' اور اگرہم واقعتاً ان پرفرشتے اتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ان کے سامنے ہر چیز جمع کر دیتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں اگرچہ معجزات دیکھ لیں یا فرشتوں کو رسالت کی تصدیق کرتے دیکھ لیں یا مردے ان سے باتیں کرنے لگیں یا خود انہیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا جائے۔《2》مشرکوں کو جواب دیا گیا ہے جو کہتے تھے اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو آپ ہمارے سامنے لے آئیں۔(بنی اسرائیل:92)《3》وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا قبلا قبیل کی جمع ہے یعنی عذاب کی قسمیں قبیل ایک ایک قسم (بخاری کتاب التفسیر)《4》مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اگر ان کے سامنے ہم ہر چیز زندہ کر دیتے اور وہ ان کے ساتھ باتیں کرتے اور اس چیز کی تصدیق کرتے جسے رسول لے کر آیا ہے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ان کے ایمان لانے کی نہ ہو۔《5》اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ'' مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے'' اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وہ اہل سعادت میں سے ہوتے تو وہ ایمان لے آتے۔(جامع البیان:3/8)《6》سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صادق ومصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کی تیاری تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک (نطفہ کی صورت میں) کی جاتی ہے، پھر وہ چالیس دن جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن مضغہ (گوشت کے لوتھڑے) کی شکل میں رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے، وہ اس میں روح پھونکتا ہے اور اس کو چار باتوں کا حکم ہوتا ہے، ایک تو اس کی روزی لکھنا (یعنی محتاج ہوگا یا مال دار)، دوسرے اس کی عمر لکھنا (کہ کتنا عرصہ

زندہ رہے گا)، تیسرے اس کا عمل لکھنا (کہ کیا کیا کرے گا) اور آخری بات یہ لکھنا کہ نیک بخت (جنتی) ہوگا یا بد بخت (جہنمی) ہوگا۔ پس میں قسم کھاتا ہوں اس کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! بے شک تم لوگوں میں سے کوئی اہل جنت کے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور بہشت میں بالشت بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر تقدیر کا لکھا اس پر غالب آ جاتا ہے، پس وہ دوزخیوں والے کام کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں چلا جاتا ہے، اور کوئی آدمی عمر بھر دوزخیوں والے کام کیا کرتا ہے، یہاں تک کہ دوزخ میں اور اس میں سوائے ایک بالشت برابر کے کچھ فرق نہیں رہتا کہ تقدیر کا لکھا اس پر غالب آ جاتا ہے، پس وہ بہشتیوں والے کام کرنے لگتا ہے اور پھر بہشت میں چلا جاتا ہے۔ (بخاری:3332)

سوال2: ایمان لانے یا کفر کرنے، ہدایت کا راستہ اختیار کرنے یا گمراہ ہونے کا دارومدار کن چیزوں پر نہیں ہوتا؟

جواب:﴿1﴾ حق کو قبول کر کے ایمان لانے، یا کفر کرنے، ہدایت کا راستہ اختیار کرنے یا گمراہ ہونے کا دارومدار بیرونی عوامل پر نہیں ہوتا۔﴿2﴾ ایمان کا دارومدار معجزات پر نہیں ہوتا کہ انسان اپنی آنکھوں سے فرشتے اترتے دیکھے یا مردے کلام کرنے لگیں یا مافوق الفطری چیزیں اکٹھی کر دی جائیں تو انسان ایمان لے آئے۔ یہ حالات عقل کو عاجز کرنے والے ہوتے ہیں لیکن دل کا علاج کرنے والے، دل میں گنجائش بنانے والے نہیں ہوتے۔﴿3﴾ انسان کی ہدایت اور گمراہی، اس کے ایمان اور کفر کا انحصار صرف دلائل پر بھی نہیں ہوتا۔

سوال3: ایمان اور کفر، ہدایت اور گمراہی کا دارومدار کس چیز پر ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ ایمان اور کفر، ہدایت اور گمراہی کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہوتا ہے۔ ایک انسان اگر حق کی طرف رغبت رکھے اور توجہ کرے اور اس کے لیے کوشش کرے تو چاہے اسے معلوم نہ ہو کہ ہدایت کہاں ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کی راہ نمائی کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے توفیق مل جاتی ہے اور انسان ہدایت کے راستے پر آ جاتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے نفرت کرے اور ہدایت کے راستے پر آنے سے منہ موڑے تو اللہ تعالیٰ کی مشیت اسے راہ حق سے دور پھینک دیتی ہے۔﴿2﴾ ہدایت اور گمراہی، ایمان اور کفر دونوں اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔﴿3﴾ ہدایت اور گمراہی، ایمان اور کفر کا تعلق انسان کے دل سے ہوتا ہے، اگر انسان کا دل بیمار ہو تو قبولیت حق کے راستے کی رکاوٹ بن جاتا ہے اس لیے دل کے علاج کی ضرورت ہے۔

سوال4: وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ''لیکن ان میں سے اکثر جہالت برتتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اکثر لوگ نادان ہیں جانتے ہی نہیں کہ ایمان کی دولت اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملتی ہے خلاف عادت نشانیوں کے ظہور سے نہیں۔(تیسیر الرحمٰن:427/1)《2》وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت،اس کی تدبیراور اس کی حکمت سے جاہل ہیں۔(ایسر التفاسیر:415)《3》عقل اور علم کا تقاضا تو یہ ہے کہ بندے کا مطلوب ومقصود اتباع حق ہواور وہ اسے ان طریقوں سے تلاش کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے،حق پر عمل کرے اوراس کی اتباع میں اپنے رب کی مدد طلب کرے۔اپنے نفس اوراپنی قوت اختیار پر بھروسہ نہ کرے اوران آیات ومعجزات کا مطالبہ نہ کرے جن کا کوئی فائدہ نہیں۔(تفسیر سعدی:811/1)

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا یَفْتَرُوْنَ(112)

اوراسی طرح ہم نے ہر نبی کا انسان شیطانوں اور جن شیطانوں کو دشمن بنا دیا ہے جو دھوکہ دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں اوراگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرسکتے۔چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔(112)

سوال1:وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ ''اوراسی طرح ہم نے ہر نبی کا انسان شیطانوں اور جن شیطانوں کو دشمن بنا دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تبارک وتعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے جس طرح ہم نے آپ کے دشمن بنا دیئے جو آپ کی دعوت کو ٹھکراتے ہیں اور آپ سے حسد کرتے ہیں تو یہ ہماری سنت ہے،ہم ہر نبی کے جس کو ہم مخلوق کی طرف مبعوث کرتے ہیں،جنوں اورانسانوں میں سے دشمن مقرر کر دیتے ہیں اوروہ ان تمام امور کی مخالفت کرتے ہیں جسے رسول لے کر آئے ہیں۔(تفسیر سعدی:811/1)《2》اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ہر نبی کے مقابلے میں شیاطین انسان اور جن مخالفت اور دشمنی کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے۔《3》اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے اور تقدیر سے جنوں اور انسانوں میں سے دشمن بنایا ہے۔《4》اللہ تعالیٰ نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اس دنیا میں حق اور باطل کے درمیان جنگ جاری رہے جس میں ایک جانب رسول ہوں جن کے ساتھ سچائی ہواور دوسری جانب انسان اور جن شیاطین ہوں جن کے ساتھ فریب دھوکہ اور باطل ہو۔《5》اللہ تعالیٰ یہ کشمکش برپا کر کے انسانوں کے اندر کے رجحانات کو سامنے لانا چاہتے ہیں تا کہ کھوٹے اور کھرے لوگ الگ ہو

جائیں اور تا کہ ہر ایک کو اپنی چاہت کے لئے کوشش کا میدان مل جائے اور اس طرح امتحان کا مقصد پورا ہو جائے اور انسانوں کے حق میں یا خلاف فیصلے کئے جا سکیں۔

سوال2: شیطان انسانوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حق کو شکست دینے کے لئے لیڈر شپ کا کردار ادا کرتے ہیں۔

سوال3: جنوں کے شیطان اور انسانوں کے شیطان کیسے ہوتے ہیں؟

جواب:《1》جنوں کے شیطان اور انسانوں کے شیطان ایک جیسے ہوتے ہیں دونوں سرکش ہوتے ہیں، گمراہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمن ہوتے ہیں۔《2》نبی ﷺ کو یہ تسلی دی گئی کہ آپ ﷺ غم نہ کریں آپ ﷺ کے ساتھ جو دشمنی اور مخالفت کا معاملہ کیا جا رہا ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں ہر قوم اپنے نبی ﷺ کے ساتھ یہی معاملہ کرتی چلی آئی ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے اُس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے اور اِیذا دیے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آ گئی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ آپ کے پاس یقیناً رسولوں کی کچھ خبریں آ چکی ہیں۔ (الانعام: 34) (مختصر ابن کثیر: 53/1)《3》رب العزت کا فرمان ہے: وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبی کے لیے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا ہے۔ (الفرقان: 31)

سوال4: يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ’’جو دھوکہ دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں‘‘ شیطان انسان اور جن خوش آئند باتیں دھوکے اور فریب کے طور پر کیسے القاء کرتے ہیں؟

جواب:《1》شیاطین باطل کو لوگوں کے سامنے مزین کر کے پیش کرتے ہیں تا کہ احمق لوگ ان سے دھوکہ کھا جائیں اور سادہ لوح لوگ ان کی اطاعت کریں۔《2》شیاطین کی ملمع کی ہوئی باتوں کی وجہ سے لوگ حقائق کو نہیں سمجھتے، انہیں خوب صورت الفاظ اچھے لگتے ہیں۔ اس طرح وہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھتے ہیں۔《3》شیاطین انسان اور جن رسولوں سے دشمنی کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔《4》شیطان انسان اور جن دل فریب باتیں لوگوں پر القاء کرتے ہیں۔ لوگ ان باتوں کی طرف شوق سے توجہ دیتے ہیں جو ہدایت سے دور لے جانے والی ہوں یوں زمین میں فساد اور گمراہی پھیلاتے ہیں۔《5》شیاطین انسان اور جن ایسے خوش نما الفاظ بولتے ہیں جو لوگوں کو دلیل معلوم ہوتے ہیں جن سے متاثر ہو کر وہ حق کا ساتھ چھوڑ دیتے

ہیں۔یہ صورت حال قیامت تک باقی رہے گی۔《6》 سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”بے شک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر وہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔پس اس کے نزدیک مرتبے کے اعتبار سے وہی مقرب ہوتا ہے جو فتنہ ڈالنے میں ان سے بڑا ہو۔ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے: میں نے اس اس طرح کیا تو شیطان کہتا ہے: تو نے کوئی (بڑا کام) سرانجام نہیں دیا، پھر ان میں ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں آدمی کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوادی۔شیطان اسے اپنے قریب کر کے کہتا ہے: ہاں! تو ہے (جس نے بڑا کام کیا ہے)۔“اعمش نے کہا: میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا:”وہ اسے اپنے سے چمٹا لیتا ہے۔“(صحیح مسلم:7106)

سوال5: جنوں اور انسانوں کے شیاطین کے کام کی نوعیت کیسی ہوتی ہے؟

جواب:《1》جنوں اور انسانوں کے شیاطین کے کام کی نوعیت ایک جیسی ہوتی ہے،ایک دوسرے کو دھوکا اور فریب دیتے ہیں،گمراہ کرتے ہیں۔《2》یہ انبیاء کے دشمن ہوتے ہیں،انبیاء کی پیروی کرنے والوں کو تکلیفیں دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنے دوستوں کو آزماتا ہے۔

سوال6: شیطان انسانوں اور جنوں کے دھوکے سے بچنے کے لئے مومن کیا کرسکتا ہے؟

جواب:《1》مومن سچے اور بے بنیاد دلائل میں فرق کرے۔《2》وہ دلیل اور شوشے میں فرق کرے۔《3》وہ بے بنیاد دلائل اور شوشوں کو رد کردے۔《4》وہ سنجیدگی سے حالات کا جائزہ لے تو دھوکے سے بچ سکتا ہے۔《5》وہ اپنے رب کی پناہ لے لے۔《6》وہ سچا علم حاصل کرلے۔سچی دلیل سے بودی دلیل کھل جائے گی۔《7》وہ سچے لوگوں کے ساتھ شامل ہوجائے۔《8》وہ دوسرے انسانوں کو بچانے کے لئے نیکی کی دعوت دے۔

سوال7: جنوں اور انسانوں کے شیاطین کے دھوکے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: شیاطین،جنوں اور انسانوں کے دھوکے کی کوئی حقیقت نہیں۔ان کے پاس کوئی ذاتی قوت نہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کی حدود و قیود میں کام کرتے ہیں۔قادر مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔اس کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں ہوگا۔

سوال8: وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ”اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرسکتے چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو شیاطین جن اور انسان ہدایت کے راستے کی مخالفت نہ کرتے،دوسرے لوگوں کو گمراہ نہ

کرتے ،انبیاءاوران کے پیروکاروں کواذیت نہ دیتے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے کہ وہ اپنے دوستوں کوآزمائے تاکہ وہ دیکھ لے کہ کون صبر کرتا ہے،کون ثابت قدم رہتا ہے،کون سچائی کا ساتھ دیتا ہے اورکون خوشی اورغمی میں،خوشحالی اور بدحالی میں اللہ تعالیٰ کے عہد پر قائم رہتا ہے؟﴿3﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ حق اور باطل دشمنی کے اس پروگرام کوشروع ہی نہ کرتا لیکن اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کوصاف کرنا چاہتے ہیں اور آزمائش میں کامیاب ہونے پر مخالفت ختم ہوجاتی ہے اور دشمن کمزور ہوجاتے ہیں۔

وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ(113)

اورتا کہ اس (جھوٹ) کی طرف ان کے دل مائل ہوں جوآخرت پر ایمان نہیں رکھتے اورتا کہ وہ اسے پسند کریں اورتا کہ وہ بھی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں۔(113)

سوال1:وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ’’اورتا کہ اس (جھوٹ) کی طرف ان کے دل مائل ہوں جوآخرت پر ایمان نہیں رکھتے اورتا کہ وہ اسے پسند کریں اورتا کہ وہ بھی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ’’اورتا کہ اس (جھوٹ) کی طرف ان کے دل مائل ہوں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے‘‘ تاکہ ان کے دل اس جھوٹ کی طرف مائل ہوں ۔﴿2﴾ وَلِيَرْضَوْهُ ’’اورتا کہ وہ اسے پسند کریں‘‘ یعنی شیاطین کی تزئین ،وہ اس مزین کلام کوسنیں انہیں پسند آجائے۔یعنی وہ ایک دوسرے کوان باطل امورکوسجاکراورمزین کرکے پیش کرتے ہیں جن کی طرف وہ دعوت دیتے ہیں اوروہ اس کی تعبیرات کوآراستہ کرکے بہترین اسلوب میں پیش کرتے ہیں تاکہ بے وقوف اس سے دھوکہ کھاجائیں اورسیدھے سادھے لوگ ان کے سامنے سراطاعت خم کردیں جوحقائق کافہم رکھتے ہیں نہ معانی کوسمجھتے ہیں، بلکہ خوبصورت الفاظ اورملمع سازی ان کواچھی لگتی ہے،پس وہ حق کو باطل اور باطل کوحق سمجھنے لگتے ہیں۔(تفسیر سعدی:812/1)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی دشمنی، گمراہی پھیلانے اوراپنی باتوں سے دھوکہ دینے کی اجازت کیوں دے رکھی ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ سکیم اس لیے جاری رکھی ہے کہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والوں کے دل حق کی دشمنی اور گمراہی

پھیلانے کی طرف مائل ہوں۔《2》تاکہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے انبیاء کی دشمنی اور گمراہی پھیلانے پر راضی ہو جائیں۔《3》اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت اس لیے دی ہے تاکہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے جو برائیاں کرنا چاہتے ہیں ان کا اکتساب کرلیں۔《4》تاکہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے شیاطین کے پیروکار بن کر ان سے رعب کھائیں، ان کی شان وشوکت سے مرعوب ہوجائیں اور یوں شر اور فساد پھیلانے کے لئے ان سے ہدایات لیں۔《5》اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت اس لئے دی ہے تاکہ حق اور باطل کی کشمکش میں اصلاح کا کام جاری رہے، خیر، شر سے الگ ہوکر سامنے آئے، شیاطین قیامت کے دن اپنا بوجھ اٹھائیں اور انبیاء کے پیروکار اصلاح کے ذریعے اپنی جنت تک پہنچ جائیں۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (114)

تو کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو منصف تلاش کروں حالانکہ اُس نے تمہاری جانب یہ کتاب مفصل نازل کی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں یقیناً وہ آپ کے رب کی طرف سے برحق نازل کی گئی ہے لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں نہ ہوں۔(114)

سوال 1: اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا ''تو کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو منصف تلاش کروں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور منصف تلاش کروں؟ یعنی میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے احکامات کی پابندی کروں یہ سوال اس لئے کیا گیا تاکہ لوگوں کو سمجھ آجائے اسلام قبول کرنے والے زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو قبول کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو انسانوں کی زندگی کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا سبھی مخلوق ہیں محکوم ہیں اور مخلوق کا فیصلہ ظلم اور نقص پر مبنی ہوتا ہے۔《2》ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہی حاکم بنانا واجب ہے۔ وہی خلق اور امر کا مالک ہے۔

سوال 2: وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا '' حالانکہ اُس نے تمہاری جانب یہ کتاب مفصل نازل کی ہے'' کتاب کو مفصل طور پر نازل کرنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب:《1》کتاب کو مفصل نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تمام لوگوں کے درمیان معاملات کے فیصلے اس کتاب کے مطابق

کئے جائیں۔﴿2﴾ کتاب میں تفصیلات اس لئے بیان کی گئی ہیں تا کہ زندگی کے سارے اصول واضح کر دیئے جائیں، مقرر کر دیئے جائیں تا کہ لوگوں میں کوئی الجھن باقی نہ رہے۔اس کتاب میں حلال وحرام اور شریعت کے احکام واضح کر دیئے گئے ہیں۔

سوال3: وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ''اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں یقیناً وہ آپ کے رب کی طرف سے برحق نازل کی گئی ہے لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں نہ ہوں'' کیا اہل کتاب یہ جانتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے؟

جواب: اہل کتاب خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لیے کہ ﴿1﴾ یہ کتاب پچھلی خبروں کی تصدیق کرتی ہے۔﴿2﴾ اہل کتاب جانتے ہیں کہ قرآن مجید اسلام کی قوت کا راز یہ ہے اور یہ کتاب سچی ہے، اسی وجہ سے وہ اسلام کے خلاف لڑتے ہیں، کتاب سے لڑتے ہیں تا کہ مسلمانوں کی زندگی سے کتاب کی حاکمیت ختم ہو جائے، تا کہ کتاب زندہ نہ رہے اور تا کہ اللہ تعالیٰ کے سچے دین کا وجود نہ رہے۔﴿3﴾ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ اے محمد ﷺ آپ اس بارے میں شک میں مبتلا نہ ہوں جو آپ کے رب کی طرف سے حق نازل کیا گیا ہے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ(115)

اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف میں مکمل ہے، کوئی اُس کی باتیں بدلنے والا نہیں ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(115)

سوال1: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ ''اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف میں مکمل ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہاں کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی خبریں، احکام، وعدے، اور وعید ہیں۔ وہ تمام خبریں اور وعدے اور وعید غایت درجے سچے ہیں۔ اور وہ تمام احکام و اوامر عدل و انصاف کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اوامر و نواہی کے بعد کسی شخص کی قدرت میں نہیں (چاہے دنیا میں یا آخرت میں) کہ وہ اپنے احکام اور اوامر و نواہی کو نافذ کر سکے۔(تیسیر الرحمٰن:428/1) اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں اور اس کے احکامات عدل پر مبنی ہیں۔(الدور المنثور:75/3)

سوال2: لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ''کوئی اس کی باتیں بدلنے والا نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے کا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں اس لئے کہ اس کی اتھارٹی ہے کوئی اس کی فیصلہ کن بات کو بدل نہیں سکتا کیونکہ وہ حق ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی حفاظت فرمائی ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی باتوں کو پختہ کیا ہے۔اس لیے ان کو بدلنا ممکن نہیں۔اس کے کلام سے بڑھ کر عمدہ کلام وجود میں نہیں لایا جاسکتا۔

سوال3:وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ''اور وہی سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی ہر سوچ کو جانتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ السَّمِيعُ ہے وہ اپنے بندوں کی ہر بات سنتا ہے،وہ مختلف زبانوں اور حاجتوں پر مشتمل آوازوں کو سنتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ الْعَلِيمُ ہے وہ انسانوں کے مفادات کو جانتا ہے۔اس کا علم ظاہر و باطن اور سارے زمانوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ(116)

اور اگر آپ اکثریت کی اطاعت کریں جو زمین میں بستے ہیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے،وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔(116)

سوال1:وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ''اور اگر آپ اکثریت کی اطاعت کریں جو زمین میں بستے ہیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے'' لوگوں کی اکثریت کیسے سیدھے راستے سے بھٹکا دیتی ہے؟

جواب:﴿1﴾اکثر انسان جہالت میں مبتلا ہوتے ہیں۔﴿2﴾اکثر لوگ گمان کی پیروی کرتے ہیں اور کتاب کے یقینی علم کو چھوڑ دیتے ہیں۔﴿3﴾اکثر لوگ قیاس آرائیاں کرتے ہیں اور گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے انسان کو تنبیہ کی ہے کہ اگر ان کی پیروی کی تو یہ گمراہ کر دیں گے۔لوگوں کی اکثریت ان کے دین،علوم اور اعمال صالح سے ہٹ چکی ہے۔ان کا دین بگڑ چکا اور ان کے اعمال ان کی خواہشات کے مطابق ہیں۔رب العزت کا فرمان ہے:وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ اور بلاشبہ یقیناً ان سے پہلے لوگوں میں سے اکثر گمراہ ہو چکے۔(الصافات:71)وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔(یوسف:103)﴿5﴾افراد کی کثرت کبھی حق اور صداقت کی بنیاد نہیں رہی۔(تیسیر الرحمٰن:429/1)﴿6﴾یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ کسی گروہ کی کثرت سے اس کے حق ہونے پر دلالت نہیں کیا جاسکتا۔اسی طرح کسی معاملے میں اگر اس کو اختیار کرنے والے تھوڑے ہوں تو یہ قلت ان کے ناحق

ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔ بلکہ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ اہل حق تعداد میں بہت کم اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و اجر میں عظیم ہوتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ حق و باطل کی پہچان کے لیے ان ذرائع کو اختیار کیا جائے جو اس کے لیے معروف ہیں۔ (تفسیر سعدی: 815,814/1)

سوال 2: اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ ''وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اکثر لوگوں کا مقصد اپنی خواہشات کو پورا کرنا ہے اور گمان کی پیروی کرنا ہے جب کہ گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں قیاس آرائیاں کرتے ہیں اور اندازے لگاتے ہیں جس کا انہیں کچھ علم نہیں ہوتا۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ مَنۡ یَّضِلُّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ (117)

یقیناً آپ کا رب ہی خوب جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے بھٹکتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ کو بھی خوب جاننے والا ہے۔ (117)

سوال 1: اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ مَنۡ یَّضِلُّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ ''یقیناً آپ کا رب ہی خوب جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے بھٹکتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سچی بات کہنے والا ہے وہ انسانوں کے بھٹکنے کا حال اچھی طرح جانتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ جانتا ہے کہ کس نے اپنی بڑائی کے لئے حق کو اہمیت نہیں دی؟ ﴿3﴾ وہ جانتا ہے کہ کس نے تعصب کی وجہ سے حق کو سمجھا ہی نہیں؟ ﴿4﴾ وہ جانتا ہے کہ کس نے حسد کی وجہ سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے؟

سوال 2: وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ ''اور وہ ہدایت یافتہ کو بھی خوب جاننے والا ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون اس کی ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ جانتا ہے کہ کون حق اور سچ کا ساتھ دینے والا ہے؟ ﴿3﴾ وہ جانتا ہے کہ جو سیدھے راستے پر چلے اور اس کی طرف راہ نمائی کرے۔ ﴿4﴾ الۡمُهۡتَدِیۡنَ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلے اور اسلام کی پیروی کی جو اس کا راستہ یعنی سبیل اللہ ہے۔ (ایسر التفاسیر: 416) ﴿5﴾ آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک جائے گا، اس لیے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے، اور کون اس کی راہ اختیار کرے گا تو اس کے لیے اس راہ پر چلنا آسان کر دیتا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 429/1)

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ (118)

چنانچہ اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھنے والے ہو۔(118)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام ابو داؤد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یارسول اللہ ﷺ ہم ان جانوروں کو کھالیں جن کو ہم خود ذبح کرتے ہیں اور ان کو نہ کھائیں جن کو اللہ تعالیٰ مار ڈالتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر ابن عباس:1/416)

سوال 2: فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ''چنانچہ اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو ایمان کے تقاضے پورے کرنے کا حکم دیا ہے کہ حلال مویشیوں کا گوشت کھائیں جن پر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔یعنی ذبیحہ بتوں کے نام کا نہ ہو اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے۔《2》حلال مویشیوں کی حلت کا اعتقاد بھی رکھیں اور اہل جاہلیت کی طرح حلال کو حرام قرار نہ دیں۔

سوال 3: ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا اسلام میں کیوں ضروری قرار دیا گیا ہے؟

جواب:《1》جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا دراصل اس پر اللہ تعالیٰ کے حق کو تسلیم کرنا ہے اور نام لے کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔《2》ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا اس لئے ضروری قرار دیا گیا ہے تاکہ انسان کے عقیدے کے رخ کا تعین کر دیا جائے تاکہ وہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کرسکیں۔

سوال 4: جانوروں کو اپنی خوراک بنانے کا حق ہمیں کیسے ملتا ہے؟

جواب:《1》جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔《2》ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔《3》شکر کی قیمت ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے جانور ہمارے لئے حلال ہو جاتے ہیں۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا

لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ (119)

اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے حالانکہ یقیناً وہ تفصیل سے تمہیں بتا چکا ہے جو اس نے تم پر حرام کیا ہے سوائے اس کے جس کے لیے تم مجبور کر دیے جاؤ اور بلا شبہ بہت سے لوگ یقیناً اپنی خواہشات کے ساتھ بغیر کسی علم کے گمراہ کرتے ہیں، یقیناً آپ کا رب حد سے گزرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔(119)

سوال 1: وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ’’اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے حالانکہ یقیناً وہ تفصیل سے تمہیں بتا چکا ہے جو اس نے تم پر حرام کیا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے حلال کھانے کے لیے دلائل دیئے ہیں پہلی دلیل تو یہ ہے کہ جن حلال جانوروں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ذبح کیا جائے ان کے کھانے میں حرج سمجھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بتا دیا ہے کہ کون سے جانور حرام کیے گئے ہیں؟ اب کوئی شبہ بھی باقی نہیں رہ جاتا کہ حرام میں پڑنے کے خوف سے حلال چیزیں چیزیں بھی کھانی چھوڑ دی جائیں۔﴿2﴾ اہل جاہلیت اس جانور کو نہیں کھاتے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ مومن کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ اہل جاہلیت کی مخالفت کر کے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ جانور کو کھائیں۔﴿3﴾ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ اگر شریعت کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیتی تو وہ اپنی اباحت پر باقی ہے۔ پس جس چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ خاموش ہے وہ حلال ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام ٹھہرایا ہے اس کی تفصیل بیان کر دی ہے اور جس کے بارے میں کوئی تفصیل بیان نہیں کی وہ حرام نہیں ہے۔ بایں ہمہ وہ حرام چیزیں جن کو اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر دیا ہے، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے سخت بھوک اور اضطراری حالت میں مباح کر دیا ہے۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ اس کے بعد فرمایا: فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (تفسیر سعدی: 815/1)

سوال 2: انسان حلال وحرام اور جائز ناجائز میں اللہ تعالیٰ کا حکم کیوں چھوڑتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان اپنی خواہشات سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھوڑتے ہیں۔﴿2﴾ انسان علم کے بغیر اللہ تعالیٰ

کی حاکمیت کے حق پر دست درازی کرتے ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں۔

سوال3: وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ''اور بلاشبہ بہت سے لوگ یقیناً اپنی خواہشات کے ساتھ بغیر کسی علم کے گمراہ کرتے ہیں، یقیناً آپ کا رب حد سے گزرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》لوگوں کی کثرت بغیر کسی علم کے، بغیر کسی دلیل کے، خواہشات نفس کو ابھار کر بہکاتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ اور اگر آپ اکثریت کی اطاعت کریں جو زمین میں بستے ہیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے، وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ (الانعام:116)《2》انسان علم کے بغیر لوگوں کو گمراہ کر کے بڑے گناہ کا مرتکب بنتا ہے وہ یہ کام اپنی خواہشات کی تسکین کے لیے کرتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ حد سے گزرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔《3》بندے کو اسی قسم کے لوگوں سے بچنا چاہیے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سامنے ان کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان کی دعوت کسی دلیل اور برہان پر مبنی نہیں ہے اور نہ ان کے پاس کوئی شرعی حجت ہے۔ پس ان کی فاسد خواہشات اور گھٹیا آراء کے مطابق ان کو شبہ لاحق ہوتا ہے پس یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے بندوں پر ظلم وتعدی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے برعکس راہِ راست کی طرف رہنمائی کرنے والے ہدایت یافتہ لوگ حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اپنی دعوت کو دلائل عقلیہ ونقلیہ کی تائید فراہم کرتے ہیں اور وہ اپنی دعوت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے تقرب کے سوا اور کوئی مقصد پیش نظر نہیں رکھتے۔ (تفسیر سعدی 816/1)《4》اَلْمُعْتَدِيْنَ ''حد سے گزرنے والے'' جو حلال کو حرام اور حق کو باطل ٹھہراتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:418)

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ(120)

اور تم گناہ کے ظاہر کو بھی چھوڑ دو اور اس کے باطن کو بھی، جو لوگ گناہ کماتے ہیں یقیناً اُنہیں اس کا جلد بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ (120)

سوال1: وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ''اور تم گناہ کے ظاہر کو بھی چھوڑ دو اور اس کے باطن کو بھی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ الْاِثْمِ۔سیدنا نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور تو اس کے لوگوں پر مطلع ہونے کو ناپسند کرے۔'' (صحیح مسلم:6516) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ اور کوئی غیرت مند نہیں یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے۔خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔(صحیح بخاری:4634)﴿2﴾ ظَاهِرَ الْاِثْمِ اس سے مراد گناہ کا ظاہر ہے۔یعنی جو گناہ کھلے طور پر محسوس ہوں۔حلال وحرام میں اور جائز وناجائز میں اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ دینا۔ یہ کھلا گناہ ہے۔رب العزت نے فرمایا: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ آپ کہہ دیں یقیناً میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے جو اس سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کرو جس کا تم علم ہی نہیں رکھتے۔(الاعراف:33)﴿3﴾ وَبَاطِنَهٗ اور چھپے گناہ وہ جن کا گناہ ہونا انسان کی عقل سے چھپ جاتا ہے،جنہیں انسان گناہ نہیں سمجھتا۔اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ کر جو توہمات انسان کے اندر جنم لیتے ہیں یہ چھپا ہوا گناہ ہے انسان کے خودساختہ توہمات کی بنیاد پر ظاہری کاموں کا بھی تعین ہوتا ہے۔ ﴿4﴾ یہاں اثم سے مراد تمام معاصی ہیں جو بندے کو گناہ گار کرتے ہیں یعنی اسے ان امور کے بارے میں گناہ اور حرج میں مبتلا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق سے متعلق ہوتے ہیں۔پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو ظاہری اور باطنی گناہوں کے ارتکاب سے منع کیا ہے یعنی چھپ کر یا علانیہ ان تمام گناہوں کے بارے میں بحث وتحقیق کرنا،قلب وجوارح کے گناہوں کی معرفت اور ان کے بارے میں علم حاصل کرنا مکلّف پر حتمی طور پر فرض ہے اور بہت سے لوگوں پر ان کے گناہ مخفی رہتے ہیں خاص طور پر قلب کے گناہ چھپے رہتے ہیں مثلاً تکبر،خود پسندی اور ریا وغیرہ۔یہاں تک کہ بندہ ان میں سے بہت سے گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے مگر اسے اس کا احساس اور شعور تک نہیں ہوتا اور یہ علم سے اعراض اور عدم بصیرت کی وجہ سے ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:816/1)﴿5﴾ گناہ کے ظاہر اور باطن سے مراد یہ بھی ہے کہ تمہارے خیالات اور ارادے نیک رہیں اور ظاہری گناہوں سے بھی بچتے رہو۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں برداروں کو ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فرمابردار بننا چاہتے ہوں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی فکر اور عمل کو پاک کریں کیونکہ فکر کی

ناپاکی کی صورت میں انسان نافرمانی کے کاموں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

سوال3: اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ ’’جولوگ گناہ کماتے ہیں یقیناً اُنہیں اس کا جلد بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے گناہ کے ظاہراور باطن کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے کہ اپنی نیتوں اور ارادوں کو بھی پاک کرو اور اعمال سیئہ کو بھی چھوڑ دو۔ یہاں یہ واضح فرمایا ہے کہ جولوگ گناہ کرتے ہیں ان کے اکتساب کے مطابق اور گناہوں کی کثرت اور قلت کے مطابق انہیں سزا دی جائے گی۔ یہ سزا دنیا میں ملے تو برائیوں اور گناہوں میں کمی کردی جاتی ہے۔اور آخرت میں جو سزا ملے گی وہ کبھی ختم نہ ہوگی۔ یاارحم الراحمین ہمیں اپنے غضب اور اپنی سزاؤں سے بچالینا۔

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِیٰٓئِهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ(121)

اورجس پراللہ تعالیٰ کا نام ذکرنہیں کیا گیا اس میں سے نہ کھاؤ اور بلاشبہ وہ یقیناً فسق ہے اور بے شک شیاطین ضرور اپنے ساتھیوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم ان کی اطاعت کروگے تو بے شک تم بھی یقیناً مشرک ہوجاؤ گے(121)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو فارس والوں نے قریش کے پاس کہلا بھیجا کہ محمد سے مباحثہ کرو اور کہو جس جانور کو تم چھری سے ذبح کرو وہ تو حلال ہے؟ اور جس کو اللہ تعالیٰ سونے کی چھری سے ذبح کرے یعنی مردار وہ حرام ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس:416/1)

سوال2: وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ’’اورجس پراللہ تعالیٰ کا نام ذکرنہیں کیا گیا اس میں سے نہ کھاؤ اور بلاشبہ وہ یقیناً فسق ہے‘‘ وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا اور تم نہ کھاؤ۔ ممانعت ہے۔ ﴿2﴾ مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ ’’جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا اس میں سے نہ کھاؤ‘‘، جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس میں وہ بھی شامل ہیں جن پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ فرمایا: وَمَآ

اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اوروہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے۔(المائدہ:3)اس میں وہ جانور بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کیے گئے ہوں مگر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہوتو اس کا کھانا حرام ہے۔ بھولنے والا مستثنیٰ ہے۔اس میں وہ جانور بھی شامل ہیں جو ذبح کے بغیر مرجائیں۔یعنی مرداران کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَاذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تم پر حرام کردیا گیا مرداراورخون اورسؤر کا گوشت اوروہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے اورگلا گھٹنے سے مرنے والا (جانور) اور چوٹ لگنے سے مرنے والا (جانور) اور بلندی سے گر کر مرنے والا اورسینگ لگنے سے مرنے والا اور جسے درندے نے کھایا ہومگر جسے تم نے ذبح کیا ہواور جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہواور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت کا حال معلوم کرو، یہ نافرمانی ہے۔آج تمہارے دین سے وہ لوگ مایوس ہو گئے جنہوں نے کفر کیا چنانچہ تم اُن سے نہ ڈرواور تم مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے، چنانچہ جو شخص بھوک میں مجبور کیا جائے کہ گناہ کے لیے مائل ہونے والا نہ ہوتو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(المائدہ:3)﴿3﴾ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ دنیا میں جو کچھ بھی موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے۔اس پر اس کا نام لے کر اس کے بتائے ہوئے طریقے سے حاصل کیا جائے اوراس کے بتائے ہوئے طریقے سے استعمال کیا جائے تو یہ ایمان کا لازمی تقاضا ہے، یہی اسلام ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے یا اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق حاصل نہ کیا جائے تو یہ فسق ہے اس اعتبار سے کہ یہ اسلام کے دائرے سے، اطاعت کی حد سے باہر نکلتا ہے۔

سوال 3: وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰۗـِٕــهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ''اور بے شک شیاطین ضرور اپنے ساتھیوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں'' شیاطین اپنے دوستوں کے توسط سے حلال وحرام پر کیسے جھگڑے کرواتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ شیاطین کافروں کا مسلمانوں سے جھگڑا کرواتے تھے کہ جسے اللہ تعالیٰ ماردے اسے تو تم نہیں کھاتے یعنی مرداراور جسے تم خود مارڈالو یعنی ذبح کر دوتو اسے کھالو۔﴿2﴾ یعنی وہ تمہارے ساتھ بغیر کسی علم کے جھگڑا کریں گے، کیونکہ مشرکین نے جب یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ نے مردار کو حرام قرار دے دیا ہے اور جس کو ذبح کیا گیا ہواس کو

حلال قرار دے دیا ہے اور ان کا مسلک یہ تھا کہ وہ مردار کے کھانے کو حلال سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے عناد کی بنا پر بغیر کسی دلیل اور برہان کے کہا: ''تم اس جانور کو تو کھا لیتے ہو جسے تم نے خود قتل کیا اور وہ جانور نہیں کھاتے جسے اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے۔'' اور اس سے مراد وہ مردار لیتے تھے۔ یہ انتہائی فاسد رائے ہے جو کسی دلیل اور حجت کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان کی کج بحثی کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے۔ اگر حق ان کی آراء کا تابع ہوتا تو زمین اور آسمان اور ان کے رہنے والے سب فساد کا شکار ہو جاتے اس لیے ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے احکامات پر جو کہ مصالح عامہ اور منافع خاصہ کے موافق ہیں، اس عقل کو مقدم رکھتا ہے اور یہ ان سے کچھ بعید بھی نہیں کیونکہ یہ آراء ان سے اس بناء پر صادر ہوئی ہیں کہ ان کے سرپرست شیاطین ان کو باطل آراء الہام کرتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ مخلوق بھٹک کر اپنے دین سے دور ہو جائے اور وہ ان کو دعوت دیتے رہتے ہیں تاکہ وہ جہنمی بن جائیں۔ (تفسیر سعدی: 817,18/1)

سوال 4: وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ''اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو بے شک تم بھی یقیناً مشرک ہو جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم شرک کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ زندگی کے معاملات میں جزوی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنا کھلا شرک ہے۔ اس وجہ سے مسلمان دائرہ اسلام سے باہر نکل جاتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی: اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔ (التوبۃ: 31) تو عدی ابن حاتم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ انہوں نے احبار اور رہبان کی بندگی تو نہیں کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں! انہوں نے کی ہے انہوں نے ان کے لئے حلال کو حرام کر دیا اور حرام کو حلال۔ (ترمذی) ﴿2﴾ اگر تم نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے میں ان کی بات مانی تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔ ﴿3﴾ آیت کا یہ حصہ دلیل ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کسی شے کو اپنی طرف سے حلال کرے گا یا کسی حلال کو حرام کرے گا وہ مشرک ہوگا۔ (تیسیر الرحمٰن: 433/1) ﴿4﴾ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔ کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو اپنا سرپرست اور والی بنا لیا ہے اور وہ جس بنیاد پر مسلمانوں سے علیحدہ

ہوئے تم نے بھی اس کی موافقت کی اس لیے تمہارا راستہ اوران کا راستہ ایک ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ وہ کشف والہامات جودل میں القاء ہوتے ہیں اور یہ کشف والہام خاص طور پرصوفیہ کے ہاں بہت کثرت سے واقع ہوتے ہیں۔۔۔اپنے مجرد الہام ہونے کی بناپر اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ حق ہیں۔اوران کی اس وقت تک تصدیق نہیں کی جاسکتی جب تک کہ ان کو قرآن وسنت پر پیش نہ کیا جائے۔اگر قرآن وسنت ان کو قبول کرنے کی شہادت دیں تو ان کو قبول کرلیا جائے ۔اگر یہ کشف والہام قرآن وسنت کے منافی ہوں تو ان کو رد کردیا جائے۔اگر ان کا حق یا باطل ہونا واضح نہ ہو تو اس میں توقف کیا جائے،اس کی تصدیق کی جائے نہ تکذیب۔کیونکہ وحی اور الہام شیطان کی طرف سے بھی ہوتا ہے اس لیے الہام رحمانی اور الہام شیطانی کے مابین فرق اور امتیاز کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ دونوں قسم کے الہامات کے درمیان عدم تفریق سے بندہ جن غلطیوں اور گمراہیوں کا شکار ہوتا ہے ان کو اللہ کے سوا کوئی شمار نہیں کرسکتا۔(تفسیر سعدی:818/1)

رکوع نمبر:2

اَوَ مَنۡ کَانَ مَیۡتًا فَاَحۡیَیۡنٰهُ وَ جَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا یَّمۡشِیۡ بِهٖ فِی النَّاسِ کَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا ؕ کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ(122)

اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنادی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے، اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اُس سے نکلنے والا نہیں ہے اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیئے گئے جو وہ عمل کرتے تھے۔(122)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: علامہ بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت دوخاص آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی پھران دوآدمیوں کے تعین میں سیدنا ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا سے سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب (رسول اللہ ﷺ کے چچا) مراد ہیں اور مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ سے ابوجہل مراد ہیں واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ ابوجہل نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر گھوڑے کی لید پھینک دی تھی۔سیدنا حمزہ کو اس کا پتہ چلا جو شکار کر کے ہاتھ میں کمان لیے ہوئے آرہے تھے اور ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ابوجہل کی حرکت کا علم ہوا تو غصہ میں بھر گئے اور ابوجہل کے پاس آکر اس کے سر پر کمان ماردی وہ عاجزی کرنے لگا

اور کہنے لگا کہ تم دیکھتے نہیں ہو کہ یہ کیسا دین لے کر آئے ہمیں بے وقوف بناتے ہیں اور ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں اور ہمارے باپ داد کے مخالف ہیں۔اس پر سیدنا حمزہ نے فرمایا کہ تم سے بڑھ کر بے وقوف کون ہوگا تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو پھر انہوں نے اسی وقت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔اس پر آیت کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ نازل ہوئی۔(تفسیر انوار البیان:292/2)

سوال2: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ ’’اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا‘‘ اس آیت میں موت سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا ’’اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت عطا کرنے سے پہلے جو گناہوں کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا کافر تھا۔﴿2﴾ مَيْتًا ’’مردہ‘‘ جس میں روح مفقود ہو اور روح سے مراد ایمان ہے۔(ایسر التفاسیر:419)﴿3﴾ مجاہد نے کہا: مَيْتًا سے مراد گمراہ ہے۔موت سے مراد کفر کی حالت ہے جس میں انسان کائنات کی ازلی وابدی حقیقت سے انکار کرکے اس سے کٹ جاتا ہے۔﴿4﴾ فَاَحْيَيْنٰهُ ’’پھر ہم نے اسے زندہ کیا‘‘ مجاہد نے کہا یعنی اسے ہدایت دی۔(تفسیر الدر المنثور:81/3) یعنی اسے اسلام کی طرف ہدایت دی۔﴿5﴾ ’’پھر ہم نے اسے زندہ کیا‘‘ پھر ہم نے اسے علم، ایمان اور اطاعت کی روشنی کے ذریعے سے زندہ کردیا اور وہ اس روشنی میں لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہو، اپنے امور میں بصیرت سے بہرہ ور ہو، اپنے راستے کو جانتا ہو، بھلائی کی معرفت رکھتا ہو، اسے ترجیح دیتا ہو، اپنے آپ پر اور دوسروں پر اس کے نفاذ کی کوشش کرتا ہو، جو برائی کی معرفت رکھتا ہو، اسے ناپسند کرتا ہو اور اسے ترک کرنے کی کوشش کرتا ہو اور خود اپنی ذات سے اور دوسروں سے اس برائی کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہو۔۔کیا یہ اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جو جہالت، گمراہی، کفر اور گناہوں کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہو؟(تفسیر سعدی:819/1)﴿6﴾ اس آیت میں کافر اور مومن کی مثال ہے مومن پہلے مردہ تھا اور کفر اور گمراہی کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کیا اور اس کا دل نور ایمان سے جگمگا دیا اور اسے ہدایت کی توفیق عطا فرما کر رسولوں کی باتیں ماننے کا شوق دیا، پھر اسے قرآن عظیم دیا جس کی روشنی میں وہ چلتا پھرتا ہے اس کے احکام بجالا کر اپنی زندگی بتا رہا ہے۔ (مختصر ابن کثیر 536/1)

سوال3: کفر کی حالت کو موت کی حالت کیوں کہا گیا؟

جواب: کفر کی حالت میں انسان کی روح اصل علم سے محروم ہوجاتی ہے۔حقیقت سے کٹ جاتا ہے اور اندھیروں میں رہ جاتا ہے۔اس کا شعور تاریک ہوجاتا ہے اور سیدھا راستہ گم کر بیٹھتا ہے۔کفر کی حالت میں انسان کے اندر وسعت نہیں رہتی۔

اس کا ازلی حقیقت سے انکاراس کے دل کوسخت کردیتاہے ،اس کی سوچ محدودہوجاتی ہے اوروہ اپنی فطرت سے ہٹ جاتاہے،یوں وہ پتھر کی طرح سخت ہوجاتاہے، جہاں سے نیکی اورخیرنہیں پھوٹ سکتی اس لئے یہ حالت موت سے مشابہ ہے۔

سوال4: مردہ انسان کون ہوتاہے؟

جواب: مردہ سے مراد ہے کافرجس کا دل حق سے غافل ہوتاہے اورمردہ کی طرح اس کوفائدہ بخش اورضرررساں چیزوں میں امتیازنہیں ہوتا۔

سوال5: کافرکومردہ انسان کہا گیا،اس کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ انسان مردہ ہے جوہدایت کی روشنی سے محروم ہو۔انسان جب کفرکرتاہے تو دراصل سب سے بڑی سچائی یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکارکرتاہے ۔اس کی قوتیں اورصلاحیتیں جوسچائی کااعتراف کرنے کے لئے دی گئی تھیں بے کارہوکرختم ہوجاتی ہیں۔ایسا انسان کبھی کائنات سے بھی ہم آہنگ نہیں ہوسکتا۔کیونکہ کائنات کی اورانسان کی فطرت ایک ہے۔اپنی فطرت سے ہٹ کروہ کائنات کی فطرت کا بھی انکارکرتاہے یوں وہ ایک غیرمؤثراورفطرتاًمردہ انسان بن جاتاہے۔مردہ آدمی وہم اورتعصب میں پھنسا ہوتاہے اس کے ذہن میں سیدھے اورسچے حقائق نہیں آتے ۔اس کے ذہن پر پہلے سے موجود خیالات مخاطب رہتے ہیں اس لئے سچائی کا اعتراف نہیں کرسکتا۔وہ اندھیرے میں بھٹکتاہے یوں زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ انسان بن جاتاہے۔

سوال6: ایمان کسے کہتے ہیں؟

جواب: ایمان اس کائنات کی اصل قوت کا یقین کرنے اوراس کے ساتھ جڑ جانے کو کہتے ہیں۔ایمان دراصل نورہے جوانسان کی آنکھیں کھول دیتاہے جس سے انسان اصل حقیقت کا ادراک حاصل کرتاہے۔اسے اپنی حقیقت ،اپنی زندگی کی حقیقت اورزمین پرہونے والے واقعات کی حقیقت،اس زمین پرجاری طریقہ کار کی حقیقت کوسمجھ جاتاہے۔

سوال7: ایمان سے کیسے زندگی ملتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ جب انسان ایمان لاتاہے تواس کائنات کی اصل حقیقت یعنی اللہ تعالیٰ کا اقرارکرتاہے۔یوں وہ ایک روشنی میں آجاتاہے جس کے ذریعے اسے دین کی حقیقت کا پتہ چلتاہے۔وہ دیکھتاہے کہ دین کے تمام اجزاء میں ایک گہراتعلق ہے۔یہ اجزاءایک جسم کی طرح ہیں جوزندہ ہے۔﴿2﴾ انسان پراپنی حقیقت واضح ہوتی ہے یوں اس کی ذات کی حقیقت زندہ ہوجاتی

ہے۔﴿3﴾اس پر زمین پر ہونے والے واقعات کی حقیقت واضح ہوتی ہے تو یہ واقعات زندہ ہو جاتے ہیں۔﴿4﴾اس پر سچائی واضح ہوتی ہے تو وہ ہر معاملے میں ہر واقعے میں سچائی کے راستے کو پا لیتا ہے۔یوں اس کے دل میں سچائی زندہ ہو جاتی ہے﴿5﴾انسان اللہ تعالیٰ کی سنت کو اپنے اردگرد جاری دیکھنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی یہ سنت اس کے لیے زندہ ہو جاتی ہے۔﴿6﴾وہ اپنے ماحول میں اللہ تعالیٰ کے ارادوں کو معلوم کر لیتا ہے خواہ وہ چھپے ہوئے ہوں یا ظاہر ہوں وہ اردگرد رونما ہونے والے واقعات کو ان کے انجام کو کتاب اللہ سے اخذ کرتا ہے یوں اُس کے لیے ماحول میں زندگی اور حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ یوں وہ سب کچھ جو انسان کی ذات میں ہے، کائنات میں ہے، ماحول میں ہے ایمان کی وجہ سے اُس کے لیے زندگی بن جاتا ہے اس لیے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے زندگی قرار دیا ہے۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ شخص زندہ ہے جس کو ہدایت کی روشنی پیش کی گئی اور اس نے قبول کر لیا اسے سچائی پہچاننے میں دیر نہیں لگی۔سچائی اس کے لیے ایسی روشن حقیقت بن گئی جس کی روشنی میں وہ خود چلتا ہے اور دوسروں کو چلاتا ہے یہی حرکت اس کی زندگی ہے۔

سوال 8: وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ ''اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنا دی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے'' انسان ایمان کی روشنی میں اپنی زندگی کا سفر کیسے طے کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جو انسان ایمان کی روشنی حاصل کرتا ہے اس کے خیالات روشن ہو جاتے ہیں، اس کا شعور روشن ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اس کے دل کو خوشی نصیب ہوتی ہے وہ اپنے حالات سے خوش اور اپنے انجام پر مطمئن ہوتا ہے۔﴿2﴾اس کے دل کے اطمینان اور خوشی کا تعلق اس کے رویے میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔اس کے دل سے روشنی کی لہر اُٹھتی ہے تو وہ گمراہوں کو راستہ دکھاتا ہے، خوفزدہ انسانوں کو اطمینان دلاتا ہے، وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے، غلاموں اور قیدیوں کو آزاد کرتا ہے اور دوسروں سے رہا کروانے کے لئے کوششیں کرتا ہے' وہ بیماروں کی شفا کے لئے تدابیر اختیار کرتا ہے، وہ بے سہاروں کے لئے سہارا بنتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے بے تعلق لوگوں کا تعلق بحال کرواتا ہے، وہ انسانیت تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہے، اس پیغام کو پہنچانے کے لئے وہ سارے مادی اسباب فراہم کرتا ہے۔کبھی وہ پیغام رسانی کے لئے، اس کی تعلیم کے لئے مراکز قائم کرتا ہے، باقاعدہ سسٹم بناتا ہے یا اس کا حصہ بنتا ہے۔کبھی وہ پیغام کی ترویج و اشاعت کے لئے نئے نئے راستے تلاش کرتا ہے۔، وہ ایسے تمام افراد کو اکٹھا کرتا ہے اور انہیں جوڑنے کی کوشش کرتا ہے جن کے دل روشن ہو گئے ہوں اور اُس روشنی کو بڑھانے اور پھیلانے کے انتظامات کرتا ہے۔﴿4﴾انسان ایمان کی روشنی پا کر قافلہ ایمان کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔یوں مومن تعلقات کا ایک خزانہ

حاصل کر لیتا ہے۔وہ ایک ایسے قافلے میں شامل ہو جاتا ہے جس کی جڑیں پوری انسانی تاریخ میں پھیلی ہوئی ہیں۔اس کے لیے ماضی کے رابطے یعنی رسولوں اور ایمان والوں سے تعلق روشن ہو جاتا ہے۔وہ حال کی زندگی کے ساتھ ساتھ ماضی میں بھی تعلق قائم کر کے ماضی کو اپنے لیے زندہ کر لیتا ہے۔اس کا وجود اور اس کی شخصیت اس کی عمر کے ساتھ ختم نہیں ہوتی۔اس کے جاننے کے بعد بھی اس کی روح وسعت اس کے کام میں وسعت پیدا کر دیتی ہے۔اس کے صدقہ جاریہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔اس کے اعمال صالح کے اثرات جاری رہتے ہیں یوں انسانی تاریخ میں مومن کا کام جاری رہتا ہے۔بجھے ہوئے تاریک دل پر جب ایمان کی بارش ہوتی ہے تو انسان کو زندگی،حرکت،ترقی اور ہمیشہ کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔

سوال9: كَمَنْ مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ’’اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اس سے نکلنے والا نہیں ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》كَمَنْ مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمٰتِ ’’اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں ہے‘‘ یہ دوسرا شخص ہے جو کافر ہے، جو جہالت،توہمات اور گمراہوں میں گھرا ہو۔《2》کافر زمین پر مضبوط وجود نہیں رکھتا۔وہ خودرو پودے کی طرح ہوتا ہے جس کی جڑیں پختہ نہیں ہوتیں کیونکہ اس کا اپنے خالق سے تعلق نہیں ہوتا اس لئے کائنات سے بھی اس کا تعلق صرف مادی رہ جاتا ہے روحانی تعلق نہیں ہوتا جیسے کسی بھی جانور کا تعلق ہوتا ہے۔مادی دنیا کے ساتھ اس کا یہ تعلق ہے جو نہایت محدود تعلق ہے اس لئے کافر کے لئے کوئی قرار نہیں۔《3》لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ’’اور اس سے نکلنے والا نہیں ہے‘‘ کافر سمندر میں ڈوبنے والے کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا ہے لیکن بھنور سے نکلنے کا راستہ نہیں پاتا۔《4》اللہ تعالیٰ نے اندھیرے میں اپنی مخلوق پیدا کی پھر ان پر اپنا نور چھڑکا پھر جس پر اللہ تعالیٰ کے نور کی چھینٹ پڑ گئی وہ راہ پا جائے گا اور جو محروم رہا وہ گمراہ ہو جائے گا۔(مسند احمد)《5》لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ’’اور اس سے نکلنے والا نہیں ہے‘‘ وہ اس لئے نہیں نکل سکتا کہ اس پر تمام راستے مشتبہ ہو گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عقل عطا فرمائی،وہ فطری طور پر بھلائی برائی کی پہچان بھی رکھتا ہے لیکن رسولوں کی دعوت پر لبیک نہیں کہتے اور اللہ تعالیٰ کی وحی سے فائدہ نہ اٹھانے کی وجہ سے اس کفر اور شرک کے اندھیرے سے نہیں نکل سکتا۔《6》دو طرح کے افراد مختلف ہیں اپنی زندگی،زندگی کے برتنے اپنے حالات و واقعات،اپنے کاموں اور کاموں کے پیدا کردہ اثرات کے اعتبار سے ایمان کی وجہ سے انسان کا ماضی کے ایمان والوں سے تعلق جڑتا ہے اپنے دور میں اُس کی زندگی ترقی کرتی ہے اور مستقبل میں اس کے کاموں کے اثرات جاری رہتے ہیں۔یوں وہ زندہ شخص اس کی طرح کیسے ہوسکتا ہے جس کا دل

اندھیروں میں گھرا ہوا، اپنے ماضی سے کٹا ہوا، حال سے مایوس اور مستقبل سے ناامید ہو دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔《7》اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کی ایک مثال بیان کی ہے اور مقصود مومنوں کو کافروں کی اتباع سے نفرت دلانا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:433/1)《8》رب العزت کا فرمان ہے: مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ان دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے کی طرح اور دیکھنے اور سننے والے کی طرح ہے، کیا دونوں مثال میں یکساں ہو سکتے ہیں؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ (ھود:24)《9》اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرہ:257) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔《10》أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ تو کیا وہ شخص زیادہ ہدایت یافتہ ہے جو اوندھے منہ چلتا ہے؟ یا وہ شخص جو درست ہو کر سیدھے راستے پر چلتا ہے؟ (ملک:22)

سوال10: انسان اندھیروں سے کیسے نکل سکتا ہے؟

جواب:《1》ایمان اور کفر کی حقیقت کو سمجھ کر۔《2》ہدایت اور گمراہی کی حقیقت جان کر۔《3》ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر۔《4》اللہ تعالیٰ کے کلام سے حقیقت کا علم حاصل کر کے۔《5》اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے پروگرام ''دین اسلام'' کے مطابق ڈھال کر انسان کفر کے اندھیروں سے نکل سکتا ہے۔

سوال11: كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ''اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیئے گئے جو وہ عمل کرتے تھے'' انسان کے لیے کافرانہ کام کیسے پسندیدہ ہو جاتے ہے؟

جواب:《1》انسان جب روشنی کی حقیقت کو نہیں سمجھتا تو اندھیرے کو ہی اصل حقیقت سمجھ بیٹھتا ہے۔ جب وہ اس کو پسند کرنے لگتا ہے تو اُس کے لیے اندھیرے محبوب بنا دیے جاتے ہیں اور وہ گمراہی میں دور تک نکل جاتا ہے۔ اس راستے میں انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین اس کے اعمال کو خوب صورت بنا کر دکھاتے ہیں۔ کافر کے پاس اندر کی روشنی نہیں ہوتی اس لیے وہ شیطانوں کی باتوں کو توجہ سے سنتا ہے اور اُن کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ یوں اس کے لیے ہدایت اور ضلالت میں کوئی فرق

نہیں رہ جاتا۔جب وہ اپنے اعمال کوخوش نما دیکھنے لگتا ہے اور اس کے لیے واپسی کے راستے بند ہونے لگتے ہیں۔
《2》مزین کر دیئے گئے کافروں کی نگاہ میں ان کے کام۔پس شیطان ان کے سامنے ان کے اعمال کوخوشنما بنا تا رہتا ہے اوران کوان کے دل میں سجا تا رہتا ہے، یہاں تک کہ یہ اعمال ان کو اچھے لگنے لگ جاتے ہیں اورحق دکھائی دیتے ہیں۔یہ چیزیں عقیدہ بن کران کے دل میں بیٹھ جاتی ہیں اوران کا وصف راسخ بن کران کے کردار میں شامل ہو جاتی ہیں۔بنابریں وہ اپنی برائیوں اورقباحتوں پر راضی رہتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جو اندھیروں میں سرگرداں اوراپنے باطل میں لڑکھڑاتے رہتے ہیں۔تاہم ان کی حیثیت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔کچھ ان میں سے قائدین اورمتبوعین ہیں اورکچھ تابع اور پیروکار۔پہلی قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو انتہائی بدبختی کے احوال سے بہرہ یاب ہوئے۔(تفسیر سعدی:819/1)

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا لِیَمْكُرُوْا فِیْهَا ؕ وَ مَا یَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ (123)

اوراسی طرح ہم نے ہربستی میں اس کے بڑوں کومجرم بنادیا ہے تاکہ وہ اس میں مکروفریب کریں اور جومکروفریب وہ کرتے ہیں اپنے ساتھ ہی کرتے ہیں اوروہ شعورنہیں رکھتے۔(123)

سوال1:وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا لِیَمْكُرُوْا فِیْهَا ’’اوراسی طرح ہم نے ہربستی میں اس کے بڑوں کومجرم بنادیا ہے تاکہ وہ اس میں مکروفریب کریں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسی طرح ہم نے بنادیا ہے ہرپیغمبر کے دور میں یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔
《2》فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ ہربستی میں یعنی بڑے شہر میں۔(ایسر التفاسیر:419)《3》اَكٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس کے بڑے مجرموں سے مراد سلطان،اس کے برے لوگ تاکہ وہ اس میں نافرمانیاں کریں۔《4》لِیَمْكُرُوْا فِیْهَا ’’تاکہ وہ اس میں مکروفریب کریں‘‘ تاکہ وہ اس میں فریب کاریاں کریں،جنگوں کے ذریعے سازشیں کریں۔(ابن کثیر:112/2)《5》ابن کثیر ہی کہتے ہیں جس طرح مکہ میں مجرموں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر ابھارنے والے اورحق کے راستے سے روکنے والے بڑے شرپسند موجود رہے جوکفر اورشرک کے مرکز اورستون تھے اسی طرح آج بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں لوگوں کوصحیح دین سے روکنے کے لیے سازشیں ہورہی ہیں،فریب دیے جارہے ہیں لیکن وہ بھی چالیں چلتے ہیں اوراللہ تعالیٰ بھی چال چلتا ہے اوراللہ تعالیٰ بہترین چال چلنے والا ہے۔وہ اسی طرح برے انجام کوپہنچیں گے جیسے ماضی کے بڑے بڑے مجرم،فرعون،نمروداورقارون وغیرہ پہنچتے رہے ہیں۔

سوال2: بڑے مجرموں سے کیا مراد ہے؟

جواب: بڑے مجرموں سے مراد جرائم ہمیشہ افراد ہیں جن کا جُرم دین سے دشمنی ہوتا ہے۔ جو اقتدار حاصل کر کے اُسے دین کی دشمنی اور اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے ہر بستی کے بڑے مجرموں کو دین کی دشمنی میں کیوں لگا دیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ حق یعنی اس کائنات کی، کائنات بنانے والے کی اور انسان کی ذات کی اصل سچائی اور باطل کے درمیان جو تضاد ہے وہ انسانوں کے سامنے پوری طرح واضح ہو جائے تاکہ انہیں دو رراستوں میں سے ایک کا انتخاب کرنے اور اسے اختیار کرنے کی جو آزادی دی گئی ہے اسے کام میں لائیں اور اس حق اور باطل کی جنگ کے لیے کے لئے اللہ تعالیٰ ایک طرف سچائی کے ساتھ رسولوں کو بھیجتا ہے جو حق کو انسانوں پر واضح کرتے ہیں۔ خود سچے ہوتے ہیں سچائی پر چلتے ہیں، سچائی کا راستہ دکھاتے ہیں، سچائی کے راستے پر چلاتے ہیں، دوسری طرف بڑے مجرموں کو اللہ تعالیٰ حق اور سچ کا دشمن بنا دیتا ہے وہ ہر ایسی آواز پر بھی دشمن ہو جاتے ہیں جو سچائی کی دعوت دے سچے دین کی طرف پکارے ایسی ہر آواز انہیں اپنے اور اپنے پروگرام کے خلاف محسوس ہوتی ہے۔ یہ لوگ حق کی دعوت میں ایسے شوشے نکالتے ہیں جس سے تمام افراد کو حق قبول کرنے سے روک سکیں۔ یہ مجرم حق کے خلاف شبہات پیدا کرتے ہیں دین کی دعوت دینے والوں کو بدنام کرتے ہیں۔ یوں ان کی ساری کوششیں صرف ان کے جرم کو بڑھاتی ہیں۔ دعوت دینے والوں اور دعوت کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ یوں دونوں قوتوں کے درمیان تضاد کی وجہ سے معرکہ گرم ہو جاتا ہے۔ بڑے مجرم چاہتے ہیں کہ ان کی بات چلے اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ان سے حاکمیت کا حق چھین لیا جائے یوں جب بڑے مجرموں کا اقتدار ختم ہو جاتا ہے تو لوگ اللہ تعالیٰ کی غلامی میں آجاتے ہیں اور انسانوں کو آزادی نصیب ہو جاتی ہے۔ اس معرکے کی وجہ سے لوگوں کے میلانات اور رجحانات کھل کر سامنے آتے ہیں یوں اچھے اور برے انسان کھل کر ایک دوسرے کے سامنے آجاتے ہیں کھوٹے اور کھرے لوگ الگ ہو جاتے ہیں ہر ایک کو اپنے میدان میں کوشش کرنے کا بھرپور موقع ملتا ہے اور امتحان کا مقصد پورا ہو جاتا ہے جس کے بعد جزا اور سزا کا معاملہ ہوگا۔ ﴿2﴾ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کبار ائمہ ہدی اور بڑے بڑے فاضل لوگوں کو کھڑا کرتا ہے جو ان مجرموں کا مقابلہ کرتے ہیں، ان کے نظریات واقاویل کا جواب دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور اس طرح وہ ان راستوں پر گامزن ہوتے ہیں جو انہیں ان کے مقصد تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مدد سے نوازتا

ہے،ان کی رائے کودرست کرتا ہے،ان کوثابت قدمی عطا کرتا ہے اور کامیابی ان کے اوران کے دشمنوں کے مابین ادلتی بدلتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ انجام کار فتح اور نصرت اور غلبہ اہل ایمان کے حصہ میں آتا ہے۔(تفسیر سعدی:819/1)

سوال4:وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ’’اور جومکروفریب وہ کرتے ہیں اپنے ساتھ ہی کرتے ہیں اور وہ شعور نہیں رکھتے‘‘ بڑے مجرم اپنے فریب کے جال میں خود کیسے پھنستے ہیں کہ انہیں اس کا شعور بھی نہیں ہوتا ہے؟

جواب:بڑے مجرموں کے دلوں میں تکبر بھرا ہوا ہوتا ہے یہ تکبر اسلام سے دوری کا سبب بنتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہونے کے باوجوداس سے دور رہتے ہیں۔وہ بندے ہونے کے باوجود بندگی کے فطری پروگرام سے دور رہتے ہیں یعنی ایمان لانا اور اطاعت کرنا انہیں پھانسی کا پھندا گلے میں ڈالنے کی طرح لگتا ہے اوراس طرح خود بھی گہرے اندھیروں کے مسافر بن جاتے ہیں اورلوگوں کو بھی تاریکیوں میں غرق کر دیتے ہیں۔انہیں اس کا شعور نہیں ہوتا ہے کہ انہوں نے حق کی مخالفت کر کے اپنے رب کوکھودیا ہے، اپنی فطرت کوکھودیا ہے، اپنی زندگی کے پروگرام کوکھودیا ہے، اپنے آخری انجام کوکھودیا ہے اس طرح وہ زندگی کے قیمتی سرمائے کو، صلاحیتوں اور وقت کو، مال کو، ضائع کر کے تہی دامن ہو جاتے ہیں اور لٹے پٹے اللہ تعالیٰ کے حضور ایسے حاضر ہوتے ہیں کہ نہ کوئی مددگار، نہ سفارشی، نہ کوئی بدلے میں کام آنے والا۔تن تنہا مجرم بن کر کے اللہ تعالیٰ آگے حاضر ہونے والا اپنے زندگی کے دھوکے کے بارے میں بے شعور ہے۔

وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ (124)

اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی اُس جیسا دیا جائے جواللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے،جن لوگوں نے جرم کیے جلد ہی انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکروفریب کرتے تھے۔(124)

سوال1:وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ’اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی اُس جیسا دیا جائے جواللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دیا گیا ہے‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ تاریخی اعتبار سے بڑے مجرموں کی جانب سے حسد اور بغاوت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ان کا مطالبہ یہ ہے کہ نبوت اور رسالت ہمیں ملنی چاہیے۔﴿2﴾ یہ مطالبہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض بھی تھا اور ان کی خود پسندی اور تکبر کا اظہار بھی تھا۔ ﴿3﴾ اپنی طرف سے انہوں نے نبوت اور رسالت کے عطا کیے جانے پر پابندی بھی لگائی تھی کہ ہم مانتے اگر ہمیں ملتی۔ ﴿4﴾ رب العزت نے فرمایا: وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا اور جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب ہی کو دیکھتے؟ وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انہوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔ (الفرقان:21) ﴿5﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿21﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓي اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓي اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ کیا ہم نے اس سے پہلے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس کو مضبوط پکڑنے والے ہوں؟ بلکہ اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور یقیناً ہم اُن کے نقش قدم پر ہدایت پانے والے ہیں۔(الزخرف:21,22)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہ ماننے والے معجزات آنے پر یہ کیوں کہتے ہیں کہ ہمیں بھی رسولوں جیسا دیا جائے؟

جواب:﴿1﴾ مجرم عذر کے طور پر ایک اَن ہونا مطالبہ کرتے ہیں ایمان اور اطاعت کے بغیر نبوت اور رسالت چاہتے ہیں۔ ﴿2﴾ مجرم چاہتے ہیں کہ وہ دوسروں کے مقابلے میں بڑے بنے رہیں وہ اگر تعلیم کا مطالبہ بھی کرتے ہیں تو اپنی بڑائی کے لیے ''ولید بن مغیرہ نے ایک بار کہا تھا کہ اگر نبوت حق ہوتی تو میں زیادہ مستحق تھا کہ میں نبی ہوتا کیونکہ اے محمد میں عمر میں تم سے بڑا ہوں اور مال میں تم سے زیادہ ہوں۔''﴿3﴾ بڑے بڑے مجرم حسد اور بغاوت کی وجہ سے حق کو جھٹلا رہے تھے اور اپنے باطل پر قائم تھے۔

سوال3: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ''اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے'' رسالت کیسا منصب ہے؟

جواب:﴿1﴾ رسالت ایک عظیم منصب ہے۔اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ کون رسول بننے کا اہل ہے! کون رسالت کا بوجھ اٹھا سکتا ہے! کس کے اخلاق عظیم ہیں۔﴿2﴾ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی حکمت کے کمال پر دلالت کرتی ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنی عطا سے نوازتا ہے وہ اسی کو رسالت کا منصب عطا فرماتا ہے جو اس کے اہل ہو۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو رسالت کے لیے منتخب فرمایا۔ آپ ﷺ اعلیٰ حسب ونسب رکھتے تھے۔اہل مکہ آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے

ابوسفیان نے اس کا اعتراف شاہ روم ہرقل کے سامنے کیا تھا جب اس نے پوچھا کہ ان کا نسب کیا ہے تو ابوسفیان نے کہا: آپ ﷺ عالی نسب ہیں، پھر شاہ روم نے پوچھا: کیا انہوں نے نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ بولا تھا تو ابوسفیان نے کہا: نہیں۔

سوال 4: سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِندَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ''جن لوگوں نے جرم کیے جلد ہی اُنہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکروفریب کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ''جن لوگوں نے جرم کیے'' مجرم وہ ہیں جو رسالت میں شک کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ میں مستحق رسالت ہوں اللہ تعالی پر اعتراض کرنا ہے اور اللہ تعالی کو جہل کی طرف منسوب کرنا ہے۔ جنہوں نے یہ اعتراض کیا ہے انہیں اللہ تعالیٰ کے یہاں ذلت پہنچے گی اور انہیں سخت سزا ملے گی۔ (تفسیر انوار البیان: 294/2) ﴿2﴾ صَغَارٌ عِندَ اللَّهِ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ذلت'' مجرموں کو قیامت کے دن ذلت اٹھانی پڑے گی۔ رب العزت کا فرمان ہے: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے (غافر: 60) ﴿3﴾ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ''اور سخت عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکروفریب کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں یہ ان کی چال بازیوں کا بدلہ ہوگا جس کی وجہ سے انہیں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ رب العزت کا فرمان ہے: وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔ (الکہف: 49) ﴿4﴾ حق کے ساتھ تکبر سے پیش آنے کی وجہ سے انہیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کا سخت عذاب دیا جائے گا۔

سوال 5: مجرموں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلت کا عذاب کن جرائم کی وجہ سے دیا جائے گا؟

جواب: ﴿1﴾ تکبر اور غرور کی وجہ سے ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ کیونکہ اسی وجہ سے مجرم حق کا انکار کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ مجرم دعوت اور دین کی دعوت دینے والوں کے مقابلے میں سازشوں کا جال پھیلاتے ہیں۔ ﴿3﴾ مجرم رسولوں کی دشمنی کرتے ہیں۔ ﴿4﴾ مجرم ایمان والوں کو اذیت دیتے ہیں اس لیے انہیں ذلت کا عذاب دیا جاتا ہے۔

فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ (125)

تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یہ کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کردے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا بنا دیتا ہے گویا کہ وہ مشقت سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ گندگی ڈال دیتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔(125)

سوال1: فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ''تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یہ کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ ''تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے'' جس کے لیے اللہ تعالیٰ ارادہ کر لیتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا ارادہ حق، حکمت پر مبنی ہے۔ اس کے ارادوں کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **الھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد** اے اللہ! اسے کوئی روکنے والا نہیں جسے تو عطا کر دے اور جسے تو روک لے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور دولت مند کو اس کی دولت تیرے عذاب سے بچا نہیں سکتی۔ (مسلم:1342) ﴿2﴾ اَنْ يَّهْدِيَهٗ یہ کہ اسے ہدایت دے یعنی نفع مند علم اور عمل صالح کی اور نیکیوں کی توفیق دے۔ ﴿3﴾ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ''اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے'' یعنی اسے نیکیاں اچھی اور آسان معلوم ہونے لگتی ہیں اور وہ خوشی خوشی انہیں انجام دیتا ہے۔ (ابن کثیر:538/1) ﴿4﴾ شرح صدر سے مراد سینہ کا وسیع ہوجانا ہے جس کو شرح صدر حاصل ہو جاتا ہے اس کا دل ایمان اور یقین سے روشن ہو جاتا ہے۔ ﴿5﴾ جو ہدایت چاہتا ہے اور اس کی طلب صادق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے راستوں کو آسان بنا دیتا ہے۔ اور تمام اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ قبول ایمان اور اتباع اسلام کے لیے اسے شرح صدر عطا فرماتا ہے۔ اور جو گمراہی چاہتا ہے اور اس کی خواہش کرتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ گمراہی کے تمام دروازوں کو کھول دیتا ہے۔ اور اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے کہ ایمان کے داخل ہونے کے لیے اس میں گنجائش باقی نہیں رہتی۔ (تیسیر الرحمٰن:435/1) ﴿6﴾ جس کا سینہ اسلام کے لیے کھل جاتا ہے اسے نیکی سے محبت ہوجاتی ہے وہ نیکی کو بوجھ نہیں سمجھتا اسے نیکیوں میں لذت ملتی ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت دے دی ہے۔ ﴿7﴾ نیکیوں کو پورے شوق سے انجام دینا، انہیں دشوار نہ سمجھنا شرح صدر کی دلیل ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے؟ (کسی کافر جیسا ہو سکتا ہے) پس ان

کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ (الزمر:22)《8》عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت بالا تلاوت فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ جب نور سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے۔عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ایسی کوئی نشانی ہے جس کے ذریعہ اس کو پہچان لیا جائے۔آپ نے فرمایا ہاں اس کی نشانی یہ ہے کہ دارالغرور (دنیا) سے دور رہے اور دارالخلود (ہمیشہ رہنے کی جگہ) کی طرف رجوع کرے اور موت سے پہلے اس کی تیاری کر لے۔(بیہقی مشکوۃ:446) (تفسیر انوار البیان:294,295/2) وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دی ہے اور اس نے کفر، گناہ اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔یہی لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔(الحجرات:7)

سوال2: اسلام کے لیے سینے کے کھل جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ ایک انسان سہولت کے ساتھ اسلام قبول کر لے۔

سوال3: انسان کا سینہ اسلام کے لیے کیسے کھلتا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ انسان کے سینے کو اسلام کے لیے کھولتے ہیں۔《2》اللہ تعالیٰ اس کا سینہ اسلام کے لئے کھولتے ہیں، جسے ہدایت سے دلچسپی ہوتی ہے۔《3》انسان کا سینہ اسلام کے لئے تب کھلتا ہے جب اسے ہدایت پر اطمینان ہوتا ہے۔《4》انسان کا سینہ اسلام کے لئے تب کھلتا ہے جب وہ حق کو سب سے اعلیٰ سمجھتا ہے۔جو حق کی تلاش میں رہتا ہے پھر جب حق آتا ہے تو آگے بڑھ کر قبول کر لیتا ہے۔《5》جس شخص کا فطری میلان اسلام کی طرف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

سوال4: وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ''اور جسے وہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا بنا دیتا ہے گویا کہ وہ مشقت سے آسمان میں چڑھ رہا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ ''اور جسے وہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے'' اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے۔《2》يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا ''حرج'' دراصل نہایت تنگ جگہ کو کہتے ہیں یا ایسے گنجان درختوں کو جن تک چرنے والے جانور نہ پہنچ سکتے ہوں۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہی حال کافر کے سینے

کا ہے۔ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی پھر فرمایا کہ ’’بنی کنانہ کے کسی چرواہے کو بلالاؤ۔چنانچہ ایک چرواہے کو بلایا گیا اس سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ’’حرجہ‘‘ کسے کہتے ہیں؟اس نے کہا: وہ درخت جو بہت سے درختوں کے درمیان اس طرح گھرا ہوا ہو کہ کوئی چرنے والا جانور اس تک نہ پہنچ سکتا ہو۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس یہی حالت کافر (اور منافق) کے قلب کی ہے کہ اس تک پہنچنے کے لئے کسی قسم کی خیر بھی راہ نہیں پاتی۔(ابن کثیر،کبیر)(اشرف الحواشی:173/1:1)

﴿4﴾ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کردیتا ہے یعنی اس کا سینہ ایمان،علم اور یقین کے لیے اس کا دل شکوک وشبہات کے سمندر غرق ہوجاتا ہے نہ بھلائی اس تک راہ نہیں پاسکتی نہ بھلائی اور نیکی کے لیے اس کو انشراح صدر حاصل ہوتا ہے گویا وہ سخت تنگی اور شدت میں ہے۔﴿5﴾ كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ’’گویا کہ وہ مشقت سے آسمان میں چڑھ رہا ہے‘‘یعنی اسے آسمان پر چڑھنے کا مکلّف کہا جارہا ہے جہاں چڑھنے کا اس کے اندر کوئی حیلہ نہیں۔(تفسیر سعدی:821/1:1)﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں انسان کی ظاہری اور مادی کیفیت کو سامنے رکھا ہے کہ گویا ایک انسان اوپر چڑھ رہا ہے اور اس کی سانس پھولی ہوئی ہے اور سینے میں تنگی محسوس ہورہی ہے۔سینے کی تنگی اور گھٹن کی وضاحت يَصَّعَّدُ سے بھی ہوتی ہے جو مشکل سے ادا ہوتا ہے۔

سوال5:اسلام کے لیے سینے کے تنگ ہوجانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد یہ ہے کہ ایک انسان کو اسلام اور ہدایت سے کوئی دلچسپی نہ رہے۔

سوال6:انسان کا دل اسلام کے لئے کیسے تنگ ہوجاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جب انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ اسلام قبول کرنے سے اس کی بڑائی ختم ہوجائے گی۔﴿2﴾ جن انسان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر میں معاشرے کے رسم رواج کے مطابق نہ چلا تو سارے ماحول میں اجنبی بن کر رہ جاؤں گا۔﴿3﴾ کسی انسان کو یہ لگتا ہے کہ اگر اسلام قبول کیا تو ساری مصلحتیں قربان کرنی پڑیں گی اور پھر میں برباد ہوجاؤں گا۔﴿4﴾ اپنے آپ کو بڑی ہستیوں کے ساتھ وابستہ کرلیتا ہے اسلام قبول کرتے ہوئے اسے ان ہستیوں کو چھوڑنا مشکل لگتا ہے اس لئے دل تنگ ہوجاتے ہیں۔﴿5﴾ جس شخص کی فطرت گمراہی کی طرف متوجہ رہتی ہے وہ اسلام اور ہدایت کو مشکل محسوس کرتا ہے اس کے دل میں تنگی اور گھٹن آتی ہے۔

سوال7: كَذٰلِكَ يَجۡعَلُ اللّٰهُ الرِّجۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ’’اس طرح اللہ تعالیٰ گندگی ڈال دیتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان

نہیں لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جس طرح اللہ تعالیٰ گمراہ ہونے والوں کا دل سخت، تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے اسی طرح ایمان نہ لانے والوں پر ناپا کی مسلط کر دیتا ہے۔《2》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مقام پر رجس کا ترجمہ شیطان سے کیا ہے اس طرح مطلب یہ ہوگا کہ ہم ایسے شخص پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اسے ایمان لانے کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتا۔ نیز رجس کا معنی ناپا کی بھی ہے اور عذاب بھی۔ اگر عذاب ہو تو اس سے مراد دنیا میں اس پر لعنت کا عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے اور آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ سخت تر ہے۔ (تیسیر القرآن:1/656)《3》اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر شیاطین مسلط کر دیتا ہے اسی طرح ایمان نہ لانے والوں پر شیاطین مسلط کر دیتا ہے یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ رحمت اور احسان کے دروازے بند کر دیتا ہے اور عذاب مسلط کر دیتا ہے۔《4》اللہ تعالیٰ اسے آسان راستے کی توفیق دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور جو نیکی کو جھٹلاتا ہے اسے مشکل راستے پر گامزن کر دیتا ہے۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ (126)

اور یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے یقیناً ہم نے اپنی آیات تفصیل سے اُن لوگوں کے لیے بیان کر دی ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔(126)

سوال1: وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا '' اور یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی تفصیلی بیان جس کو قرآن لے کر آیا ہے یا توحید کا راستہ اور اسلام جس کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔《2》یعنی آپ کے رب تک اور عزت و تکریم کے گھر تک پہنچانے والا راستہ معتدل راستہ ہے، جس کے احکام واضح کر دیئے گئے ہیں، جس کے قوانین کی تفصیل یہاں بیان کر دی گئی ہے اور خیر و شر کو ممیّز کر دیا گیا۔ (تفسیر سعدی:1/822)《3》مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! یاد رکھو قرآن ہی کی طرح ایک اور چیز (یعنی حدیث) مجھے اللہ کی طرف سے دی گئی ہے خبردار ایک وقت آئے گا کہ ایک پیٹ بھرا (یعنی متکبر شخص) اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور کہے گا لوگو! تمہارے لیے قرآن ہی کافی ہے اس میں جو چیز حلال ہے بس وہی حلال ہے اور جو چیز حرام ہے بس وہی حرام ہے حالانکہ جو کچھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے وہ ایسے ہی حرام ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ سنو گھریلو گدھا بھی

تمہارے لئے حلال نہیں۔(حالانکہ قرآن میں اسکی حرمت کا ذکر نہیں) نہ ہی وہ درندے جن کی کچلیاں (یعنی نوکیلے دانت جن سے وہ شکار کرتے ہیں) ہیں، نہ ہی کسی ذمی کی گری پڑی چیز کسی کے لئے حلال ہے۔ہاں البتہ اگر اس کے مالک کو اس کی ضرورت ہی نہ ہو تو پھر جائز ہے۔''(سنن ابی داؤد:4604)

سوال2: رَبِّكَ کے الفاظ ایمان والوں کے اوپر کیا اثرات مرتب کرتے ہیں؟

جواب:《1》ایمان والوں کا دل ایمان اور اعتماد سے بھر جاتا ہے۔《2》اس لفظ میں تعلق ہے ،رشتہ ہے ،خوشی ہے۔《3》اس لفظ کی وجہ سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔《4》اس لفظ میں اچھے انجام کے لئے خوش خبری ہے۔

سوال3: صراط مستقیم سے کیا مراد ہے؟

جواب: صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے۔

سوال4: قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ''یقیناً ہم نے اپنی آیات تفصیل سے ان لوگوں کے لیے بیان کردی ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اس امت کے لیے پوری تفصیل سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پہنچ چکی ہیں لیکن وہی اس سے نفع اٹھا رہے ہیں جنہیں نصیحت سے رغبت ہے۔(تفسیر سعدی:822/1)《2》یہ تفصیل وتوضیح ہر شخص کے لیے نہیں بلکہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو نصیحت پکڑتے ہیں۔کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو علم رکھتے ہیں، پھر اپنے علم سے فائدہ اٹھاتے ہیں،ان کے لیے بہت بڑی جزا اور خوبصورت اجر تیار کیا گیا ہے۔(تفسیر سعدی:822/1)《3》لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ''ان لوگوں کے لیے جو نصیحت قبول کرتے ہیں''وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں پھر ایمان لاتے ہیں اور وہ عمل کرتے ہیں پھر وہ سلامتی کے گھر میں کمال اور سعادت تک پہنچتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:421)

سوال5: نصیحت کون لوگ قبول کرتے ہیں؟

جواب:《1》جن لوگوں کے سینے اسلام کے لیے کُھل جاتے ہیں وہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔《2》جو اللہ تعالیٰ کو اور اس کی ہدایات کو یاد رکھتے ہیں اور اپنے دلوں کو زندہ رکھتے ہیں۔《3》جو اللہ تعالیٰ کی ہدایات سنتے ہیں اور اپنے دل کو مردہ ہونے سے بچاتے ہیں۔《4》جو لوگ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (127)

ان کے رب کے پاس اُن کے لیے سلامتی کا گھر ہے اور وہ اس کی وجہ سے اُن کا مددگار رہے جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔ (127)

سوال 1: لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ ''اُن کے رب کے پاس اُن کے لیے سلامتی کا گھر ہے'' دارالسلام سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دارالسلام سے مراد سلامتی کا گھر یعنی جنت ہے۔ جہاں امراض، آفات اور بڑھاپے وغیرہ سے سلامتی ہوگی۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ السلام ہے اور جنت اس کا گھر ہے یعنی رب العزت کا گھر جو اس نے اپنے اولیاء کی جزا کے طور پر تیار کر رکھا ہے۔ (تفسیر ثمرقندی: 48/1) ﴿3﴾ دارالسلام سے مراد جنت ہے۔ یعنی دین اسلام پر چلنے والوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت دے گا اور انہیں اپنی محبت سے نوازے گا اور ان کا حافظ و ناصر ہوگا۔ (تیسیر الرحمٰن: 435/1) ﴿4﴾ ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے ہاں، چونکہ جنت ہر عیب سے آفت اور تکدر اور غم و ہموم جیسی ناخوشگواریوں سے سلامت اور پاک ہے اس لیے اس کو ''دارالسلام'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ جنت کی نعمتیں انتہائی کمال کو پہنچی ہوئی ہوں گی، کہ کوئی ان کا وصف بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔ جنت کے اندر قلب و روح اور بدن کے لیے نعمتوں کے جو سامان ہیں تمنا کرنے والے اس سے بڑھ کر کسی نعمت کی تمنا نہیں کر سکتے۔ اس جنت میں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو ان کے دل چاہیں گے اور جس سے ان کی آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی اور وہ اس جنت میں ابدالآباد تک رہیں گے۔ (تفسیر سعدی: 822/1) ﴿5﴾ رب العزت نے فرمایا: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تو کیا جو شخص ایمان والا ہو اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے؟ دونوں برابر نہیں ہوتے۔ (السجدہ: 17)

سوال 2: دارالسلام تک کون لوگ پہنچ پاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ نصیحت حاصل کرتے جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو لوگ اللہ کی ہدایات کو سن کر اپنے دلوں کو مردہ ہونے سے بچاتے رہتے ہیں۔ ﴿3﴾ جو اللہ کے احکامات کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالتے ہیں۔ ﴿4﴾ جو ایک صالح مومن کا کردار ادا کرتے ہیں دارالسلام ان ہی کے لیے ہے۔

سوال 3: وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''اور وہ اس کی وجہ سے اُن کا مددگار رہے جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ اللہ تعالیٰ دنیا میں ان کا ولی، حفاظت کرنے والا اور مددگار رہے اور آخرت میں ان کی دنیا کے اعمال

کی جزادے کران کا ولی ہوگا۔(تفسیر ثمرقندی:482/1)《2》وہی ان کا ولی اور مددگار رہے۔جوان کی تدبیراورتربیت کامالک ہے،وہ ان کے تمام معاملات میں ان کے ساتھ لطف وکرم سے پیش آتا ہے جواپنی اطاعت پران کی مددکرتاہےاوران کے لیے ہروہ راستہ آسان کرتا ہے جوانہیں اس کی محبت کی منزل تک پہنچاتا ہےاوروہ ان کی سرپرستی اپنے ذمہ صرف اس لیے لیتاہے کہ وہ نیک اعمال بجالاتے اورایسے کام آگے بھیجتے ہیں جن سے ان کا مقصداپنے آقا کی رضامندی حاصل کرنا ہوتا ہے۔اس کے برعکس وہ شخص ہےجس نے اپنے آقا سے روگردانی کی اوراپنی خواہشات نفس کے پیچھے لگارہاتواللہ تعالیٰ اس پر شیطان مسلط کردیتاہے جواس کا سرپرست بن کراس کے دین اوردنیاکوتباہ کردیتاہے۔(تفسیرسعدی:822/1)یاارحم الراحمین !یااکرم الاکرمین ہمیں بھی ایسے اعمال کی توفیق عطافرماکہ جن سے آپ راضی ہوجائیں اورہمیں جنت الفردوس کاوارث بنادے۔آمین

سوال4:اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی کیسے بنتا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے ہدایت کا راستہ کھول دیتاہےاورگمراہی سے بچاتا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ ہدایت کے راستے پر چلنے کے لیے دلوں کو مائل رکھتا ہیں۔《3》اللہ تعالیٰ کی مدد سے مومن آزمائشوں میں کامیاب ہوتا ہے۔《4》اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی ہے وہ کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔《5》اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی ہے وہ انہیں دارالسلام تک ان کے اعمال کی بدولت پہنچاتا ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ قَدِ ٱسْتَكْثَرْتُم مِّنَ ٱلْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُم مِّنَ ٱلْإِنسِ رَبَّنَا ٱسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَآ أَجَلَنَا ٱلَّذِىٓ أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ ٱلنَّارُ مَثْوَىٰكُمْ خَٰلِدِينَ فِيهَآ إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ (128)

اورجس دن وہ ان سب کوجمع کرے گا:''اے جنوں کے گروہ!یقیناً تم نے انسانوں میں سے بہت سوں کو(دوست)بنایا۔''اور انسانوں میں سےاُن کے ساتھی کہیں گے:''اے ہمارے رب!ہم نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اُٹھایااورہم اپنے وقت کوپہنچ گئے جوتونے ہمارے لیے مقررفرمایا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''تمہاراٹھکانہ آگ ہے،جس میں ہمیشہ رہوگے مگرجواللہ تعالیٰ چاہے''یقیناً آپ کارب کمال حکمت والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔(128)

سوال1: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ’’اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا‘‘ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ حشر کے دن اللہ تعالیٰ سب انسانوں اور جنوں کو اکٹھا کرے گا۔ان میں سے جو گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا، ان کے سامنے برائی کو خوب صورت بنا کر پیش کیا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کاموں میں ان کی مدد کی۔

سوال2: يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ’’اے جنوں کے گروہ! یقیناً تم نے انسانوں میں سے بہت سوں کو (دوست) بنایا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اے جنوں کی جماعت! تم نے انسانوں کو خوب گمراہ کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا۔تم نے کیسے میرے محارم کی خلاف ورزی کی اور میرے رسولوں کے ساتھ عناد رکھنے کی جرات کی اور تم اللہ تعالیٰ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کے راستے سے روکنے اور جہنم کے راستے پر دھکیلنے کی کوشش کی؟ آج تم میری لعنت کے حق دار ہو اور تم پر میری ناراضی واجب ہوگئی۔آج ہم تمہیں تمہارے کفر اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے مطابق زیادہ عذاب دیں گے۔آج تمہارے پاس کوئی عذر نہیں جو پیش کر سکو،کوئی ٹھکانہ نہیں جہاں تم پناہ لے سکو،کوئی سفارشی نہیں جو تمہاری سفارش کر سکے اور نہ تمہاری پکار ہی سنی جائے گی۔اس وقت مت پوچھیئے کہ ان پر سزا کے کون سے پہاڑ ٹوٹیں گے اور انہیں کون سی رسوائی وبال کا سامنا کرنا پڑے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے کسی عذر کا ذکر نہیں فرمایا۔رہے ان کے دوست انسان تو وہ عذر پیش کریں گے جسے قبول نہیں کیا جائے گا۔(تفسیر سعدی:824,825/1)

سوال3: جنوں نے انسانوں کی کثیر تعداد کو کیسے اپنا تابع بنا لیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان جنات کی وسوسہ اندازیوں پر یقین کرتے ہیں تو ان کی ہدایات پر چلتے ہیں۔﴿2﴾ انسان جب رب سے ہدایات نہیں لیتے تو شیاطین کے منصوبوں پر چلتے ہیں اور گمراہ ہو کر ان کے تابع ہو جاتے ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے جنات سے حشر کے دن ہونے والے سوال جواب کو انسان کے سامنے کیوں رکھا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ جرم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جنات نے انسانوں کی اکثریت کو گمراہ کر دیا ہے تا کہ وہ اپنے جرم کی وجہ سے شرمندہ ہوں اور انسان شیطان کے حیلوں سے بچ جائیں۔

سوال5: شیطان انسان کو کیسے گمراہ کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان انسانوں کے تصورات کو خراب کرتے ہیں جس سے وہ برے کاموں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔﴿2﴾

شیطان عیاشی کے راستے سے انسان کوگمراہ کرتا ہے۔﴿3﴾ شیطان انسانوں کواپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتا ہے اورانسان اس گمراہی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

سوال6: وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ ''اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اُٹھایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت کا فرمان ہے: اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔اور یہ کہ تم میری عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے اور بلاشبہ یقیناً وہ تم میں سے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے؟ یہ جہنم ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔(یس:60,63)﴿1﴾ صاحب روح المعانی نے سیدنا حسن اور ابن جریج وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ انسانوں کا جنوں سے نفع حاصل کرنا یوں تھا کہ جب ان میں سے کوئی شخص سفر پر جاتا اور جنات کا خوف ہوتا تو جس منزل پر اترنا ہوتا تو یوں کہتے: اَعُوْذُ بِسَيِّدِ هٰذَا الوادی کہ میں اس وادی کے سردار کی پناہ لیتا ہوں۔اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کی بجائے شیاطین کی پناہ لیتے تھے۔اور شیاطین کا انسانوں سے نفع حاصل کرنا یہ تھا کہ جب یہ لوگ اَعُوْذُ بِسَيِّدِ هٰذَا الوادی کہتے تھے تو جنات خوش ہوتے اور کہتے تھے کہ دیکھو انہوں نے ہم کو پناہ دینے پر قادر سمجھا اور جو پناہ اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہئے تھی ہم سے مانگی۔(تفسیر انوار البیان:297/2:2)﴿2﴾ یعنی تمام جنوں اور انسانوں نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اٹھایا جنوں نے انسانوں سے اپنی اطاعت، اپنی عبادات اور اپنی تعظیم کرواکے اور ان کی پناہ کی طلب سے فائدہ اٹھایا۔اور انسان جنوں کی خدمت کے مطابق اپنی اغراض اور شہوات کے حصول میں ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔انسان جنوں کی عبادت کرتے ہیں، جن ان کی خدمت کرتے ہیں اور ان کی دنیاوی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ ہم سے بہت ہی گناہ سرزد ہوئے اور اب ان کا لوٹانا ناممکن نہیں۔(تفسیر سعدی:824/1:1)﴿4﴾ ہم ایک دوسرے سے خوب فائدہ اٹھاتے رہے۔ایک شخص جب دوسروں کو گمراہ کرتا ہے تو یہ یک طرفہ معاملہ نہیں ہوتا۔دونوں فریق یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے مقاصد پورے کررہے ہیں۔اس طرح دونوں ایک دوسرے سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

سوال7: وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ''اور ہم اپنے وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی ہم اپنے وقت اور مقام پر پہنچ گئے جو آپ نے ہمارے لیے مقرر فرمایا۔ ہمارے ارادے کا وقت گزر گیا۔ اب آپ کا فیصلہ، آپ کا حکم اور ہمارے لیے آپ کا جو ارادہ ہو وہی ہوگا۔ اب تو ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

《2》انسانوں کا گروہ آپس میں ایک دوسرے سے نفع حاصل کرنے کا اقرار کرنے کے بعد یوں کہے گا کہ: وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا اور ہم پہنچ گئے اس مقرر میعاد کو جو ہمارے لیے آپ نے مقرر فرمائی تھی۔ اس اجل یعنی مقررہ میعاد سے بعض حضرات نے موت اور بعض نے قیامت کا دن مراد لیا ہے انسانوں کا گروہ یہ بات بطور اقرار جرم کہے گا جس میں اظہار ندامت بھی ہے کہ ہم نے ایسا کیوں کیا! حسرت بھی ہے کہ اگر ایسا نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔ (تفسیر انوار البیان: 297/2)

سوال 8: قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تمہارا ٹھکانہ آگ ہے، جس میں ہمیشہ رہو گے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے یقیناً آپ کا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جہنم کی آگ اب آپ کا ٹھکانہ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کے مطابق ہوگا۔

《2》اللہ تعالیٰ اپنے علم کی وسعت سے سب کے جرائم کا علم رکھتا ہے اور اپنی حکمت سے جزا سزا دیتا ہے۔ کوئی بھی کسی کے لیے جنت، دوزخ کا قطعی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ اس کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت پر ہے۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم) اسلام میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بے قید ہونے کا اصول ہے۔ اللہ دانا ہے، علیم ہے، حکیم ہے۔ اس کا کوئی فیصلہ علم، حکمت اور دانائی سے خالی نہیں ہوسکتا، وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔

سوال 9: انسان اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کیسے کرتے ہیں؟

جواب: جو لوگ اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کرتے ہیں اُن کے سامنے واضح مفادات ہوتے ہیں کچھ لوگ شیاطین کی وجہ سے جادو کا کاروبار کرتے ہیں۔ جو لوگ شیطان کی ترغیب کے تحت کوئی تحریک چلاتے ہیں اُن کا ساتھ دینے والے اس امید پر ساتھ دیتے ہیں کہ اس طرح ان کی قیادت قائم رہے گی۔

سوال 10: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کیسے یہ حقیقت کھول دیں گے کہ لوگوں کو گمراہ کرنا اور حق کو نظر انداز کرنا بے خبری کی بنیاد پر نہیں تھا؟

جواب:《1》قیامت کے دن انسان کی نیتیں اور ارادے کھل کر سامنے آجائیں گے اور اس طرح کاموں کی اور انسان کی اصل حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ مثال کے طور پر جو لوگ گمراہ ہوئے، جنہوں نے گمراہی کی تحریکوں میں حصہ لیا ان کے بارے

میں سب جان لیں گے کہ یہ اقتدار کے حصول کے لئے رب کے راستے سے لوگوں کو ہٹاتے رہے۔﴿2﴾ قیامت کے دن یہ حقیقت کھل جائے گی کہ لوگوں نے وقتی فائدوں کو قربان نہیں کیا۔﴿3﴾ قیامت کے دن یہ کھل جائے گا کہ یہ حق سے بے خبری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ گمراہ ہوئے یا گمراہ کرتے رہے بلکہ دراصل دنیا پرستی آنکھوں کا پردہ بن گئی اور جان کر بھی لوگوں نے نہ جانا اور سن کر بھی نہ سنا۔

وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ(129)

اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا ساتھی بنادیتے ہیں اس وجہ سے جو وہ کماتے تھے۔(129)

سوال1:وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ''اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا ساتھی بنادیتے ہیں اس وجہ سے جو وہ کماتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَ كَذٰلِكَ اسی طرح ساتھی بنادیتے ہیں یعنی نافرمان جنوں اور انسانوں کو۔﴿2﴾نُوَلِّيْ کا یہ ترجمہ جو ابھی لکھا گیا سیدنا قتادہ سے منقول ہے۔صاحب معالم التنزیل نے ان سے نقل کیا ہے نَجْعَلُ بَعْضَهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ کہ ہم ظالموں کو آپس میں ایک دوسرے کا دوست بناتے ہیں۔یہ معنی بھی صحیح ہے دنیا میں ہر وقت اس کا مظاہرہ ہے اور اسی دوستی کی وجہ سے آپس میں مل کر اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی میں ایک دوسرے کی معاونت کرتے رہتے ہیں۔اور بعض حضرات نے نُوَلِّيْ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ظالموں کو ایک دوسرے سے قریب کردیں گے یعنی قیامت کے دن ایک ہی قسم کے لوگوں کی جماعتیں بنادی جائیں گی پھر یہ جماعتیں دوزخ میں چلی جائیں گی۔جیسا کہ سورۃ صافات میں فرمایا:اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ جمع کرلو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے ساتھیوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے ماسوا۔اُن کی دوزخ کے راستے کی طرف راہ نمائی کرو۔(سورۃ الصافات:22,23)اور سورۃ زمر میں فرمایا:وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔(سورۃ الزمر:71) آیت کا ایک اور معنی بھی بعض مفسرین نے لکھا ہے۔صاحب معالم التنزیل نے لکھا ہے کہ بعض ظالموں کو بعض دوسرے ظالموں پر مسلط کردیتے ہیں۔اور ایک ظالم کو دوسرے ظالم کے ہاتھ سے سزا دلوادیتے ہیں۔(تفسیر انوار البیان:298/2)﴿3﴾بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ''اس وجہ سے جو وہ کماتے تھے''یعنی ان ظلم شر اور فساد کی

وجہ سے ہم ظالموں کوایک دوسرے کا ساتھی بنادیتے ہیں۔﴿4﴾ ظالموں کومسلط کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب بندوں کا فساداورظلم بہت بڑھ جاتا ہےاوروہ حقوق واجبہ ادانہیں کرتے توان پرظالم مسلط کردیئے جاتے ہیں جوانہیں بدترین عذاب میں مبتلا کردیتے ہیں اوروہ ان سے ظلم وجور کے ذریعے سے اس سے کئی گناہ زیادہ چھین لیتے ہیں جووہ اللہ تعالیٰ کےاوراس کے بندوں کےحق کےطور پرادا کرنے سے انکارکرتے ہیں اوروہ ان سے اس طرح وصول کرتے ہیں کہ ان کواس کا اجروثواب بھی نہیں ملتا۔جیسے جب بندے درست اورراست روہوجاتے ہیں تواللہ تعالیٰ ان کے حکمرانوں کودرست کردیتا ہے اور انہیں ظالم اورگمراہ حاکم نہیں بلکہ انہیں عدل وانصاف کے امام بنادیتا ہے۔پھراللہ تعالیٰ ان تمام جن وانس کوزجروتوبیخ کرتا ہے جوحق سے روگردانی کرتے ہوئے اسے ٹھکرادیتے ہیں،وہ ان کی خطاواضح کرتا ہےاوروہ اس کااعتراف کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:824,25/1)

سوال 2: جنوں اورانسانوں کی دوستی کی اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب:اس دوستی میں مزاج اورخواہشات کی ہم آہنگی پائی جاتی ہے یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں اپنا حکم چلاتے ہیں۔عیاشی کے معاملے میں کوئی حدقبول نہیں کرتے۔﴿4﴾اس دوستی میں رجحانات اورمقاصد کے ایک ہونے کی وجہ سے ان کے درمیان باہمی محبت پیداہوجاتی ہے۔﴿5﴾اس دوستی کاانجام بھی ایک ہے۔

سوال 3: آج کے دورمیں ظلم کی بنیاد پرہونے والی شیطانی اورشیطانی انسانوں کی دوستیوں کی کون سی صورتیں موجود ہیں؟

جواب:﴿1﴾ آج کے دورمیں اسلام کے خلاف،ملک الناس،رب الناس کے خلاف خطرناک گٹھ جوڑ کرنے والے وہ افراد ہیں جنہیں دشمنی کاصدیوں کا تجربہ ہے۔﴿2﴾اس دشمنی کے لئے مادی،علمی اورمعاشرتی اورمعاشی قوتوں اورہرطرح کے اسباب کے ساتھ اسلام کے مقابلے میں جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی بات سچ ہے کہ ہم ظالموں کوایک دوسرے کے لئے مددگاربناتے ہیں اس کمائی کی وجہ سے جووہ مل کرکرتے ہیں۔

رکوع نمبر 3

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ (130)

اے جن وانس کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیات سناتے ہوں اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟'' وہ کہیں گے: ''ہم اپنے آپ پر خود گواہی دیتے ہیں۔'' اور ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا اور وہ اپنے آپ پر خلاف گواہی دیں گے کہ یقیناً وہی کافر تھے۔(130)

سوال1: یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ ''اے جن وانس کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》 اللہ تعالیٰ سوال کریں گے کہ اے گروہ جن وانس! کیا میرے رسولوں نے تمہیں میرا پیغام پہنچایا تھا۔
《2》 جنوں کے قرآن سننے کا تذکرہ سورہ جن اور سورہ احقاف وغیرہ میں ملتا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے: وَ اِذۡ صَرَفۡنَاۤ اِلَیۡکَ نَفَرًا مِّنَ الۡجِنِّ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوۡهُ قَالُوۡۤا اَنۡصِتُوۡا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوۡا اِلٰی قَوۡمِهِمۡ مُّنۡذِرِیۡنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوۡا یٰقَوۡمَنَاۤ اِنَّا سَمِعۡنَا کِتٰبًا اُنۡزِلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ یَهۡدِیۡۤ اِلَی الۡحَقِّ وَ اِلٰی طَرِیۡقٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۳۰﴾ یٰقَوۡمَنَاۤ اَجِیۡبُوۡا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوۡا بِهٖ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِکُمۡ وَ یُجِرۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۳۱﴾ وَ مَنۡ لَّا یُجِبۡ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیۡسَ بِمُعۡجِزٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَیۡسَ لَهٗ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِیَآءُ ؕ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ اور جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا کہ غور سے قرآن سنتے تھے تو جب وہ اُس کے پاس آئے تو اُنہوں نے (آپس میں) کہا: ''خاموش ہو جاؤ'' پھر جب وہ پورا کیا گیا (تلاوت کو) تو خبر دار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے'' انہوں نے کہا: ''اے ہماری قوم! ہم نے بلاشبہ ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، اس کے لیے تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے، وہ حق اور سیدھی راہ کی ہدایت دیتی ہے۔اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو اور اُس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔'' اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا تو زمین میں وہ عاجز کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کے کوئی مددگار رہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں (سورہ احقاف:29.32)

سوال2: کیا جنوں کے پاس ان کے ہم جنس رسول بھیجے گئے تھے؟

جواب:《1》 جن انسانوں کی نظروں سے چھپی ہوئی مخلوق ہے۔《2》 جنات کے اصل حالات اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔
《3》 جنات رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والے کلام کو سنتے تھے، اپنی قوم کو کلام سناتے تھے، خوش خبریاں دیتے تھے اور ڈراتے تھے۔

سوال3:يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا'' جو تمہیں میری آیات سناتے ہوں اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی میرے پیغمبر تمہیں میری آیات نہیں سناتے تھے جو وعدوں اور وعیدوں سے متعلق ہیں۔جن میں خیر اور شر کی وضاحت ہے۔《2》وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا'' اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں''یعنی تمہیں آگاہ نہیں کرتے تھے کہ تمہاری نجات اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور اس کے احکامات کی تعمیل میں ہے اور بدبختی اور خسارہ ان کو چھوڑنے میں ہے۔

سوال4:انسانوں اور جنوں سے یہ سوال کس مقصد کے لیے کیا گیا؟

جواب:《1》جنوں سے یہ سوال جرم کا ریکارڈ تیار کرنے کے لیے ہے۔《2》یہ سوال اقرار جرم کے لیے ہے۔

سوال5:قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا'' وہ کہیں گے:''ہم اپنے آپ پر خود گواہی دیتے ہیں اور ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی ہم اپنے آپ پر خود گواہی دیتے ہیں ہمیں دنیا کی زندگی نے آخرت کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا تھا اور ایمان سے روکا تھا۔《2》یعنی دنیا کی زندگی نے اپنی زینت،آسائش اور نعمتوں کے ذریعے سے ان کو دھوکے میں مبتلا کر دیا اور دنیا پر مطمئن اور راضی ہو کر بیٹھ گئے اور دنیا نے انہیں آخرت کے بارے میں غافل کر دیا۔(تفسیر سعدی:825/1)

سوال6:انسانوں اور جنوں سے کل قیامت کے دن اپنی ذات کے خلاف گواہی لی جائے گی۔سب اپنے خلاف گواہی کے لیے کیسے مجبور ہو جائیں گے؟

جواب: قیامت کے دن جب لوگ یہ جان لیں گے کہ انکار اور تکبر سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے تو انہیں انکار کی مجال نہیں ہوگی،نہ وہ اپنا دفاع کر سکیں گے،نہ معذرت پیش کر سکیں گے خود اپنے خلاف گواہی دینے کے لیے مجبور ہو جائیں گے۔

سوال7:وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ'' اور وہ اپنے آپ پر خلاف گواہی دیں گے کہ یقیناً وہی کافر تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی جب انہوں نے اپنے خلاف گواہی دی (کہ ہم نے کفر کیا) تو ان پر حجت قائم ہوگئی۔《2》دنیا کی زندگی کے دھوکے میں مبتلا ہو گئے انہوں نے انبیاء کے معجزات کو بھی ٹھکرا دیا،کفر اور شرک پر اڑے رہے وہ خود اپنے کفر کا اقرار کریں

گے۔

سوال8: آج انسان اور جن کفر میں کیسے مبتلا ہو جاتے ہیں؟

جواب: آج دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے جس کی وجہ سے لوگ کافر بنے ہوئے ہیں۔

سوال9: جنوں اور انسانوں کے انجام میں ہمارے کے لیے کیا سبق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس انجام میں ہمارے لیے سبق ہے کہ کل جن جرائم کا اعتراف کر کے سزا پانی ہے آج ان جرائم سے بچ سکیں۔

﴿2﴾ رسولوں سے ہدایات نہ لینے کی وجہ سے لوگ مجرم بنتے ہیں اس لیے رسولوں سے ہدایات لینی ہیں۔

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ یَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ (131)

یہ اس لیے ہوا کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلم کے ساتھ تباہ کرنے والا نہ تھا کہ اس کے باشندے بے خبر ہوں۔(131)

سوال1: ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ یَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ''یہ اس لیے ہوا کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلم کے ساتھ تباہ کرنے والا نہ تھا کہ اس کے باشندے بے خبر ہوں'' اللہ تعالیٰ کسی بستی کو ہلاک کرنے سے پہلے غفلت سے جگانے کے لیے کیا انتظام کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ہر علاقے اور ہر دور کے لوگوں کے لیے اپنی ہدایات بھیجتا ہے تا کہ انسان اس سے اپنے رب اور اس کے احکامات کے بارے میں راہ نمائی حاصل کریں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے رسولوں کو بھیجتا ہے تا کہ وہ برے انجام سے ڈرائیں اور اچھے انجام کی خوش خبریاں دیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر حجت تمام کر دی۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ توحید کی دعوت بھیجے بغیر ہمیں پکڑ لیا گیا۔ رب العزت نے فرمایا: تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ۝٨ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ قریب ہوگی کہ وہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب کبھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے نگران اُس سے پوچھیں گے: ''کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں؟ ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ایک بڑی گمراہی میں ہو۔'' (ملک:8,9)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں پھر اس نے انسانی

فطرت، عقل اور مشاہدے کو رسولوں کی دعوت کے ساتھ کیوں منسلک کیا؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے فطرت انسانی، عقل انسانی اور مشاہدہ انسانی کو رسولوں کی دعوت کے ساتھ اس لیے منسلک کیا تا کہ انسان کی قوتوں کو بگاڑ سے بچایا جا سکے۔《2》انسان کی فطرت بعض اوقات صحیح راستے سے ہٹ جاتی ہے۔《3》انسان کی عقلی قوت بعض اوقات خواہشات کے نیچے دب جاتی ہے۔《4》انسان کی قوت مشاہدہ، ادراک کی قوتیں بعض اوقات معطل ہو جاتی ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے عقل، فطرت اور مشاہدہ انسانی کو رسولوں کی دعوت کے ساتھ منسلک کر دیا۔

سوال3: کیا انسان فقط اپنی عقلی قوتوں کے بل پر ہدایت پا سکتا ہے؟

جواب:《1》انسان فقط اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور آخرت کا یقین حاصل نہیں کر سکتا۔《2》انسان اپنی عقل سے اپنی خواہشات کو ضابطوں کا پابند نہیں بنا سکتا۔《3》انسان کی عقل تب درست کام کرتی ہے جب اس کے پیچھے عقیدے کی قوت موجود ہو اور سچا عقیدہ وحی الٰہی کے بغیر نہیں مل سکتا اس لیے عقل کو ہدایت پانے کے لیے وحی کی ضرورت ہے۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ (132)

اور ہر ایک کے لیے اس کے درجات ہیں اس کی وجہ سے جو انہوں نے عمل کیے اور آپ کا رب اس سے ہرگز بے خبر نہیں جو وہ عمل کرتے ہیں۔(132)

سوال1: وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ''اور ہر ایک کے لیے اس کے درجات ہیں اس کی وجہ سے جو انہوں نے عمل کیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی ان کے اعمال کے مطابق ان کے درجات ہیں جس نے تھوڑی سی برائی کا ارتکاب کیا ہے وہ اس شخص کی مانند نہیں ہو سکتا جس نے بہت برائیاں کمائی ہیں۔ تابع متبوع کے برابر ہو سکتا ہے، نہ رعایا حکمران کے برابر ہو سکتی ہے جیسے اہل ثواب اور اہل جنت منافع، فوز و فلاح اور جنت میں داخل ہونے میں مشترک ہیں، مگر ان کے درجات میں اس قدر تفاوت ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے باوجود وہ سب اس پر راضی ہوں گے جو ان کا آقا ان کو عطا کرے گا اور اس پر قناعت کریں گے۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی جنت الفردوس کے بلند درجات عطا کرے جو اس نے اپنے مقرب، چنے ہوئے اور محبوب بندوں کے لیے تیار کر رکھی ہے۔ (تفسیر سعدی:826/1)

سوال 2: لوگوں کے درمیان درجات میں فرق کیوں ہوتا ہے؟

جواب: لوگوں کے درمیان درجات میں فرق کوششوں کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ انسان کی محنت اس کی عقل مندی کے ساتھ مصلحتوں کا خیال جس درجے کا ہوتا ہے اسی درجے کی کامیابی ہوتی ہے۔ لوگوں کی عقلی قوتیں ایک برابر نہیں ہوتیں، ان کی مصلحتوں کی رعایت ایک جیسی نہیں ہوتی اس لیے درجات بھی ایک جیسے نہیں ہوتے۔

سوال 3: آخرت میں درجات کی تقسیم کس اعتبار سے ہوگی؟

جواب: آخرت میں درجات کی تقسیم اس دنیا میں کیے گئے اعمال کے اعتبار سے ہوگی۔ جو شخص آخرت کے لیے بھی اسی طرح وقت اور مال لگاتا ہے جیسے دنیا کے لیے لگاتا ہے جو آخرت کے لیے بھی اسی طرح ہوشیاری سے کام لیتا ہے جیسے دنیا کے لیے لیتے ہیں، اور آخرت کے لیے بھی اسی طرح مصلحتوں کا لحاظ رکھتا ہے جیسے دنیا کے لیے رکھتے ہیں تو ایسے شخص کو اس کے عمل کے مطابق آخرت میں بہترین درجات ملیں گے۔

سوال 4: وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ''اور آپ کا رب اس سے ہرگز بے خبر نہیں جو وہ عمل کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے ہر ایک کے اعمال سے باخبر ہے اس لیے وہ ارادے اور عمل کے مطابق جزا دے گا۔

سوال 5: آخرت کا فیصلہ کرنے والا کیسا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آخرت کا فیصلہ کرنے والا رب ہر شخص کے حالات سے باخبر ہے۔ ﴿2﴾ ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کرسکتا ہے۔ ﴿3﴾ ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق پورا پورا دے سکتا ہے۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ (133)

اور آپ کا رب ہر طرح بے نیاز، کمال رحمت والا ہے، اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے اور تمہارے بعد جسے چاہے جانشیں بنادے جیسا کہ اس نے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا ہے۔ (133)

سوال 1: وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ''اور آپ کا رب ہر طرح بے نیاز، کمال رحمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اور آپ کا رب غنی ہے یعنی اپنے سوا ہر ایک سے ہر طرح سے بے نیاز ہے۔ وہ اپنی مخلوق کی عبادت سے بے

نیاز ہے اسے نہ کسی کی اطاعت فائدہ دیتی ہے نہ نافرمانی کچھ بگاڑتی ہے۔﴿2﴾ رب العزت ذُوالرَّحۡمَةِ ہیں اس لیے لوگوں کے نفع کے لیے رسول بھیجے تاکہ لوگ ان کی راہ نمائی کے مطابق عمل کر کے جنت کے حق دار بن جائیں۔رب العزت نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ (البقرہ:143)﴿3﴾ اس کی انتہائی رحمت اور مہربانی ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت کی راہ دکھائی جس پر عمل کر کے تم عذاب سے بھی بچ سکتے ہو اور بلند درجات بھی حاصل کر سکتے ہو۔اس کے مہربان ہونے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں فوراً سزا نہیں دے رہا اور تمہارے قصور معاف کرتا چلا جاتا ہے۔(تیسیر القرآن:659/1)

سوال2: انسان کا دنیا میں رہنا کس پر موقوف ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان کی زندگی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہے۔اس کا دنیا میں رہنا اللہ تعالیٰ کے چاہنے پر موقوف ہے۔﴿2﴾ انسان اپنی پیدائش اور اس دنیا میں رہنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا اسے زندگی ملی رب کی رحمت کی وجہ سے، دنیا میں رہنے کا موقع ملا تو رب کی رحمت کی وجہ سے ہے۔﴿3﴾ انسانوں کو ایک جگہ سے ہٹا دینا اور ان کی جگہ دوسروں کو لے آنا یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر موقوف ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ ہی قوموں کو قوت اور قدرت عطا کرتا ہے۔

سوال 3: اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ وَ یَسۡتَخۡلِفۡ مِنۡۢ بَعۡدِکُمۡ مَّا یَشَآءُ ''اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے اور تمہارے بعد جسے چاہے جانشیں بنا دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی اللہ تعالیٰ چاہے تو تمہیں ہلاک کر دے پھر تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے۔﴿2﴾ جب تمہیں معلوم ہو گیا کہ تم نے اس جہان سے رخصت ہو جانا ہے پھر دل کیوں لگایا؟ اس دنیا کو اپنا ٹھکانہ اور جائے قرار کیوں بنایا؟

سوال4: قوموں کو ہٹانے اور ان کی جگہ دوسری اقوام کو لانے کی تنبیہہ کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اس تنبیہہ سے انسان کے شعور کو جھنجھوڑا ہے خاص طور پر ان کو جو اپنے فریب میں دوسروں کو پھانستے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شریعت پر دست درازی کرتے ہیں کہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ رہیں گے جب وہ ان کا رہنا پسند نہیں کرے گا تو دوسری قوم کو لے آئے گا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اس تنبیہ کے ذریعے اہل ایمان کو تسلی دی کہ اگرچہ ان پر ظلم ہو رہا ہے لیکن دشمن اللہ تعالیٰ پر غلبہ نہیں رکھتے۔وہ جب چاہے ان کے مکر کو مٹا سکتا ہے۔

سوال5: کَمَاۤ اَنۡشَاَکُمۡ مِّنۡ ذُرِّیَّۃِ قَوۡمٍ اٰخَرِیۡنَ ''جیسا کہ اس نے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا ہے'' کی وضاحت

کریں؟

جواب: تم نے اپنے سے پہلے لوگوں کو دیکھا کس طرح وہ دنیا سے چلے گئے آج تم ان کے مقام پر ہو تو پھر اس میں دل کیوں لگایا؟

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (134)

جس (دِن) کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور تم ہرگز عاجز کردینے والے نہیں ہو۔(134)

سوال1: اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ''جس (دن) کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور آنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے یہ واضح کیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور اس کی گرفت سے نکل کر بھاگ نہیں سکتے۔ ﴿2﴾ انسان سے قیامت کا وعدہ کیا گیا ہے تو وہ ہو کر رہے گی۔ وہ سب کے زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے خواہ تم گل سڑ کر بوسیدہ ہڈیاں ہو جاؤ۔ کوئی اللہ تعالیٰ کو عاجز کردینے کی قدرت نہیں رکھتا۔

سوال2: وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ''اور تم ہرگز عاجز کردینے والے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھاگ کر اسے عاجز نہیں کرسکتے۔ تم اس کی ملکیت اور تصرف میں ہو۔ بھاگ کر کہاں جاؤ گے!

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (135)

آپ کہہ دیں: ''اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں پھر عنقریب تم جان لوگے کہ وہ کون ہے جس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہوتے۔(135)

سوال1: قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ '' آپ کہہ دیں: ''اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی دعوت پہنچادی، اس کے حقوق کے بارے میں بتادیا اب اگر وہ خواہشات کے پیچھے بھاگ رہے ہیں تو انہیں کہہ دیں کہ جس روش کو تم نے اپنا بنالیا اور جس حال میں ہو

ایسے ہی رہو میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کر رہا ہوں۔

سوال 2: فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ تَكُوۡنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ '' پھر عنقریب تم جان لوگے کہ وہ کون ہے جس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی تمہیں پتہ چل جائے گا کہ آخرت کا گھر تمہارے لیے ہے یا میرے لیے ہے۔ یقیناً آخرت کا گھر ایمان اور تقویٰ والوں کے لیے ہے۔ ﴿2﴾ دنیا میں جو لوگ جھوٹ اور ظلم کی زندگی گزارتے ہیں انہیں عنقریب پتہ چل جائے گا کہ یہ وقتی حالات ہیں جلد ہی وہ وقت آنے والا ہے جب ان سے سب کچھ چھین لیا جائے گا اور انہیں ایک ایسی ہلاکت میں ڈال دیا جائے گا جہاں سے کبھی نہ نکالا جائے گا۔ ﴿3﴾ جو شخص حق کو ماننے سے انکار کرتا ہے اور اس کا کچھ نہیں بگڑتا اس کو جان لینا چاہیے کہ اس دنیا سے جانے کے بعد اپنے آپ کو برے انجام سے بچانے کا موقع نہ مل سکے گا۔

سوال 3: اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ''یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ظالم کبھی کامیب نہیں ہوں گے خواہ اس دنیا سے کتنا ہی فائدہ اٹھالیں۔ ﴿2﴾ ظلم کرنے والے شرک کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد نہیں ملتی وہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے مقام پر لا کر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ﴿3﴾ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے منہ موڑتے ہیں ان کے لیے خسارے کے سوا کوئی انجام نہیں ہوسکتا۔ ﴿4﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب اسے پکڑ لیتا ہے تو اسے نہیں چھوڑتا۔ (بخاری: 4686)

وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الۡحَرۡثِ وَالۡاَنۡعَامِ نَصِيۡبًا فَقَالُوۡا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعۡمِهِمۡ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا‌ ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمۡ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ‌ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمۡ‌ ؕ سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ (136)

اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے جو اس نے پیدا کیا کھیتی اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے، پس انہوں نے اپنے خیال کے مطابق کہا، یہ اللہ تعالیٰ کا (حصہ) ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا (حصہ) ہے، چنانچہ جو ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ ان شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے، برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں! (136)

سوال 1: وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الۡحَرۡثِ وَالۡاَنۡعَامِ نَصِيۡبًا '' اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے جو اس نے

پیدا کیا کھیتی اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ مشرکین نے اپنے معبودوں اور بتوں کے تقرب کے حصول کے لیے جو حصے مقرر کر رکھے ہیں وہ خالص غیر اللہ کے لیے ہیں۔ان میں سے کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں اوران کے زعم باطل کے مطابق انہوں نے جو حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیا ہے وہ ان کے شرک کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے حضور نہیں پہنچتا، بلکہ یہ بھی ان کے معبودوں اور بتوں کا حصہ ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے بے نیاز ہے۔وہ مخلوق میں سے اس شخص کا عمل کبھی قبول نہیں کرتا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے۔(تفسیر سعدی:830/1)

سوال2:فصلوں اور مویشوں کے بارے میں مشرکین کے کیا رواج تھے؟

جواب:﴿1﴾ فصلوں اور مویشیوں میں سے اللہ تعالیٰ کا اور بتوں کا حصہ نکالتے۔﴿2﴾ اچھے جانور اور اچھے غلے کو اگر اللہ تعالیٰ کے حصے میں دیکھتے تو بتوں کی طرف کر دیتے اور اگر بتوں کی طرف دیکھتے تو اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں نکالتے تھے۔﴿3﴾ اگر خود ضرورت پڑتی تو اللہ تعالیٰ کا حصہ لے لیتے تھے اور بتوں کے حصے کو چھوڑ دیتے کہ کہیں ہم پر کوئی مصیبت نہ نازل ہو جائے۔

سوال3: فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ''پس انہوں نے اپنے خیال کے مطابق کہا، یہ اللہ تعالیٰ کا (حصہ) ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا (حصہ) ہے چنانچہ جو ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ ان شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس مشرکانہ رسم میں وہ لوگ تین طرح کے جرائم کا ارتکاب کرتے تھے۔﴿1﴾ مالی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معبودوں کو شریک بنانا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا الگ اور معبودوں کا الگ حصہ مقرر کرنا۔اس بات میں پروہتوں کا یہ شرک تھا کہ انہوں نے اپنے آپ کو شارع کی حیثیت دے رکھی تھی اور عام لوگوں کا یہ شرک تھا کہ وہ ان کی اس بات کو مذہبی طور پر تسلیم کرتے تھے۔﴿3﴾ اس تقسیم میں بھی اللہ تعالیٰ کے حق میں ناانصافی کرتے تھے، اور اس جرم میں پروہت اور عام مشرک سب شریک تھے۔(تیسیر القرآن:660/1)

سوال4: مشرکوں کا اصل یقین کس پر تھا؟

جواب: اگرچہ مشرک بظاہر اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے لیکن ان کا اصل یقین بتوں پر تھا۔

سوال5: انسان بتوں کو کیوں پوجتا ہے؟

جواب: بت محسوس ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو انسان اپنے حواس سے محسوس نہیں کرسکتا۔ انسان بت اس لیے گھڑتا ہے کہ اسے غیر محسوس الٰہ پر پورا بھروسہ نہیں ہوتا۔

سوال6: فصلوں اور مویشیوں کے بارے میں اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ فصلوں اور مویشیوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ انسان کے لیے رزق فراہم کرتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے رزق کو کسی اور کے نام سے موسوم نہیں کرنا چاہیے۔

سوال7: سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ''برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی کتنا برا حکم ہے جو وہ اللہ تعالیٰ پر لگا رہے ہیں۔

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ (137)

اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے ان کے شریکوں نے ان کی اولاد کے قتل کو خوش نما بنا دیا ہے تا کہ وہ ان کو برباد کر دیں اور تا کہ ان پر ان کے دین ہی کو مشتبہ بنا دیں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، چنانچہ آپ ان کو چھوڑ دو اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں! (137)

سوال1: وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ ''اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے ان کے شریکوں نے ان کی اولاد کے قتل کو خوش نما بنا دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مشرکین کی حماقت اور گمراہی یہ ہے کہ اکثر مشرکین کے سامنے ان کے خداؤں یعنی ان کے سرداروں اور شیاطین نے ان کے اعمال، یعنی قتل اولاد کو مزین کر دیا ہے۔ یہاں قتل اولاد سے مراد ان لوگوں کا اپنے بچوں کو قتل کرنا ہے جو بھوک اور فقر کے ڈر سے اپنی بچیوں کو زندہ در گور کر دیا کرتے تھے۔ (تفسیر سعدی: 830/1) ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت میں بغیر علم کے قتل کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اس کو

حرام کرلیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا تھا یقیناً وہ گمراہ ہوگئے ہیں اور ہدایت پانے والے نہیں ہوئے۔ (الانعام:140)

﴿3﴾ شیاطین نے ان کی نظروں میں اولاد کے قتل کرنے کو ایسا مزین کر دیا تھا کہ وہ اس عمل میں ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے اور ذرا سی بھی مامتا ان کے دل میں نہیں آتی تھی جو اولاد قتل سے مانع ہو۔شیاطین نے ان کو اس کام پر ڈالا تا کہ ان کو برباد کریں اس میں سب سے بڑی بربادی یہ ہے کہ آخرت کے عذاب کے مستحق ہوئے اور ایک طرح سے دنیاوی بربادی بھی ہے کیونکہ جب اولاد زندہ نہ چھوڑی جائے گی تو آئندہ نسلیں بھی نہ چلیں گی اسباب ظاہرہ کے اعتبار سے اس میں نسل انسانی کی بربادی بھی ہے۔(تفسیر انوار البیان:305/2)

سوال 2: مشرک اپنی اولاد کو کیوں قتل کیا کرتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ بیٹیوں کو کبھی غربت کے خوف سے اور کبھی جنگی قیدی بن جانے کے خوف سے قتل کرتے تھے۔ ﴿2﴾ اپنی اولاد کو نذر کے طور پر قتل کرتے تھے جیسے رسول اللہ ﷺ کے دادا نے نذر مانی تھی کہ اللہ نے انہیں دس بیٹے دیئے جو اس کے دست بازو بنیں تو ایک کو قربان کر دیں گے۔

سوال 3: اس آیت میں شرکاء سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس آیت میں شرکاء سے مراد جنوں اور انسانوں کے شیاطین ہیں۔

سوال 4: لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ''تا کہ وہ ان کو برباد کر دیں اور تا کہ اُن پر اُن کے دین ہی کو مشتبہ بنا دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سب شیاطین کی فریب کاری ہے جو انہیں ہلاکت کی وادیوں میں دھکیلنا چاہتے ہیں کہ ان کا دین ان پہ مشتبہ ہو جائے اس لیے وہ انتہائی برے کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ان کے یہ شرکاء ان کے ان اعمال کو آراستہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ یہ ان کے ہاں نیکی کے اعمال اور اچھے خصائل بن جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:830/1)

سوال 5: شیاطین کا واضح ہدف کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ہلاکت میں مبتلا کرنا۔ ﴿2﴾ دین کو مشتبہ بنانا۔

سوال 6: شیاطین انسانوں کو ہلاکت میں کیسے مبتلا کرتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ قتل اولاد سے۔ ﴿2﴾ اجتماعی زندگی کو فطرت کے مخالف موڑ دینے سے جس کی وجہ سے لوگ جانوروں کی

طرح زندگی گزارتے ہیں۔

سوال7: شیاطین دین کو کیسے مشتبہ بنا دیتے ہیں؟

جواب:《1》شیاطین دین اورعقیدے کے ساتھ زائد تصورات وابستہ کرتے ہیں۔《2》دین کے بارے میں مبہم اور پیچیدہ تصورات دے کر دین کو مشتبہ بناتے ہیں۔《2》اجتماعی رسومات سے دین کو مشتبہ بنانے کے عمل کا آغاز ہوتا ہے۔

سوال8: کیا دور حاضر میں بھی دین کے بارے میں مشتبہ تصورات موجود ہیں؟

جواب: دور حاضر میں تمام لوگوں کی زندگی اجیرن کرنے والے رسوم ورواج ہیں جنہیں لوگوں نے دین کی طرح اپنے اوپر فرض کر رکھا ہے۔ایک طرف دین سے الگ طرز حیات ہے دوسری طرف خود ساختہ طرز حیات ہے۔لباس، بناؤ سنگھار، تقریبات وغیرہ جن کی وجہ سے کچھ تاجر، بڑی کمپنیاں، مالی ادارے فوائد حاصل کرتے ہیں ان کے ذریعے فریب دیا جاتا ہے کہ آپ سوسائٹی کے ایک کارآمد فرد ہیں۔ بھلا لباس کی وجہ سے، زینت کے اظہار کی وجہ سے، بڑی تقریبات منقعد کرنے کی وجہ سے کوئی معاشرے کے لیے کارآمد کیسے ہوسکتا ہے۔

سوال9 :وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ مَا فَعَلُوۡہُ فَذَرۡہُمۡ وَمَا یَفۡتَرُوۡنَ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، چنانچہ آپ ان کو چھوڑ دو اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو شیاطین جن اور انسان ہدایت کے راستے کی مخالفت نہ کرتے، دوسرے لوگوں کو گمراہ نہ کرتے، انبیاء اور ان کے پیروکاروں کو اذیت نہ دیتے۔《2》اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو آزمائے تا کہ وہ دیکھ لے کہ کون صبر کرتا ہے؟ کون ثابت قدم رہتا ہے؟ کون سچائی کا ساتھ دیتا ہے؟ کون خوشی اور غمی میں، خوشحالی اور بدحالی میں اللہ تعالیٰ کے عہد پر قائم رہتا ہے؟《3》یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ حق اور باطل دشمنی کے اس پروگرام کو شروع ہی نہ کرتا لیکن اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو صاف کرنا چاہتے ہیں اور آزمائش میں کامیاب ہونے پر مخالفت ختم ہو جاتی ہے اور دشمن کمزور ہو جاتے ہیں۔《4》اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو تسلی دی ہے کہ آپ افترا پردازوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔《5》اگر اللہ تعالیٰ ان کو ان اعمال سے روکنا اور ان کے اور ان افعال قبیحہ کے درمیان حائل ہونا چاہتا اور اگر وہ چاہتا کہ ماں باپ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں تو وہ کبھی قتل نہ کرتے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ ہو ان کو مہلت دینے کے لیے ان کے اور ان کے اعمال کے درمیان سے ہٹ جائے اور ان کے اعمال کی پرواہ نہ کرے۔

(تفسیر سعدی:830/1)

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (138)

اور اپنے زعمِ باطل میں انہوں نے کہا کہ یہ جانور اور یہ کھیت ممنوع ہیں، انہیں کوئی نہیں کھائے گا مگر وہی جسے ہم اپنے خیال کے مطابق چاہیں گے، اور کچھ جانور ہیں ان کی پشتیں حرام کر دی گئی ہیں اور کچھ جانور ہیں جن پر وہ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کرتے اس پر جھوٹ باندھتے ہوئے، جلد ہی وہ انہیں اس کا بدلہ دے گا اس وجہ سے جو وہ جھوٹ باندھتے تھے۔(138)

سوال1: وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ'' اور اپنے زعمِ باطل میں انہوں نے کہا کہ یہ جانور اور یہ کھیت ممنوع ہیں انہیں کوئی نہیں کھائے گا مگر وہی جسے ہم اپنے خیال کے مطابق چاہیں گے'' فصلوں اور جانوروں کے بارے میں عربوں کے یہاں کون سی پابندیاں رائج تھیں؟

جواب: عربوں کی حماقت کی ایک قسم یہ بھی تھی کہ انہوں نے مویشیوں اور کھیتوں کے بارے میں بدعات گھڑ لیں۔﴿1﴾ ان کے یہاں کچھ جانوروں کی پیٹھ پر سوار ہونا اور ان پر بوجھ لادنا حرام تھا۔﴿2﴾ کچھ جانوروں کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ ان پر سوار ہوتے وقت یا ان کا دودھ نکالتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا جا سکتا۔﴿3﴾ بحیرہ یا سائبہ جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد پیٹ کے بچے کے بارے میں پابندی تھی کہ زندہ نکلا تو گوشت صرف مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں۔ رب العزت نے فرمایا: مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بحیرہ (کان پھٹی اونٹنی) اور نہ ہی سائبہ (سانڈ چھٹی ہوئی) اور نہ ہی وصیلہ (اوپر تلے بچے دینے والی) اور نہ ہی حام (بچوں کا باپ اونٹ) مقرر کیا ہے، بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔(المائدہ:103)﴿4﴾ اگر جانور کے پیٹ سے بچہ مردہ حالت میں نکلا تو مرد اور عورت دونوں کھا سکتے ہیں۔﴿5﴾ فصلوں میں سے بتوں کے نام کا حصہ نکالنے کی پابندی تھی۔ رب العزت نے فرمایا: قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ آپ کہہ دیں کہ تمہارا کیا خیال ہے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اُتارا ہے تم نے اس میں سے خود ہی کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے

تمہارے لیے اس کی اجازت دی ہے؟ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو؟ (یونس:59)

سوال2: وَاَنْعَامٌ لَّا یَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا افْتِرَآءً عَلَیْهِ ''اور کچھ جانور ہیں جن پر وہ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کرتے اس پر جھوٹ باندھتے ہوئے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ'' ان لوگوں نے بعض چیزوں کو حرام قرار دے کر پھر یہ کہہ کر کہ یہ اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا ہے یعنی جھوٹ بولا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہ انہیں اجازت دی نہ وہ ان کاموں سے راضی ہے۔

سوال3: سَیَجْزِیْهِمْ بِمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ''جلد ہی وہ انہیں اس کا بدلہ دے گا اس وجہ سے جو وہ جھوٹ باندھتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان کے حلال وحرام کے معاملات میں افتراپردازی کی انہیں جلد ہی سزا دے گا۔

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤی اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ (139)

اور انہوں نے کہا: '' جو بھی ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے وہ خالصتاً ہمارے مردوں کے لیے ہے اور وہ ہماری بیویوں پر حرام ہے اور اگر وہ مُردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں۔'' اللہ تعالیٰ انہیں جلد ہی ان کی بات بنانے کی سزا دے گا، یقیناً وہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (139)

سوال1: وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤی اَزْوَاجِنَا وَ اِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ '' اور انہوں نے کہا: '' جو بھی ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے وہ خالصتاً ہمارے مردوں کے لیے ہے اور وہ ہماری بیویوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں'' کیا مشرکین کے پاس جانوروں کے گوشت کے استعمال کے لیے کوئی بامعنی قانون سازی تھی؟

جواب: ﴿1﴾ مشرکین کے پاس جانوروں کے پیٹ کے بچوں کے بارے میں کوئی بامعنی قانون نہیں تھا کہ زندہ بچوں کو مرد کیوں کھائیں اور عورتیں کیوں نہ کھائیں؟ ﴿2﴾ مشرک اللہ تعالیٰ کی شریعت کی مخالفت کرتے تھے اور اسے اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کرتے تھے۔

سوال2: لوگ ظاہری چیزوں میں تشدد کی حد تک قوائد وضوابط کا اہتمام کیوں کر سکتے ہیں؟

جواب: جولوگ دین کے اصل تقاضے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور آخرت کی فکر سے دور ہوتے ہیں وہ ظاہری احکامات کے بارے میں تشدد برتتے ہیں۔ یہ شیطان کی چال ہے، وہ انسانی رویوں میں شدت پیدا کر کے اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیتا ہے کہ دین پر انتہائی احتیاط سے قائم رہیں۔ظاہری چیزوں میں تشدد برتنا بھی اس کی ایک قسم ہے۔

سوال3: ظاہری اعمال میں تشدد برتنے والے کیسے لوگ ہوتے ہیں؟

جواب:《1》ظاہری اعمال میں تشدد برتنے والے خشوع وخضوع سے خالی ہوتے ہیں۔《2》ظاہری آداب کا خیال کر کے ایسے لوگ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے عبادت کا اصل حق ادا کر دیا۔

سوال4: سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ''اللہ تعالیٰ انہیں جلد ہی ان کی بات بنانے کی سزا دے گا''

جواب: اللہ تعالیٰ انہیں اپنی شریعت کی مخالفت اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی سزا دے گا۔

سوال5: اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ''اللہ تعالیٰ انہیں جلد ہی ان کی بات بنانے کی سزا دے گا، یقیناً وہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کو ان کی افترا پردازیوں کا خوب علم ہے وہ ان کی باتوں اور ان کے معاملات کو جاننے والا علیم ہے۔《2》اللہ تعالیٰ حکیم ہے وہ اپنے افعال، اقوال اور اپنی تقدیر شرعی اور تقدیر جزائی میں بڑی حکمت والا ہے۔ وہ اپنی حکمت سے لوگوں کو معاف بھی کرتا ہے اور سزا بھی دیتا ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (140)

یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت میں بغیر علم کے قتل کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اس کو حرام کر لیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا تھا یقیناً وہ گمراہ ہو گئے ہیں اور ہدایت پانے والے نہیں ہوئے۔(140)

سوال1: قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ''یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت میں بغیر علم کے قتل کیا'' انسان قتل اولاد کو کیسے درست خیال کر لیتا ہے؟

جواب:《1》جوانسان اپنے دین کے بارے میں خسارے میں رہتا ہے وہ قتل اولاد جیسا جرم اطمینان کے ساتھ انجام دیتا ہے《2》جوانسان توہمات اورخرافات میں جیتے ہیں وہ ہر چیز کے بارے میں غلط نظریات قائم کر لیتے ہیں حتی کہ اپنی اولاد کے بارے میں بھی حقیقت پسندی اور علم سے کام نہیں لے پاتے۔وہ اپنی اولاد کو قتل کرتے وقت اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں۔

سوال2:وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ''اورانہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اس کو حرام کرلیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا تھا''انسان اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو کیسے حرام قرار دے لیتا ہے؟

جواب:《1》انسان جب اللہ تعالیٰ سے ہدایات لینے کی بجائے شیاطین انسانوں اورجنوں سے ہدایات لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ پاکیزہ رزق سے محروم کردیتے ہیں۔《2》اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو ان کے لیے رحمت اوررزق بنایا وہ اس نعمت سے محروم ہونے کے لیے اسے حرام قرار دیتے ہیں۔

سوال3:قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ''یقیناً وہ گمراہ ہوگئے ہیں اور ہدایت پانے والے نہیں ہوئے''انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو چھوڑ کر کون کون سے خسارے میں مبتلا ہو جاتا ہے؟

جواب:《1》انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایات چھوڑ کر دنیا کے خسارے میں مبتلا ہوتا ہے۔حقیقت اور حقیقی علم کو چھوڑ کر وہم اختلافات پر اپنی زندگی کی بنیاد رکھتا ہے۔یوں کبھی اولاد قتل کرتا ہے کبھی پاکیزہ رزق سے خود کو محروم کرتا ہے۔《2》انسان آخرت کے خسارے میں مبتلا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے قانون کو تسلیم نہ کرکے آگ کا مستحق بن جاتا ہے۔《3》انسان فکری خسارے میں مبتلا ہو جاتا ہے،اس کی فکر منتشر ہو جاتی ہے،اس کے لیے کوئی راہ نمائی واضح نہیں رہ جاتی،اس کی فکری تباہی سے اسے روحانی خسارہ نصیب ہوتا ہے اور نہ قلب وذہن میں سکون ہوتا ہے نہ روحانی سکون واطمینان۔《4》انسان وہم وخرافات کی وجہ سے ناروا پابندیاں لگاتا ہے اوراپنی آزادی گم کر بیٹھتا ہے۔《5》انسان وہم وخرافات کی وجہ سے اپنے آپ کو اپنے جیسوں کی غلامی میں سونپ دیتا ہے،یہ مکمل خسارہ ہے۔《6》وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں اور علم نافع اور عمل صالح کے بارے میں خسارے میں جا پڑے۔

رکوع نمبر4

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (141)

اوروہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے باغات کو پیدا کیا چھجوں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجوروں کو اور کھیتوں کو کہ اس کے پھل مختلف ہوتے ہیں اور زیتون اور انار کو باہم ملتے جلتے بھی ہیں اور نہ ملتے جلتے بھی۔اس کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ پھل لائیں اس کی کٹائی کے دن اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو اور حد سے نہ گزرو یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(141)

سوال1: وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ ''اوروہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے باغات کو پیدا کیا چھجوں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ ''اوروہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے باغات کو پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ ہی باغات کا، کھیتوں کا اور پھلوں کا خالق ہے۔﴿2﴾ اس نے ایسے باغات پیدا کیے جس میں طرح طرح کے درخت اور نباتات ہیں۔ ﴿3﴾ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ یعنی ان میں سے بعض باغات کے لیے چھتریاں بنائی جاتی ہیں اور ان کو ان چھتریوں پر چڑھایا جاتا ہے اور یہ چھتریاں انہیں اوپر اٹھنے میں مدد دیتی ہیں اور بعض درختوں کے لیے چھتریاں نہیں بنائی جاتیں، بلکہ وہ اپنے تنے پر کھڑے ہوتے ہیں یا زمین پر بچھ جاتے ہیں۔اس آیت کریمہ میں ان کے کثرت منفعت اور ان کے فوائد کی طرف اشارہ ہے، نیز اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سکھایا کہ پودوں کو کیسے چھتریوں پر چڑھانا اور کیسے ان کی پرورش کرنا ہے۔(تفسیر سعدی:832/1)

سوال2: وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ ''اور کھجوروں کو اور کھیتوں کو کہ اس کے پھل مختلف ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کھجوروں اور کھیتوں کا خالق ہے۔﴿2﴾ وہ باغوں کا بھی خالق ہے جو جنگلوں اور پہاڑوں کی زینت ہیں جو دیکھنے میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں مگر پھلوں میں جدا جدا ہیں۔﴿3﴾ اس نے کھجور اور کھیتوں کے پیدا کرنے کا تذکرہ خاص طور پر کیا کہ ایک ہی پانی سے سیراب ہوتی ہیں۔مگر ذائقے کے اعتبار سے بہت مختلف ہیں اور یہ کہ ان دونوں

میں بہت فوائد ہیں۔مخلوق خدا کی خوراک ہیں۔﴿4﴾ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کھجوروں اور کھیتوں کا ذکر کیا ہے کیونکہ یہ مختلف انواع واقسام کی بنا پر بہت سے فوائد کی حامل ہیں نیز یہ کہ اکثر مخلوق کے لیے خوراک کا کام دیتی ہیں۔(تفسیر سعدی:832/1)

سوال3: وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ''اور زیتون اور انار کو باہم ملتے جلتے بھی ہیں اور نہ ملتے جلتے بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ زیتون اور انار کا خالق ہے جن کے درخت ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور ذائقے میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے رزق کو کس بات کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رازق ہونے کو دلیل کے طور پر پیش کر کے یہ بتایا ہے کہ اگر وہ رازق ہے تو وہی حاکم بھی ہے۔﴿2﴾ جو خالق ہے، رازق ہے پوری زندگی میں کفیل ہے وہی یہ حق رکھتا ہے کہ انسان زرعی اجناس، مویشیوں اور پوری زندگی کے معاملات میں اسے حاکم مان لیں۔اسے قانون ساز سمجھیں جس کے ساتھ کوئی شریک نہ ہو۔

سوال5: اللہ تعالیٰ انسان اور کائنات کا خالق ہے، اس نے رزق فراہم کرنے کے لئے دونوں میں کیسے ہم آہنگی پیدا کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کے جسم کو غذا کی ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ اس نے درختوں پر غذائی مواد لٹکا دیا ہے۔﴿2﴾ انسان کی زبان میں مزے کا احساس ہے تو اس کے لئے پھلوں میں تسکین کا انتظام کر دیا۔﴿3﴾ انسان ذوق جمالیات رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو حسین بنا دیا ہے۔﴿4﴾ انسان کو سواری کی ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے جانور پیدا کر دیئے جو اس کے لئے نقل وحمل کا ذریعہ بھی بنتے ہیں اور غذا بھی۔﴿5﴾ کائنات اور انسان میں ہم آہنگی ایک ہی خالق، مالک اور رازق کے بغیر ممکن نہیں۔

سوال6: مومن پر کائناتی اہتمام کس طرح سے اثر انداز ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مومن کا دل شکر کے جذبے سے بھر جاتا ہے۔﴿2﴾ مومن کے لئے یہ اہتمام تقوی کی غذا بن جاتا ہے۔﴿3﴾ یعنی ان میں سے بعض باغات کے لیے چھتریاں بنائی جاتی ہیں اور ان کو ان چھتریوں پر چڑھایا جاتا ہے اور یہ چھتریاں انہیں

اوپر اٹھنے میں مدد دیتی ہیں اور بعض درختوں کے لیے چھتریاں نہیں بنائی جاتیں، بلکہ وہ اپنے تنے پر کھڑے ہوتے ہیں یا زمین پر بچھ جاتے ہیں۔《4》مومن اللہ تعالیٰ کی عنایات کے ساتھ ذمہ داریاں ادا کرنے کی سوچنے لگتا ہے۔

سوال7: انسان کے اندر مالک کا حق پہچاننے کی صلاحیت کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: انسان جب دنیا میں اس احساس کے ساتھ زندہ رہتا ہے کہ ایک دن اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے تو لازمی طور پر اسے جو ملے گا وہ اسے اپنے مالک کا حق سمجھے گا اور حق ادا کرنے کے لئے بے تاب ہوگا۔

سوال8: كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ''اس کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ پھل لائیں اُس کی کٹائی کے دن اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو' اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیداوار کے لئے کیا مطالبہ ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے باغات کو اپنے بندوں کے فوائد کے لیے پیدا کیا اس لیے فرمایا: كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ جب وہ پھل لائیں تو کھجور اور کھیتوں کا پھل کھاؤ۔《2》وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ جس دن کھیتی کاٹو اس دن اس کا حق یعنی عشر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت میں اس کا نصاب مقرر کر دیا ہے۔《3》اس آیت کریمہ میں ان کے کثرت منفعت اور ان کے فوائد کی طرف اشارہ ہے، نیز اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سکھایا کہ پودوں کو کیسے چھتریوں پر چڑھانا اور کیسے ان کی پرورش کرنا ہے۔ (تفسیر سعدی:832/1)《4》شروع میں یہ حق غیر واجب تھا پھر 2 میں اس کی مقدار مقرر کر کے زکوۃ فرض کر دی ابن عباس سے مروی ہے کہ جب کوئی کھیت کاٹتا تھا تو راہ حق میں کچھ نہیں دیتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے راہ حق میں دینے کا حکم دیا کہ اگر وزن معلوم ہو جائے تو اس کا حق دسواں دینا ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی کھجوریں دس وسق تقریباً چالیس من سے زیادہ ہوں وہ محتاجوں کے لیے مسجد میں چند خوشے لا کر لٹکا دے۔ (مختصر ابن کثیر:548/1)《5》یہاں پیداوار کے حق سے مراد صدقہ ہے۔

سوال9: وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ''یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور حد سے نہ گزرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اسراف حد سے گزر جانے کو کہتے ہیں اور حد وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے خواہ وہ شرعی ہو جیسے حلال کھانے سے تجاوز کرنے سے اور جوان کو حرام سے متعلق کر دے خواہ وہ فطری اور طبعی ہو اور وہ بھوک کی حد سے بڑھ کر پیٹ

کوتکلیف پہنچائے۔(تفسیر مراغی:221/3)﴿2﴾ یہ ممانعت کھانے میں اسراف کے لیے عام ہے۔یعنی عادت اورحدود سے تجاوزکرکے کھانا۔یہ اسراف اس بات کو بھی شامل ہے کہ کھیتی کا مالک اس طرح کھائے جس سے زکوٰۃ کونقصان پہنچے اورکھیتی کاحق نکالنے میں اسراف یہ ہے کہ واجب سے بڑھ کرزکوٰۃ نکالے یااپنے آپ کویااپنے خاندان یااپنے قرض خواہوں کونقصان پہنچائے۔یہ تمام چیزیں اسراف کے زمرے میں آتی ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایاہے۔جواللہ تعالیٰ کوپسندنہیں بلکہ سخت ناپسند ہے۔اوروہ اسراف پرسخت ناراض ہوتاہے۔(تفسیر سعدی:832,33/1)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اسراف سے روکاہے کہ شیخی میں آکراتنانہ لٹاؤکہ خودتنگ دست بن جاؤ۔﴿4﴾ جس چیزمیں انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے بڑھے گا وہی اسراف ہے اوراللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کوناپسندکرتاہے۔عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کاقول ہے:مسرف وہ ہے جودوسرے کامال کھاتاہے۔(الدرلمنثور:93/3)﴿5﴾ محتاجوں کوعطاکرنا اور اہل وعیال کانقصان کرنے سے اللہ تعالیٰ نے روکاہے یہ بھی اسراف ہے جس کواللہ تعالیٰ ناپسندکرتاہے کیونکہ وہ حقوق کوضائع کرتے ہیں اور حدود سے تجاوزکرتے ہیں۔(الاساس:1781/3)

سوال10:انسان اسراف سے کیسے بچ سکتاہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کتاب کے لئے کھڑے ہونے کے احساس سے انسان واقعی ضرورت پرخرچ کرتااورفضول اوربےموقع خرچ کرنے سے بچتاہے۔

سوال11: شیطان انسان کواسراف پرکیسے آمادہ کرتاہے؟

جواب:انسان کے ذہن کارخ اصل سے موڑکربےفائدہ اورغیرمتعلق باتوں میں الجھاکرانسان کواسراف پرآمادہ کرتاہے۔

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (142)

اورمویشیوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے ہیں اورکچھ زمین سے لگے ہوئے ہیں،کھاؤاس میں سے جواللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیاہے اورشیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو،یقیناًوہ تمہاراکھلادشمن ہے۔(142)

سوال1:وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ’’اورمویشیوں میں سے کچھ بوجھ اُٹھانے والے ہیں اورکچھ زمین سے لگے ہوئے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے تمہارے لیے سواری اور بار برداری کے جانور پیدا کیے ہیں ،اونٹ، گدھا، گھوڑا، خچر اور کچھ زمین سے لگے ہوئے پست قد پیدا کیے ہیں جیسے بکری اور بھیڑ وغیرہ۔ فرش کے معنی بچھونے کے ہیں چونکہ ان کا قد پست ہوتا ہے زمین سے ملا رہتا ہے اس لیے انہیں فرش کہا گیا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 548/1)

سوال 2: كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ''کھاؤ اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پھل، کھیتیاں اور جانور حلال کیے ہیں تو انہیں کھاؤ۔ (جامع البیان: 68/8) ﴿2﴾ ان مویشی جانوروں کو کھاؤ اور ان سے ہر طرح کا نفع اٹھاؤ جو شرعاً مباح ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیئے ہوئے رزق کو استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔ (تفسیر مراغی: 221/1)

سوال 3: اللہ تعالیٰ بار بار یہ کیوں یاد دلاتے ہیں کہ اس نے سب کچھ پیدا کیا؟

جواب: انسان کو یہ یاد دلانا مطلوب ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے شیطان کا کچھ نہیں لہٰذا شیطان کی پیروی نہیں ہوسکتی۔

سوال 4: وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ''اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ سے مراد شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے ہیں جن کے ذریعے وہ انسان کے دل کے اندر قدم رکھ دیتا ہے اور دھیرے دھیرے اس کے فیصلوں کا کنٹرول سنبھال لیتا ہے۔ ﴿2﴾ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ سے مراد حلال وحرام کے معاملے میں اس کا گمراہ کرنا اور اس کا اغوا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 427) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے طریقوں اور اس کے اعمال کی پیروی سے روکا ہے جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہراتا ہے۔

سوال 5: شیطان کی پیروی کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ کرنا۔ ﴿2﴾ صحیح رخ سے نہ سوچنا۔ ﴿3﴾ اسراف کرنا۔ ﴿4﴾ بے حیائی کے کام کرنا۔

سوال 6: اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ''یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اور جو دشمنی کو پہچان لے وہ دور سے ہی اس سے بچتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ تو تمہیں ایسے کاموں کو کرنے کا حکم دے گا جس میں تمہاری بدنصیبی ہے۔ ﴿3﴾ اللہ رب العزت نے فرمایا: اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہو جو تم نہیں

جانتے۔(البقرہ:169)

سوال7: شیطان کی پیروی سے رب نے کیسے روکا ہے؟

جواب: شیطان کھلا دشمن ہے پھر شیطان کی پیروی کیسے جب کہ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (143)

آٹھ قسمیں ہیں، دو بھیڑ سے اور دو بکری سے، آپ پوچھیں: ''کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو؟ یا وہ (بچہ) جس پر ان دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ اگر تم سچے ہو تو مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ۔'' (143)

سوال1: ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ''آٹھ قسمیں ہیں، دو بھیڑ سے اور دو بکری سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عربوں کے جاہلی دور میں لوگوں نے بعض جانوروں کو اپنی طرف سے حرام قرار دے لیا تھا جیسے بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو حلال اور طیب قرار دیا ہے۔ عربوں میں گوشت اور دودھ کے لئے بھیڑ، بکری، اونٹ اور گائے پالے جاتے تھے، بھیڑ میں سے دو نر اور مادہ اور بکری میں سے دو نر اور مادہ ان چاروں کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ان میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں۔

سوال2: قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ''آپ پوچھیں: ''کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو؟ یا وہ (بچہ) جس پر ان دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قُلْ رب العزت نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دو جوان میں سے کسی چیز کو حرام ٹھہراتے ہیں یا ان میں سے کچھ چیزوں کو عورتوں کے لیے حرام ٹھہراتے ہیں۔ ﴿2﴾ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ ''کیا دونوں نروں کو حرام کیا ہے'' کیا ان دونوں نر یعنی بھیڑ اور بکری میں سے نر کو حرام ٹھہرا دیا۔ ﴿3﴾ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ یا دونوں مادہ یعنی بھیڑ اور بکری کو حرام ٹھیرایا۔ تو تم دونوں نر اور مادہ میں سے صرف نر یا مادہ کے حرام ہونے کے قائل نہیں ہو۔ ﴿4﴾ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ''یا وہ (بچہ) جس پر ان دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں'' یعنی نر اور مادہ کے فرق کے بغیر حرام ٹھہراتے ہو۔ جو ان ماداؤں کے

پیٹوں میں ہے تو تم ان کے حرام ہونے کے بھی قائل نہیں ہو، پھر یہ بتاؤ کہ آپ کس تحریم کے قائل ہو!

سوال3: عربوں نے ان جانوروں کے لئے جو حلال وحرام کے قوانین بنائے تھے ان کے پیچھے کیا تھا؟

جواب: عربوں کے حلال وحرام کے قوانین کے پیچھے ان کے مشرکانہ رواجوں کے سوا کوئی دلیل نہ تھی اور عقلی طور پر ان کے اندر حرمت کا سبب موجود نہیں تھا۔

سوال4: حلال وحرام کے فیصلے کس بنیاد پر نہیں ہو سکتے؟

جواب: ﴿1﴾ محض گمان سے حلال وحرام کے فیصلے نہیں ہو سکتے۔ ﴿2﴾ معلوم اور تسلیم شدہ سند کے بغیر کوئی قانون نہیں بن سکتا۔

سوال5: حیوانات کے بارے میں لوگوں کے اندر طرح طرح کے حلال وحرام کے قانون کیوں بن جاتے ہیں؟

جواب: حیوانات کے بارے میں لوگوں کے اندر حلال وحرام کے قوانین بننے کی وجہ شیطانی ترغیبات ہیں۔

سوال6: نَبِّـُٔوْنِىْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ''اگر تم سچے ہو تو مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی مجھے صحیح علم کے ساتھ بتاؤ شیطان کے وسوسوں کی خبر نہ دو۔ ﴿2﴾ یعنی اگر تم اپنے قول اور دعوے میں سچے ہو تو مجھے علمی دلیل سے آگاہ کرو اور یہ بدیہی طور پر معلوم ہے کہ وہ کوئی ایسا قول نہیں لا سکتے جسے عقل تسلیم کر لے، سوائے اس کے کہ مذکورہ تینوں باتوں میں سے کوئی ایک بات کہیں اور وہ ان میں سے کوئی بات نہیں کہتے۔ صرف یہ کہتے ہیں کہ بعض مویشی جن کے بارے میں انہوں نے اپنی طرف سے کچھ اصطلاحات گھڑ رکھی ہیں مردوں کے بجائے عورتوں پر حرام ہیں، یا وہ بعض اوقات وحوال میں حرام ہیں یا اس قسم کے دیگر اقوال، جن کے بارے میں بلا شک وشبہ ہمیں معلوم ہے کہ ان کا مصدر جہل مرکب، راہ راست سے منحرف عقل اور فاسد آراء ونظریات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول پر کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی اور نہ ان کے پاس کوئی اور حجت وبرہان ہے۔ (تفسیر سعدی:835/1)

سوال7: انسان فطری طور پر کیا چاہتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان فطری طور پر اللہ تعالیٰ کا شعور رکھتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ فطری طور پر حلال وحرام کا احساس رکھتا ہے۔ ﴿3﴾ وہ اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہے وہ کسی کو اپنا خدا بنانا چاہتا ہے۔ ﴿4﴾ وہ چیزوں میں جائز اور ناجائز کا فرق کرنا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی لیے حرام وحلال کے قوانین دیئے ہیں جو حق پر مبنی ہیں۔

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۗ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (144)

دو اونٹ سے اور دو گائے سے، آپ پوچھیں: ''کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی وصیت کی تھی؟'' چنانچہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تا کہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کردے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(144)

سوال1: وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ ''دو اونٹ سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ دو اونٹ میں سے نر اور مادہ اللہ تعالیٰ نے حلال کیے ہیں۔

سوال2: وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ''اور دو گائے سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی نر اور مادہ گائے اور بیل اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائے ہیں۔

سوال3: قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ''آپ پوچھیں: کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قُلْ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا ہے آپ کہہ دو۔《2》ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ یعنی اونٹ اور گائے کے نر حرام ٹھہرائے ہیں۔《3》اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اور دونوں ماداؤں کو یعنی اونٹ اور گائے کی ماداؤں کو حرام ٹھہرایا ہے۔《4》اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ''یا دونوں ماداؤں کو؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں'' یعنی جو ان ماداؤں کے پیٹوں میں ہے نر اور مادہ کے فرق کے بغیر حرام ٹھہرائے ہیں؟ تو تم ان کے حرام ہونے کے قائل نہیں ہو جب تینوں میں سے کسی ایک کے بھی قائل نہیں پھر تمہارا کیا مذہب ہے؟

سوال4: اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ''کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی وصیت کی تھی'' کی

وضاحت کریں؟

جواب: یعنی تمہارے پاس اپنے دعویٰ کے سوا باقی کچھ بھی نہیں، جس کی صداقت اور صحت کو پرکھنے کے لیے تمہارے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔ اور وہ ہے تمہارا یہ کہنا کہ ''اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی وصیت کی ہے اور اس نے ہماری طرف وحی کی ہے جس طرح اس نے اپنے انبیاء ومرسلین کی طرف وحی کی، بلکہ اس نے ہماری طرف ایسی وحی بھیجی جو اس چیز کے مخالف ہے جس کی طرف انبیاء ورسل نے دعوت دی اور جس کے ساتھ کتابیں نازل ہوئیں۔'' اور یہ ایک ایسا بہتان ہے جس سے کوئی شخص ناواقف نہیں۔ (تفسیر سعدی:835,36/1)

سوال 5: فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ''چنانچہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تاکہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کردے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا سب سے بڑا ظالم ہے۔ ﴿2﴾ تم حلال وحرام کی خودساختہ پابندیوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرار دے کر لوگوں کی گمراہی کا بوجھ بھی اپنے اوپر لے رہے ہو اور اس طرح سب سے بڑے ظالم بن رہے ہو۔ ﴿3﴾ تم بغیر کسی دلیل کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کا سبب بن رہے ہو جو کہ سب سے بڑا ظلم ہے۔

سوال 6: انسان اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیسے باندھتے ہیں؟

جواب: انسان حلال وحرام کے خودساختہ قوانین بنا کر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے اس پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

سوال 7: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر، بہتان لگا کر اپنے اوپر اور دوسرے انسانوں پر ظلم کرتے ہیں اور انہیں بھی سیدھے راستے سے ہٹاتے ہیں۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ کی نظروں میں کون ظالم ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ شیطان کے بہکاوں کا شکار ہوں وہ ظالم ہیں۔ ﴿2﴾ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کی تمیز عطا کرتا ہے مگر تعصّبات کی وجہ سے جو انسان تمیز نہیں کر پاتے وہ ظالم ہیں۔ ﴿3﴾ جو سمجھنے کی صلاحیت کے باوجود سمجھنے سے دور رہیں وہ ظالم ہیں۔

سوال9: شیطان انسان کوسیدھے راستے سے کیسے بھٹکا تا ہے؟

جواب:﴿1﴾ شیطان انسان کوحلال چیزوں سے روک کرحرام کی طرف راغب کرتا ہے اس طرح سیدھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔﴿2﴾ وہ انسان کوفرضی چیزوں میں الجھا کر اصل سچائی تک نہیں پہنچنے دیتا۔﴿3﴾ وہ انسان کوٹیڑھے راستے پر چلا کر یقین دلاتا ہے کہ تم سیدھے راستے پر ہو یوں انسان بھٹک جاتا ہے۔

رکوع نمبر5

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(145)

آپ کہہ دیں مجھ پر جووحی کی گئی ہے میں اس میں کوئی چیزنہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے پرحرام کیا گیا ہوکہ وہ اس کو کھائے سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہواخون ہو یا سؤر کا گوشت کہ یقیناً وہ ناپاک ہے یا وہ نافرمانی کا باعث ہوجس پرغیراللہ کا نام پکارا گیا ہو، پھر جوشخص مجبور کردیا جائے کہ ہووہ نافرمانی کرنے والا نہ ہواور حد سے گزرنے والا نہ ہوتو بلاشبہ آپ کا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(145)

سوال1: قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ ’’آپ کہہ دیں مجھ پر جووحی کی گئی ہے میں اس میں کوئی چیزنہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے پرحرام کیا گیا ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کوحکم دیا ہے کہ ان لوگوں سے کہہ دیں جواللہ تعالیٰ پرجھوٹ باندھتے ہوئے ان چیزوں کوحرام قرار دیتے ہیں جنہیں اس نے حرام قرارنہیں دیا کہ مجھ پر جووحی کی گئی ہے میں اس میں ایسی چیزنہیں پاتا‘‘ اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں مُحَرَّمًا ’’حرام چیز‘‘ عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ کسی کھانے والے پر کہ اسے اس کھانے سے روک دیا گیا ہوکہ اسے کھائے۔(ایسر التفاسیر:429,430)﴿2﴾ یعنی اس کوکھانے کے علاوہ دیگرفوائد حاصل کرنے یا نہ کرنے سے قطع نظر، میں کوئی چیزنہیں پاتا جس کا کھانا حرام ہو۔(تفسیر سعدی:837/1:1)﴿3﴾ آپ مشرکوں کو بتادیں جن چیزوں کوآپ حرام سمجھ رہے ہیں میرے پاس آنے والی وحی میں وہ حلال ہیں اور جوچیزیں حرام ہیں وہ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔﴿4﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جاہلیت میں بعض چیزیں تو کھائی جاتی تھیں اور بعض گھن کھا کر چھوڑ دی جاتی تھیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر

بھیجا، کتاب اتاری اور حلال وحرام کی تفصیل فرمادی۔کتاب وسنت نے جسے حلال کردیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کردیا وہ حرام ہے اور جس پرخاموشی اختیار کی وہ معاف ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔(حاکم،ابن مردویہ)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے کون سی چیزیں حرام قرار دی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ مردار ﴿2﴾ بہتا ہوا خون۔﴿3﴾ سور کا گوشت ﴿4﴾ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔

سوال3: اِلَّآ اَنۡ یَّكُوۡنَ مَیۡتَةً ’’سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:مردار وہ جانور ہے جو شرعی طریقے سے ذبح کیے بغیر ہی مر گیا ہو۔یہ مرا ہوا جانور حلال نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حُرِّمَتۡ عَلَیۡكُمُ الۡمَیۡتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحۡمُ الۡخِنۡزِیۡرِ تم پر حرام کردیا گیا مردار اور خون اور سؤر کا گوشت۔(المائدہ:3)
(تفسیر سعدی:837/1)

سوال4: اَوۡ دَمًا مَّسۡفُوۡحًا ’’یا بہایا ہوا خون ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ دَمًا مَّسۡفُوۡحًا بہایا ہوا خون:اس سے مراد وہ خون ہے جو جانور کو ذبح کرتے وقت بہتا ہے۔ایسا خون ذبح کیے گئے جانور کے اندر رہنا نقصان دہ ہے،جب یہ خون ذبیحہ کے بدن سے خارج ہوجاتا ہے تو گوشت نقصان دہ نہیں رہتا۔﴿2﴾ وہ خون جو ذبح کرنے کے بعد گوشت اور رگوں میں بچ جاتا ہے وہ پاک ہے۔

سوال4: کیا مردار کی کوئی چیز استعمال نہیں کی جاسکتی؟

جواب:مردار کھانا حرام ہے لیکن اس کی دیگر اشیاء مثلاً چمڑہ وغیرہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ایک دفعہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی ایک بکری مرگئی انہوں نے کہا! یارسول اللہ ﷺ میری بکری مرگئی۔فرمایا:اس کا چمڑہ کیوں نہ اتارلیا؟ بولیں کیا مری ہوئی بکری کا چمڑہ بھی لیا جاسکتا ہے؟ آپ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا:تم چمڑہ کھاتی نہیں ہو اسے دباغت دے کر اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہو۔چنانچہ آپ نے اس کا چمڑا اتروا کر اسے اسے دباغت دے کر اس کا مشکیزہ بنوالیا تھا جو آپ ہی کے پاس پرانا ہو کر پھٹ گیا۔(بخاری،نسائی)

سوال5: اَوۡ لَحۡمَ خِنۡزِیۡرٍ فَاِنَّهٗ رِجۡسٌ ’’یا سؤر کا گوشت کہ یقیناً وہ ناپاک ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سؤر کا گوشت ناپاک اور نقصان دہ ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے خبیث چیزوں سے بچانے کے لیے ان ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔﴿3﴾ سؤر کے گوشت میں اس کے تمام اجزا بھی شامل ہیں عیسائی یہ دعوی

کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سؤر کو حلال قرار دیا ہے ان سے دھوکہ نہ کھائیں سؤر حرام ہے۔

سوال 6: اَوۡ فِسۡقًا اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ ''یا وہ نافرمانی کا باعث ہو جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اَوۡ فِسۡقًا یا فسق ہو۔ فسق سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے نکل کر نافرمانی میں داخل ہو جانا ہے۔ ﴿2﴾ اُهِلَّ نام پکارا گیا ہو۔ اہلال کہتے ہیں ذبیحہ پر اس کا نام پکارنا جس کے لیے وہ ذبح کیا گیا ہو۔ ﴿3﴾ اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ ''جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو'' جس ذبیحے کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ماسوا بتوں یا دوسرے معبودوں کے لیے ذبح کیا گیا ہو وہ حرام ہے۔

سوال 7: فَمَنِ اضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ''پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے کہ ہو وہ نافرمانی کرنے والا نہ ہو اور حد سے گزرنے والا نہ ہو تو بلا شبہ آپ کا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَمَنِ اضۡطُرَّ ''پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے'' جو بھوک کی شدت سے بے تاب ہو اور اسے کھانے کے لیے کچھ نہ ملے اور سے اپنی جان کا خوف ہو تو ضرورت کے بقدر حرام چیزوں میں سے کھا سکتا ہے لیکن نہ ضرورت کی حد سے آگے بڑھے اور نہ لذت کا طلب گار ہو۔ ﴿2﴾ غَيۡرَ بَاغٍ ''نافرمانی کرنے والا نہ ہو'' یعنی اضطراری حالت کے بغیر کھانے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ ﴿3﴾ وَّلَا عَادٍ ''اور حد سے گزرنے والا نہ ہو'' اس سے مراد یہ ہے کہ ضرورت کے دائرے کے اندر کھا رہا ہو۔ صرف اتنا کھا رہا ہو جس سے زندگی بچ جائے اس سے زیادہ نہ کھا رہا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ﴿4﴾ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ''تو بلا شبہ آپ کا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اگر کوئی ان حرام چیزوں کے استعمال پر مجبور ہو اور نہ نافرمانی کرے اور نہ حد سے گزرے تو آپ کا رب ان کے حرام استعمال کرنے کے گناہ کو بخشنے والا الغفور اور اس گناہ کی معافی دے کر نرمی کرنے والا، رحم والا الرحیم ہے۔

سوال 8: کیا اس آیت کریمہ میں جن حرام چیزوں کا ذکر ہے اس کے ماسوا کچھ بھی حرام نہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اس کے علاوہ بھی محرمات موجود ہیں جن کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا مثلاً (کچلیوں والے) درندے اور پنجے سے شکار کرنے والے پرندے۔ ﴿2﴾ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ان زائد چیزوں کی تحریم سے قبل نازل ہوئی ہے۔ یہ چیزیں اس وقت اس کے زمرے میں نہیں آتی تھیں جس وقت مذکورہ حرمت کی وحی آپ ﷺ کی طرف بھیجی گئی۔ (تفسیر سعدی: 837/1)

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ(146)

اوران لوگوں پر جو یہودی بن گئے ہم نے ہر ناخن والے جانور کوحرام کر دیا تھااور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کردیں سوائے اس کے جو ان دونوں کی پیٹھوں یا انتڑیوں نے اٹھایا ہو یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو، یہ ہم نے انہیں ان کی سرکشی کی وجہ سے سزا دی تھی اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی سچے ہیں۔(146)

سوال1: وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ''اوران لوگوں پر جو یہودی بن گئے ہم نے ہر ناخن والے جانور کوحرام کر دیا تھا'' یہودیوں پر کون سے ناخن والے جانور حرام کیے گئے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ وہ چیزیں جو اہل کتاب پر حرام قرار دی گئیں ان میں سے کچھ حلال اور پاک تھیں مگر سزا کے طور پر ان پر وہ حرام کر دی گئیں۔ ﴿2﴾ وہ جانور حرام کیے گئے جن کے ناخن تھے یعنی وہ سارے حیوانات جن کے پاؤں پھاڑے ہوئے نہیں ہیں مثلاً اونٹ، شتر مرغ، مرغابی اور بطخ وغیرہ۔

سوال2: وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ''اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کردیں سوائے اس کے جو ان دونوں کی پیٹھوں یا انتڑیوں نے اٹھایا ہو یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو'' یہودیوں کے لیے چربی میں سے کیا جائز تھا؟

جواب: یہودیوں کے لیے گائیوں اور بکریوں میں سے کچھ چربی حلال تھی۔ ﴿1﴾ صرف پیٹھ کی چربی ﴿2﴾ آنتوں کے ساتھ لگی ہوئی چربی ﴿3﴾ ہڈیوں سے ملی ہوئی چربی ﴿4﴾ پاؤں کی چربی ﴿5﴾ پہلو کی چربی ﴿6﴾ پاؤں، سر اور آنکھ کی چربی۔

سوال3: یہودیوں پر حلال اور طیب چیزیں کیوں حرام کر دی گئی تھیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے فرمایا: فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا تو ان لوگوں کے ظلم کی وجہ سے جو یہودی ہوئے اور ان کے بہت سوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے ہم نے ان پر پاک چیزیں بھی حرام کر دیں جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں۔(النساء:160) ﴿2﴾ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں حطیم کی طرف رخ کیے بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف دیکھا پھر مسکرا کر فرمایا: اللہ

تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے ان پر چربیاں حرام کی گئی تھیں لیکن انہوں نے چربیاں بیچ کر ان کی قیمتیں کھائیں حالانکہ کسی چیز کے کھانے کو حرام فرما دینا اس چیز کی قیمت کو بھی حرام فرما دینا ہے۔(ابوداؤد)《3》اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیمار پرسی کے لیے گئے آپ ﷺ عدنی چادر سے منہ ڈھانپے سو رہے تھے پھر آپ ﷺ نے رخِ انور کھول کر فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت فرمائے ان پر بکری کی چربیاں حرام کیں لیکن وہ ان کی قیمتیں کھاتے ہیں۔ (ابوداؤد)《4》یہودیوں کی سرکشی اور ظالمانہ طرزِ عمل کی وجہ سے ان پر حلال اور طیب چیزیں حرام کی گئیں۔

سوال4: یہود پر حرام کردہ چیزیں کیا سیدنا یعقوب علیہ السلام پر بھی حرام تھیں؟

جواب: سیدنا یعقوب علیہ السلام کے لیے یہ اشیاء مباح اور حلال تھیں۔

سوال5: ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ''یہ ہم نے انہیں ان کی سرکشی کی وجہ سے سزا دی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہودیوں پر حلال اور طیب چیزیں حرام کرنے کی وجہ ان کی سرکشی تھی۔ یہ ان کے ظلم کی سزا تھی۔

سوال6: وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی سچے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی ہمارا قول سچا، ہمارے کام سچے، ہمارے فیصلے سچے، اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچی بات کرنے والا اور سچے فیصلے کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟《2》رب العزت نے فرمایا وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے۔(النساء:87) وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے۔ (النساء:122)

《3》نبی ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ أَوْلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب رات میں تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے۔ ''اے اللہ! تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں تو آسمان اور زمین اور ان میں موجود تمام چیزوں کا نور ہے' تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں' تو حق ہے' تیرا وعدہ حق ہے' تیرا قول حق ہے' تجھ سے ملنا حق ہے' جنت حق ہے' دوزخ حق ہے' قیامت حق ہے' انبیاء حق ہیں اور محمد رسولا اللہ ﷺ حق

ہیر یسپرد کیا' فیصلہ تیرے سپرد کیا' پس میری اگلی پچھلی خطائیں معاف کر۔ وہ بھی جو میں نے چھپ کر کی ہیں۔ تو ہی سب سے پہلے ہے اور تو ہی سب سے میں ہے' صرف تو معبود ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (صحیح بخاری:6317)

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ (147)

پھر بھی اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ کہہ دیں تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جاتا۔ (147)

سوال1: فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ '' پھر بھی اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ کہہ دیں تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی مشرک آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ ﷺ انہیں حق کی دعوت دیتے رہیں کیونکہ آپ ﷺ کے رب کی رحمت وسیع ہے۔

سوال2: انسان حق کو نہ ماننے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں کیوں نہیں آتا؟

جواب: انسان اپنے آپ کو آزاد محسوس کرتا ہے اور اس غلط فہمی مبتلا ہو جاتا ہے کہ حق کا انکار کر کے اس کا کچھ بگڑنے والا نہیں۔

سوال3: رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ '' تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت ساری مخلوقات کے لیے ہے اس لیے اس کی رحمت کے حصول کے لیے ایسے اسباب اختیار کریں جس کی بنیاد محمد ﷺ پر نازل ہونے والی وحی ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے ہمارے لئے بھی اور پہلے ایمان لانے والوں کے لئے بھی۔ ﴿3﴾ اس کی رحمت میں وسعت ہے کیونکہ وہ محسن ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ دوست کے لئے بھی رحیم ہے اور دشمن کے لئے بھی رحیم۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ مجرموں کو بھی ڈھیل دیتا ہے کہ وہ توبہ کریں۔ اس لیے خطاؤں اور گناہوں پر توبہ کریں، اس کی اطاعت کر کے اس کی رحمت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے ہی ہمہ گیر رحمت کی تلاش کا شوق دلایا ہے۔

سوال4: وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ '' اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو کیونکہ جن گناہ گاروں کے گناہ بہت بڑھ گئے ان سے اللہ تعالیٰ کا عذاب ٹالا نہیں

جا تا۔لہذا اس کے عذاب کی دعوت دینے والے گناہوں سے بچو اور ان میں سب سے بڑا گناہ محمد ﷺ کو جھٹلانا ہے۔

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ (148)

جن لوگوں نے شرک کیا وہ بہت جلد کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا، نہ تو ہم شرک کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرتے ، اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔آپ پوچھیں کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ تو تم اسے ہمارے لیے نکال لاؤ تم گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے اور تم محض قیاس آرائیاں ہی کرتے ہو۔(148)

سوال1:سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ''جن لوگوں نے شرک کیا وہ بہت جلد کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا، نہ تو ہم شرک کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ''جن لوگوں نے شرک کیا وہ بہت جلد کہیں گے'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی گئی ہے جلد ہی وہ لوگ کہیں گے جنہوں کے شرک کیا۔﴿2﴾لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا: رب العزت کا فرمان ہے: وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ اور جن لوگوں نے شرک کیا ہے انہوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم کسی چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تو رسولوں پر صاف صاف پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔(النحل:35) یہ دلائل انبیاء کی دعوت کو رد کرنے کے لیے ان کی قومیں دیتی رہی ہیں مگر یہ ان کے کسی کام نہ آئے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عذب میں مبتلا کر دیا۔وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ '' اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرتے''یعنی جو انہوں نے بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام میں سے حرام ٹھہرائے۔(ایسر التفاسیر:430)

سوال2:مشرکوں کے اس قول کا قرآن حکیم نے کیا جواب دیا ہے؟

جواب: قرآن حکیم نے مشرکوں کے اس قول کا یہ جواب دیا ہے کہ ایسی ہی باتیں بنا بنا کر پہلے لوگوں نے حق کا انکار کیا اور عذاب کا مزہ چکھا۔

سوال3: کیا اپنے اعمال کے لیے اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے دلیل پکڑنا جائز ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اپنے اعمال کے لیے اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے دلیل پکڑنا درست نہیں ہے۔اس کے ساتھ قضاوقدر کو دلیل بنانا ظلم اور عناد ہے﴿2﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ارادہ عطا فرمایا ہے جس کی وجہ سے وہ کام کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی چیز واجب نہیں کی جس پر انسان قدرت نہ رکھتا ہو۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے افعال میں ان پر جبر نہیں کیا اگر وہ چاہیں تو کوئی کام انجام دیں اور چاہیں تو نہ دیں، اگرچہ تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے میں آتے ہیں۔لیکن ہر شخص اختیاری اعمال اور جبری اعمال میں فرق کرسکتا ہے۔﴿4﴾ اپنے گناہوں پر قضاء وقدر کو دلیل بنانے والے فساد کا شکار ہیں، جب کوئی کسی کے ساتھ برا سلوک کرے اور وہ اپنے عمل پر تقدیر کا عذر پیش کرے تو تسلیم نہیں کیا جاتا۔جب کوئی ڈاکو کسی کو لوٹ کر لے جائے اور کہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے آپ اس پر صبر کرو تو اس کی دلیل پر لوگ سخت ناراض ہوں گے۔اور قبول نہیں کریں گے۔آخر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ناراضگی کے کاموں پر ہی تقدیر کا عذر کیوں!﴿5﴾ قضاء وقدر کا عذر دلیل نہیں ہے ان کا مقصد حق کو جھٹلانا اور خود کو حق سے بچانا ہے۔گویا حق ان پر حملہ آور ہے اور وہ اپنا دفاع کررہے ہیں۔

سوال4: كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ''اسی طرح اُن لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿2﴾ پس یہ وہ دلیل ہے جو انبیاء ورسل کو جھٹلانے والی قومیں انبیاء کی دعوت کو رد کرنے کے لیے پیش کرتی رہیں مگر یہ ان کے کسی کام آئی نہ اس نے کوئی انہیں فائدہ ہی دیا اور یہی ان کی عادت رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کرکے عذاب کا مزہ چکھایا۔(تفسیر سعدی:840,41/1)﴿3﴾ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا '' یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا'' یہاں تک کہ انہوں نے ہماری ناراضگی کو دیکھ لیا، ہم ان پر غضب ناک ہوئے، ان کے لیے ہم اپنے عذاب کو حلال کردیا پھر انہوں نے عذاب کا مزا چکھا۔اس طرح وہ دنیا وآخرت میں ناکام ونامراد ہوگئے، اور یہ بعد والے ان کے راستے پر چل پڑے ہیں۔(جامع البیان:82/8)

سوال5: قرآن حکیم کا یہ جواب انسان پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟
جواب: اس جواب سے قرآن حکیم نے غافل انسان کو جھنجھوڑا ہے۔﴿1﴾ جس سے وہ غفلت سے ہوش میں آتا ہے۔ ﴿2﴾ اس جواب سے وہ اپنے انجام کے بارے میں سوچنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔
سوال6: قُلۡ هَلۡ عِنۡدَ كُمۡ مِّنۡ عِلۡمٍ فَتُخۡرِجُوۡهُ لَنَا ''آپ پوچھیں کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ تو تم اسے ہمارے لیے نکال لاؤ'' کی وضاحت کریں؟
جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ ان مشرکوں سے کہہ دیں کہ اگر تمہارے پاس ان کے لیے کوئی دلیل ہے تو ہمارے لیے اسے لے آؤ۔ (ایسر التفاسیر: 431) ﴿2﴾ ''آپ پوچھیں کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ تو تم اسے ہمارے لیے نکال لاؤ'' یعنی اگر ان کے پاس علم ہوتا تو وہ ضرور پیش کرتے۔ ﴿3﴾ اگر انہوں نے کوئی علمی دلیل نہیں دی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس علم نہیں ہے۔
سوال7: اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَخۡرُصُوۡنَ ''تم گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے اور تم محض قیاس آرائیاں ہی کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟
جواب: ﴿1﴾ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ یعنی باطل معبودوں کی پیروی وہم، خیال اور فاسد اعتقادات پر مبنی ہے۔ ﴿2﴾ اگر ان کی یہ دلیل صحیح ہوتی تو ان سے عذاب کو ہٹا لیا جاتا اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں مبتلا نہ کرتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب صرف اسی پر نازل ہوتا ہے جو اس کا مستحق ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ ان کی فاسد دلیل اور انتہائی گھٹیا شبہ ہے اور اس کی متعدد وجوہات ہیں: (الف) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر ان کی دلیل صحیح ہوتی تو ان پر عذاب نازل نہ ہوتا۔ (ب) دلیل کے لیے ضروری ہے کہ اس کی بنیاد کا علم اور برہان ہو۔ اگر دلیل محض گمان اور اندازے پر مبنی ہو، جو حق کے مقابلے میں کوئی کام نہیں آسکتی، تو یہ باطل ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلۡ هَلۡ عِنۡدَ كُمۡ مِّنۡ عِلۡمٍ فَتُخۡرِجُوۡهُ لَنَا کہہ دیجئے! اگر تمہارے پاس کوئی علم ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو'' پس اگر ان کے پاس علم ہوتا، حالانکہ وہ سخت جھگڑالو لوگ ہیں، تو وہ اسے ضرور پیش کرتے اگر انہوں نے کوئی علمی دلیل پیش نہیں کی تو معلوم ہوا کہ وہ علم سے بے بہرہ ہیں۔ (تفسیر سعدی: 840,41/1) ﴿3﴾ جو کوئی اپنے دلائل کی بنیاد وہم وگمان اور اندازوں کی بنیاد پر رکھتا ہے وہ خسارہ اٹھانے والا ہے۔
سوال8: لوگ حق کو چھوڑ کر اس گمان کے پیچھے کیوں بھاگتے ہیں جس کا انہیں علم نہیں؟

جواب: حق کی دعوت اپنے ماحول میں نئی ہوتی ہے۔ایک طرف وہ دین ہوتا ہے جو معاشرے میں غالب ہوتا ہے۔اپنے غلبے کی وجہ سے وہ مقبول ہوجاتا ہے اوردوسری طرف سچا دین جب اتنی مقبولیت حاصل نہیں کرسکتا تو لوگ یہ سوچ لیتے ہیں کہ اس دین کے نہ پھیلنے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل ہے اور رواج عام کو دنیا میں بلند مقام حاصل ہے تو یہی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ پھر رواج عام کی وجہ سے لوگ حق کو چھوڑتے ہیں اور گمان کے پیچھے بھاگتے ہیں۔

قُلۡ فَلِلّٰهِ الۡحُجَّةُ الۡبَالِغَةُ ۚ فَلَوۡ شَآءَ لَهَدٰٮكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ (149)

آپ کہہ دیں: ”کامل دلیل اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، چنانچہ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو وہ ضرور ہدایت دے دیتا۔“ (149)

سوال 1: اللہ تعالیٰ انسان پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی بجائے کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحیح اور غلط کا علم دیا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انتخاب کی آزادی دی ہے چاہے تو صحیح کو اختیار کرلے اور چاہے تو غلط کو۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنی مرضی جبراً مسلط نہیں کی۔

سوال 2: انسان کو صحیح اور غلط کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے کیا چیز کام دیتی ہے؟

جواب: انسان کو صحیح اور غلط کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے سچی دلیل کام دیتی ہے جو حق کی نمائندگی کرتی ہے۔

سوال 3: قُلۡ فَلِلّٰهِ الۡحُجَّةُ الۡبَالِغَةُ ” آپ کہہ دیں: ”کامل دلیل اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے قُلۡ فَلِلّٰهِ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے۔ اَلۡحُجَّةُ الۡبَالِغَةُ باطل دعووں کے لیے قطعی دلیل۔ ﴿2﴾ اَلۡحُجَّةُ الۡبَالِغَةُ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو کسی کے لیے کوئی عذر نہیں رہنے دیتی جس پر تمام انبیاء ومرسلین، تمام کتب الٰہیہ، تمام آثار نبویہ، عقل صحیح، فطرت سلیم اور اخلاق مستقیم متفق ہیں۔ پس معلوم ہوا جو کوئی ایت قاطعہ کی مخالفت کرتا ہے وہ باطل ہے کیونکہ حق کی مخالفت کرنے والا باطل کے سوا کچھ نہیں۔ (تفسیر سعدی: 840/1)

سوال 4: دنیا کی زندگی میں دلیل کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: دنیا کی زندگی میں سچی دلیل اللہ تعالیٰ کی نمائندگی کرتی ہے۔ جو انسان سچی دلیل کو مان لیتا ہے۔ اس کے آگے جھک جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتا ہے۔ اور جو سچی دلیل نہیں مانتا اللہ تعالیٰ کے آگے نہیں جھکتا۔ سچی دلیل کا انکار دوسرے لفظوں میں اللہ کا انکار ہے۔

سوال5:انسان دلیل کے آگے کیوں نہیں جھکتا؟

جواب:﴿1﴾انسان اپنی خواہشات سے اوپر نہیں اٹھ سکتا۔﴿2﴾وہ اپنے عمل کو جائز ثابت کرنے کے لیے اور ناحق کو حق ثابت کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔﴿3﴾اس کا یہ رویہ اسے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو نظر انداز کرنے تک لے جاتا ہے۔﴿4﴾اس طرح بالآخر اس بات سے بے پرواہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑنے والا ہے۔﴿5﴾پھر وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو وہ اہمیت دیتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کو دینی چاہیے۔

سوال6:فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ''چنانچہ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو وہ ضرور ہدایت دے دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ابن عباس کا قول ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر میں چاہتا تو تم سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔(ابن ابی حاتم:1472/5)﴿2﴾اگر اللہ چاہتا تو انسان کو فطری طور پر ہدایت دے دیتا۔انسان کے دل سے ہدایت اختیار کرنے کی خواہش اُٹھتی اللہ تعالیٰ اگر مجبور کرتا کہ لوگ ہدایت اختیار کریں تو یہ جبر اس نے نہیں چاہا۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ انسان اپنی آزاد مرضی سے جس راستے کو چاہے اختیار کریا س طرح اس کے امتحان کا مقصد پورا ہوتا ہے کہ اچھے لوگ اپنی اچھائی کی جزا پائیں اور برے لوگ اپنی برائی کی سزا پائیں۔﴿4﴾اگر اللہ تعالیٰ جبری ہدایت دیتے تو امتحان کا مقصد پورا نہ ہوتا۔

سوال7:ہدایت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی کون سی سنت جاری وساری ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے ہدایت وضلالت کے راستے انسان پر واضح کر کے اسے اختیار دیا ہے جس راستے کو چاہے اختیار کرے۔﴿2﴾انسان جب کسی راستے کا آزادنہ ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اس کی شامل حال ہو جاتی ہے۔﴿3﴾اس طرح انسان کے لیے ہدایت یا گمراہی کا راستہ آسان ہو جاتا ہے یہی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو اس میدان میں جاری ہے۔

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ(150)

آپ کہہ دیں: ''تم اپنے گواہ لاؤ جو گواہی دیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو حرام کیا ہے۔'' پھر اگر وہ گواہی دے بھی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں اور نہ ان کی خواہشات کی پیروی کریں جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔(150)

سوال1: قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَ كُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ '' آپ کہہ دیں: '' تم اپنے گواہ لاؤ جو گواہی دیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو حرام کیا ہے پھر اگر وہ گواہی دے بھی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَ كُمُ یعنی آپ کہہ دیں ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرا کر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔ ﴿2﴾ اگر وہ گواہی دیں کہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے تو یا تو وہ گواہ نہیں لاسکیں گے اور ان کا دعوی اور دلیل باطل ثابت ہو جائے گی۔ یا وہ گواہ لے آئیں گے جو جھوٹی گواہی دے گا۔ اور جھوٹے کی گواہی قابل قبول نہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور ان کی تباع کرنے والوں کو اس بات سے روکا ہے کہ اگر وہ گواہی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں۔

سوال2: اس بات سے حق اور باطل کے معاملے میں کس چیز کا اظہار ہو رہا ہے؟

جواب: اس مطالبے سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ حق اور باطل میں ایک عظیم مقابلہ ہے جو فیصلہ کن ہے۔ اس سے اسلام کے مزاج کا اندازہ ہوتا ہے۔

سوال3: دین اسلام میں قانون سازی میں کسی اور کو شریک کرنے کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: اسلام میں کسی کو قانون سازی کا حق دینا اسی طرح شرک ہے جیسے کسی کو اللہ کی ذات میں شریک ٹھہرانا ہے۔ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔ رب کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والے ہیں۔

سوال4: وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ '' اور نہ ان کی خواہشات کی پیروی کریں جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا '' اور نہ ان کی خواہشات کی پیروی کریں جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان لوگوں کی پیروی کرنے سے روکا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے خود اللہ تعالیٰ کو اور حق کو جھٹلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بہترین ہستی کو جھٹلانے والوں کی پیروی سے روکا ہے۔ ﴿2﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو آخرت پر ایمان

نہیں رکھتے ۔ ﴿3﴾ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ” اور وہی (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں“ وہ اپنے رب کے ساتھ باطل معبودوں کو شریک ٹھہراتے ہیں ۔(ایسر التفاسیر:430) ﴿4﴾ ان کا عقیدہ شرک اور تکذیب پر مبنی ہے اور ان کی خواہشات اس عقیدے کے مطابق ہیں ۔اس طرح معلوم ہوا کہ ان کا اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرانا ان کی نفس کی خواہشات کے مطابق ہے اس لیے آپ ان کی پیروی نہ کرو۔

رکوع نمبر:6

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (151)

آپ کہہ دیں: آؤ میں پڑھ کر سناتا ہوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے اور بے حیائی کے قریب نہ جاؤ، ان میں سے جو ظاہر ہو اور جو پوشیدہ ہو اور جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اسے ناحق قتل نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے اس کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔(151)

سوال1: اس آیت کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی وصیت کو دیکھنا چاہے جس پر آپ کی مہر ہے تو یہ آیت قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ سے لے کر لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تک پڑھ لے۔(ترمذی تفسیر سورۃ الانعام)

سوال2: قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ” آپ کہہ دیں: آؤ میں پڑھ کر سناتا ہوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قُلْ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام ٹھہرایا ہے ۔ ﴿2﴾ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ” آؤ میں پڑھ کر سناتا ہوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے“ آؤ میں اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعے یہ بتادوں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا چیزیں حرام کی ہیں یعنی کھانے پینے کی بھی اور اقوال

وافعال میں بھی جو کچھ حرام کیا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر کیا چیزیں حرام ٹھہرائی ہیں یعنی وہ ان سے کس قسم کی پابندیاں چاہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا بنانا اور اس کے سوا کسی کو قابل بھروسہ نہ سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا حرام قرار دیا گیا ہے ﴿2﴾ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا یعنی ان کی نافرمانی کو حرام ٹھہرایا ہے ﴿3﴾ اولاد کو قتل نہ کرنا۔ ﴿4﴾ بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جانا۔ ﴿5﴾ قتل نہ کرنا۔ ﴿6﴾ یتیم کے مال کے قریب نہ جانا۔ ﴿7﴾ ناپ اور تول میں انصاف کرنا۔ ﴿8﴾ انصاف کی بات کہنا اگرچہ زد رشتہ داری پر ہی پڑتی ہو۔ ﴿9﴾ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنا یعنی بدعہدی کو حرام ٹھہرایا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ پابندیوں سے انسانوں کو کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے حرام سے یعنی اس کی عائد کردہ پابندیوں سے انسانوں کو توحید کی روشنی ملتی ہے۔ ﴿2﴾ ان کے اجتماعی رابطے مضبوط ہوجاتے ہیں۔ ﴿3﴾ ان پابندیوں سے ایک ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جس میں لوگوں کے حقوق کی ضمانت ملتی ہے اور فرائض ادا کئے جاتے ہیں۔

سوال4: حلال وحرام مقرر کرنا کس کا کام ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حلال وحرام مقرر کرنا رب کا کام ہے۔ ﴿2﴾ اسی نے بعض چیزیں اپنی حکمت سے حرام قرار دی ہیں۔ رب ہوتے ہوئے یہ اس کا حق بھی ہے اور یہ اسی کے لائق ہے۔

سوال5: جو چیزیں انسان حرام قرار دیتے ہیں ان کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: وہ دراصل حرام نہیں ہیں اس لئے کہ حرام ٹھہرانا انسان کا حق نہیں ہے۔

سوال6: اَلَّا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًا ''یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی حقیقت یہ ہے کہ مخلوق کی اس طرح عبادت کی جائے جیسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے ﴿2﴾ یا مخلوق کی تعظیم اسی طرح کی جائے جس طرح اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی جاتی ہے۔ ﴿3﴾ یا ربوبیت اور الوہیت کی صفات مخلوق میں ثابت کی جائیں۔ ﴿4﴾ جب بندہ ہر قسم کا شرک چھوڑ دیتا ہے تو وہ اپنے احوال میں موحد اور اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص بندہ بن جاتا ہے۔ ﴿5﴾ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی

کو شریک نہ ٹھہرائیں۔﴿5﴾سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے دس باتوں کی نصیحت فرمائی کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا ساجھی نہ بنانا خواہ تجھے قتل کر دیا جائے یا تو جلا دیا جائے اور والدین کی نافرمانی نہ کرنا خواہ ماں باپ تجھے تیری بیوی اور تیرے مال سے تعلق منقطع کر لینے کا حکم دیں۔(احمد)۔﴿6﴾سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے فرمایا یہ کہ تو کسی کو اللہ کا مثل قرار دے باوجود یہ کہ تجھے پیدا اللہ تعالیٰ ہی نے کیا ہے۔سائل نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا اس اندیشہ کی وجہ سے اولاد کو قتل کر دینا کہ وہ تیرے ساتھ تیرے کھانے میں شریک ہو جائے گی۔(متفق علیہ)(تفسیر مظہری:163/4)

سوال8:انسان سب کی غلامی کی نفی کر کے ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسے جڑتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قابل اعتماد نہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔﴿2﴾انسان اس رب کے سوا کسی سے امیدیں نہ باندھ کر اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔﴿3﴾انسان اس کی بڑائی کے سوا کسی کی بڑائی کو تسلیم نہ کر کے اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔﴿4﴾انسان اس کے سوا کسی سے نہ ڈر کر اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔﴿5﴾انسان اسی سے شدید محبت کر کے اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔

سوال9:وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا''اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾رب العزت نے حکم دیا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کے لیے ان سے کریم بات کریں۔﴿2﴾ہر وہ کام حسن سلوک ہے جس سے والدین کو فائدہ حاصل ہو یا انہیں خوشی ہو۔﴿3﴾اپنے اقوال حسنہ اور افعال جمیلہ کے ذریعے اپنے والدین سے حسن سلوک کرو ہر وہ قول و فعل جس سے والدین کو کوئی منفعت حاصل ہو یا اس سے مسرت حاصل ہو تو یہ ان کے ساتھ حسن سلوک ہے حسن سلوک کا وجود نافرمانی کی نفی کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:843/1)﴿4﴾رب العزت کا فرمان ہے:وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَـقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔(بنی اسرائیل:23)﴿5﴾وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا

مَعۡرُوۡفًا ۫ وَّاتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے اٹھایا اور اس کا دودھ چھڑانا دوسال میں ہے کہ میرا شکرادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں ان دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے۔ (لقمان:14,15)《6》 سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ فرمایا: والدین سے حسن سلوک کرنا۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ (مسلم:135)《7》 صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ ایک روز رسول ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: رَغِمَ اَنۡفُہٗ رَغِمَ اَنۡفُہٗ ''یعنی ذلیل ہوگیا، ذلیل ہوگیا، ذلیل ہوگیا۔'' صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کون ذلیل ہوگیا؟ فرمایا وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کے زمانہ میں پایا اور پھر وہ جنت میں داخل نہ ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے کے زمانہ میں والدین کی خدمت سے جنت کا ملنا یقینی ہے بڑا محروم وذلیل ہے وہ شخص جس نے اتنی سستی جنت کو ہاتھ سے کھودیا، سستی اس لئے کہ والدین جو اولاد پر طبعی طور سے خود ہی مہربان ہوتے ہیں وہ ذراسی خدمت سے بہت خوش ہوجاتے ہیں، ان کا خوش رکھنا کسی بڑے عمل کا محتاج نہیں، اور بڑھاپے کی قید اس لئے کہ جس وقت والدین تندرست اور قوی ہیں اور اپنی ضروریات خود پوری کرتے ہیں بلکہ اولاد کی بھی مالی اور جانی امداد کر دیتے ہیں اس وقت تو نہ خدمت کے وہ محتاج ہیں نہ اس خدمت کا کوئی خاص وزن ہے، قابل قدر خدمت اس وقت ہی ہوسکتی ہے جبکہ وہ بڑھاپے کی وجہ سے محتاج ہوں۔ (تفسیر معارف القرآن:3/483،482)

سوال9: اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین سے حسن سلوک کی وصیت کیوں کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ انسان پر والدین اور اولاد سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اس لیے والدین کے بارے میں اولاد کو ذمہ داریاں پوری کرنے کی وصیت کی ہے۔

سوال10: والدین سے حسن سلوک کا معاملہ انسان کے لیے امتحان کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: 《1》 والدین سے حسن سلوک مفاد کی بنیاد پر نہیں حق پہچاننے کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ 《2》 انسان کو دوستوں اور بیوی

بچوں کی محبت والدین سے دور کرنے کا سبب بنتی ہے اور یہ معاملہ انسان کے لئے امتحان بن جاتا ہے۔《3》والدین سے حسن سلوک ہی بتاتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے دین کو باتوں کی سطح پر اختیار کررہا ہے یا عمل کی سطح پر۔

سوال 1: وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ’’ اوراپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اوران کو بھی دیں گے‘‘ قتل اولاد سے روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیسے قائل کیا ہے؟

جواب:《1》اولاد کے بارے میں مفلسی سے نہ ڈرو یعنی رزق کی تنگی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔《2》ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انھیں بھی یعنی رزق کی ذمہ داری تو رب کی ہے تم تو اپنے آپ کو بھی رزق عطا نہیں کر سکتے۔《3》اولاد جب کمزور ہو تو ان کے بارے میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرو، تنگی محسوس نہ کرو۔

سوال 12: وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ’’ اور بے حیائی کے قریب نہ جاؤ، ان میں سے جو ظاہر ہو اور جو پوشیدہ ہو‘‘ فواحش کیا ہوتے ہیں؟

جواب:《1》ہر وہ بات فحش کے دائرے میں آتی ہے جو حد سے بڑھی ہوئی ہو قتل نفس بھی فحش کام ہے، یتیم کا مال کھانا بھی فحش کام ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک بھی فحش کام ہے۔《2》یہاں اس آیت میں فحش سے مراد زنا ہے۔《3》آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی غیرت والا نہیں اس لیے تو اس نے بے حیائی کے تمام کاموں کو حرام کر دیا نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ غیرت اس بات پر آتی ہے جب وہ اپنے کسی بندے یا بندی کو زنا کرتے دیکھتا ہے۔ (بخاری کتاب النکاح باب الغیرہ) آنکھوں کا زنا (غیر عورتوں کو دیکھنا)، کانوں کا زنا (فحاشی کی باتیں سننا ہے)، زبان کا زنا (فحاشی کی بات چیت کرنا ہے) ہاتھ کا زنا (بری اشیاء کو پکڑنا ہے) اور پاؤں کا زنا (برائی کی طرف چلنا ہے) دل کا زنا برائی کی خواہش اور تمنا کرنا ہے۔ پھر شرمگاہ ان سب کی یا تو تصدیق کر دیتی ہے یا تکذیب۔ (مسلم کتاب القدر)《4》زنا کے لیے فواحش کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس میں زنا کے ساتھ زنا کے مقدمات بھی شامل ہیں مثلاً حسن کی نمائش کرنا، مکالمات، حرکتیں اور اشارات، اختلاطِ مرد و زن، ہنسی مذاق اور لوگوں کو آمادہ کرنا سب فواحش میں آتے ہیں۔《5》مَا ظَهَرَ مِنْهَا ’’ان میں سے جو ظاہر ہو‘‘ ظاہری فواحش سے مراد اعضاء سے کیے جانے والے فحش کام ہیں جو معاشرے کا وجود کھوکھلا کر دیتے ہیں۔《6》وَمَا بَطَنَ ’’اور جو پوشیدہ ہو‘‘ خفیہ فواحش سے وہ فواحش مراد ہیں جو دل میں ہوتے ہیں اور دلوں کو گندا کر دیتے ہیں۔ باطنی گناہوں کو اور مشہور عام مفہوم کے اعتبار سے بدکاری و بے حیائی کے جتنے

طریقے کھلے یا چھپے ہوئے ہیں ان سب کو شامل ہے، اور حکم اس میں یہ دیا گیا ہے کہ ان چیزوں کے پاس بھی نہ جاؤ، پاس نہ جانے سے مراد یہ ہے کہ ایسی مجلسوں اور ایسے مقامات سے بھی بچو جہاں جا کر اس کا خطرہ ہو کہ ہم گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے، اور ایسے کاموں سے بھی بچو جن سے ان گناہوں کا راستہ نکلتا ہو، حدیث میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ حَامَ حَوْلَ حَـمىً اوشک اَنْ يَّقَعَ فِيْهِ یعنی جو شخص کسی ممنوع جگہ کے گرد گھومتا ہے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ اس میں داخل بھی ہو جائے۔'' (معارف القرآن:3/486)﴿7﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ ''اور بے حیائی کے قریب نہ جاؤ''فواحش کے قریب جانے کی ممانعت سے مراد ہے کہ کھلے چھپے گناہوں کے متعلقات کے بھی قریب نہ جاؤ یہ فحش کاموں کو انجام دینے سے زیادہ بڑی بات ہے جس میں فحش کاموں کی طرف لے جانے والے اسباب اور ذرائع بھی شامل ہیں۔ فواحش کے قریب جانے سے اس لیے روکا گیا تاکہ برائی میں مبتلا ہونے کے دروازے بند ہو جائیں اور برائیوں سے دور رہنے سے ان کی کشش ختم ہو جائے۔ یہ حکم اس لیے دیا گیا تاکہ خاندان اور معاشرہ پاک رہے اس لیے کہ فحاشی کی گندگی میں کوئی پاکیزہ خاندان اور معاشرہ پروان نہیں چڑھ سکتا۔ ﴿8﴾ رب العزت کا فرمان ہے: وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ورتم گناہ کے ظاہر کو بھی چھوڑ دو اور اس کے باطن کو بھی۔ (الانعام:120)﴿9﴾ اللہ تعالیٰ نے فواحش سے بچنے کے لیے ہی نکاح کا طریقہ جاری فرمایا۔ سنن ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار چیزیں انبیاء کے طریقہ زندگی والی ہیں۔ حیا، عطر لگانا، مسواک کرنا، نکاح کرنا۔ سنن ابوداود میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھلے میدان میں غسل کر رہا ہے۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالی کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالی شرم والا ہے چھپا ہوا ہے شرم کرنے کو پسند فرماتا ہے سو تم میں سے جب کوئی شخص غسل کرے تو پردہ کرے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ حیا و ایمان دونوں ساتھ ساتھ ہیں سو جب ان میں سے ایک اٹھایا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح:432) (تفسیر انوار البیان:2/318)

سوال13: وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ''اور جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اسے ناحق قتل نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کسی کو ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا یہ بھی ظاہر و باطن والے فواحش میں شامل ہے لیکن تاکید کے لیے دوبارہ حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ آسمان زمین والے سب مل کر اگر کسی مومن کے قتل میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالی

ان سب کواوندھے منہ کر کے دوزخ میں ڈال دے گا۔(مشکوۃ:300)《2》اس حکم سے مراد مسلمان جان ہے یعنی اس کوقتل کرنا حرام ہے خواہ بچہ ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، نیک ہو یا بد۔《3》کافر جان کوقتل کرنا بھی ناحق ہے۔معاہدات کی وجہ سے وہ معصوم ہوتے ہیں۔مسلمان کی تو بہت بڑی شان ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جوشخص میری امت پرتلوار لے کرنکلا جونیک اور بدکو مارتا چلا جاتا ہے اوران کے قتل سے پرہیز نہیں کرتا اور جو معاہدہ والے کا عہد پورا نہیں کرتا تو ایسا شخص مجھ سے نہیں اور نہ میں اس سے ہوں۔(مسلم،مشکوۃ:319/2)

سوال14:کسی انسان کاقتل کیوں جائز نہیں؟

جواب:《1》انسانی جان قابل احترام ہے۔《2》ایک انسان کاقتل گویا نسل انسانی کاقتل ہے۔اس اصول کے تحت انسانی زندگی کو بقانصیب ہوتی ہے۔

سوال15:کسی انسان کی جان لینا کیسے جائز ہوتا ہے؟

جواب:جب کوئی اللہ تعالیٰ کا مجرم بن جائے تو مخصوص شرائط کے ساتھ اُس کی جان لی جاسکتی ہے۔

سوال16:ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ’’اللہ تعالیٰ نے اس کاتمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی اللہ تعالیٰ کی وصیت کو سمجھو،اس کی حفاظت کرو،رعایت کرواوراس کوقائم کرو۔《2》یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بندہ اپنی عقل کے مطابق ان امورکوقائم کرتا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔《3》اس وصیت کے ذریعے تمام احکامات کواللہ تعالیٰ کی ذات سے وابستہ کیا جارہا ہے اس طرح یہ ثابت کیا جارہا ہے کہ قانون اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے اس طرح اسلامی معاشرے میں قانون کومحترم بنادیا گیا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ
(152)

اوریتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر جوطریقہ سب سے بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی کو پہنچ جائے اور ناپ اور تول کوانصاف کے ساتھ پورا کرو،ہم کسی شخص کوتکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب تم بات کروتو انصاف کروخواہ کوئی رشتہ

دار ہواور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان احکام کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم نصیحت قبول کرو۔(152)

سوال1: وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر جو طریقہ سب سے بہتر ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یتیم کے سر پر والد کا سایہ نہیں ہوتا۔ ﴿2﴾ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ یعنی بغیر سبب مال لینے کے لیے اس کے مال کو اپنا معاوضہ بنانے کے لیے اس کے مال کے قریب نہ جاؤ جس سے مالی معاملات کی اصلاح ہو اور اس سے یتیم زیادہ فائدہ اٹھا سکے۔ ﴿4﴾ اس آیت کریمہ سے یہ دلیل ملتی ہے کہ جس طریقے سے یتیموں کو نقصان پہنچتا ہو اس طریقے سے ان کے مال کے قریب جانا جائز نہیں۔ نہ اس طریقہ سے تصرف جائز ہے نہ ایسے طریقے سے اس کے مال میں تصرف جائز ہے ﴿3﴾ ''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر جو طریقہ سب سے بہتر ہو'' یعنی ایسے طریقے سے مال کے قریب جاؤ جس سے یتیموں کا نقصان ہوتا ہو۔ ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون کون سے ہیں؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، ایسی جان کو قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، سود، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے بھاگنا اور بھولی بھالی پاکباز مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (بخاری کتاب المحاربین) ﴿6﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب یہ آیت اتری (النساء:10) تو یتیموں کے سرپرستوں نے ان کا کھانا پینا اپنے کھانے پینے سے علیحدہ کر لیا اس سے نہ صرف سرپرستوں کو نقصان اور مشقت اٹھانی پڑی بلکہ یتیموں کو بھی نقصان ہونے لگا اگر کھانا بچ جاتا تو وہ باسی کھاتے اس کا ذکر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو (البقرہ:220) نازل ہوئی اس کے بعد لوگوں نے یتیموں کے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے میں ملا دیا۔ (مختصر ابن کثیر: 555/1)

سوال2: یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یتیم کسی معاشرے کا سب سے کمزور فرد ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ یتیم میں کوئی ایسا سبب نہیں ہوتا جن اسباب کی بناء پر عام طور پر کسی سے حسن سلوک کیا جاتا ہے۔ ﴿3﴾ یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک وہی کرسکتا ہے جو فائدوں اور مصلحتوں سے بلند ہو جائے۔ ﴿4﴾ جو شخص یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرسکتا ہے وہ دوسروں کے ساتھ خیر خواہانہ سلوک کرسکتا ہے۔

سوال3: وہ بہترین طریقہ کیا ہے جو یتیم کے مال کے ساتھ اختیار کیا جاسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سرپرست یتیم کے مال کو تجارت میں لگاتا ہے۔ یتیم کے مال کو ایسے استعمال / خرچ کرتا ہے اس کا مال ختم نہ

ہو۔تجارت میں لگانے والا مال کی بڑھوتری کے لئے کوشش کرتا ہے۔﴿2﴾اگر مال خرچ ہوتا ہے تو اس رفتار سے خرچ نہ کیا جائے کہ ان کے جوان ہونے سے پہلے مال ختم ہو جائے۔

سوال4:اسلام نے یتیم کی ذمہ داری کس پر ڈالی ہے؟

جواب:اسلام نے یتیم کی ذمہ داری پورے معاشرے پر ڈالی ہے کیونکہ معاشرتی تحفظ اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے۔

سوال5:مال یتیم میں کتنا تصرّف کیا جا سکتا ہے؟

جواب:جتنا تصرّف احسن ہو جس میں یتیم کا مال بچے اور اسے ترقی ملے۔

سوال6:یتیم اپنے مال میں کب تصرف کر سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جب یتیم بالغ اور سمجھ دار ہو جائے اور اسے مال میں تصرف کی معرفت حاصل ہو جائے۔(تفسیر سعدی:844/5) ﴿2﴾یتیم بالغ ہونے سے پہلے اپنے مال میں تصرف نہیں کر سکتا۔﴿3﴾مال میں تصرف پر پابندی بلوغت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔

سوال7:حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّہٗ ''یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی کو پہنچ جائے''سن رشد سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾سن رشد سے مراد عقل کی سلامتی کے ساتھ احتلام ہونے کی عمر ہے۔(ایسر التفاسیر:432)﴿2﴾لڑکی کی بلوغت حیض اور حمل کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔﴿3﴾سن رشد اس وقت حاصل ہوتا ہے جب جسمانی اور عقلی قوت کمال تک پہنچ جائے۔

سوال8:یتیم کو مال سپرد کرنے کے لیے سن رشد کی پابندی کیوں عائد کی گئی؟

جواب:سن رشد میں یتیم اپنے مال کی حفاظت کر سکتا ہے اور اسے ترقی دے سکتا ہے۔

سوال9:وَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ ''اور ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی ناپ تول کو پورا کرنے کی ذمہ داری انصاف کے ساتھ ادا کرو، جب تم کوشش کرو گے، کوتاہی نہیں برتو گے تو لاعلمی میں ہو جانے والی غلطی کو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔﴿2﴾رب العزت نے کم تولنے اور ماپنے والوں کے بارے میں فرمایا (المطففین:1،6)﴿3﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ناپ تول کرنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ تم لوگ ایسی دو چیزوں میں مبتلا کیے گئے ہو جن کے بارے میں تم سے پہلی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں۔(مشکوۃ المصابیح:280)

﴿4﴾ موطاامام مالک میں ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس قوم میں خیانت کا رواج ہوجائے اللہ ان کے دلوں میں رعب ڈال دے گا اور جس قوم میں زنا کاری پھیل جائے ان میں موت زیادہ ہوگی اور جولوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کا رزق منقطع ہوجائے گا اور جولوگ ناحق فیصلے کریں گے ان میں قتل وخون عام ہوجائے گا اور جولوگ عہد کی خلاف ورزی کریں گے ان پر دشمن مسلط کردیئے جائیں گے۔(تفسیر انوار البیان:319/2)(تفسیر الدر المنثور:105/3)

سوال10: لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ''ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے یعنی ہر ایک کو اس کی قدرت کے مطابق مکلّف بناتے ہیں۔ ﴿2﴾ یعنی اگر لین دین میں لاعلمی میں کوئی کوتاہی ہوگئی تو وہ معاف ہے۔ ﴿3﴾ اس آیت کریمہ سے علمائے اصول یہ اصول اخذ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ پس اسے جو حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ممکن حد تک اس کی تعمیل کرتا ہے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔(تفسیر سعدی:845/1) ﴿4﴾ بغوی رحمۃ اللہ علیہ معالم التنزیل میں کہتے ہیں یعنی دینے والے کو واجب سے زیادہ دینے کا مکلّف نہیں بنایا گیا اور صاحب حق کو اپنے حق سے کم پر راضی ہونے کا مکلّف نہیں بنایا گیا بلکہ دونوں کا معاملہ وسعت پر ہے کسی پر بھی تنگی نہیں۔(تفسیر انوار البیان:319/2)

سوال11: وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ''جب تم بات کرو تو انصاف کرو خواہ کوئی رشتہ دار ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وَ اِذَا قُلْتُمْ ''جب تم بات کرو'' یعنی جس سے لوگوں کے درمیان فیصلہ ہوتا ہو یا آپ لوگوں کو کوئی اہم بات بتا رہے ہیں مثلاً انہیں خطاب کر رہے ہوں۔ فَاعْدِلُوْا تو انصاف کرو یعنی عدل سے بات کرو۔ ﴿2﴾ عدل کی بات سچائی اور حق کے اظہار پر مشتمل ہوتی ہے۔ ﴿3﴾ عدل کی بات میں کتمان حق نہیں ہوتا۔ ﴿4﴾ علم والے پر فرض ہے کہ وہ ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرے۔ ﴿5﴾ فقہاء نے کہا ہے کہ قاضی پر فرض ہے کہ وہ فریقین کے درمیان اپنے لہجے اور نظر میں بھی عدل کرے۔ ﴿6﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ؗ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؗ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، جو بھی تم عمل کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (المائدہ:8) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا

فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے بنو، اگرچہ تمہاری اپنی جانوں کے یا والدین کے اور رشتے داروں کے خلاف ہو، اگر کوئی مال دار ہے یا فقیر، تو اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے، چنانچہ خواہشِ نفس کی اتباع نہ کرو کہ تم عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو یا پہلوتہی کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جو تم عمل کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (النساء:135)

سوال 12: کائنات میں لین دین کا کیا اصول ہے؟

جواب: کائنات کی ہر چیز دوسرے کو وہی دیتی ہے جو اسے دینا چاہے اور وہی لیتی ہے جو اسے لینا چاہے۔

سوال 13: انسان کو اپنی زندگی میں لین دین کے لیے کیا اصول اختیار کرنا چاہیے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان جب دوسرے انسانوں کے لیے ناپے تو ٹھیک ناپے جب تولے ٹھیک تولے۔ ﴿2﴾ انسان کو اپنے لئے الگ اور دوسروں کے لئے الگ پیمانے نہیں رکھنے چاہئیں۔

سوال 14: رشتہ داری کے معاملے میں انسان سے کمزوری کا ارتکاب کیوں ہوتا ہے؟

جواب: انسان رشتہ داری کے ماحول میں پروان چڑھتا ہے انسانی کمزوری غالب آتی ہے تو انسان رشتہ داری کا لحاظ کر جاتا ہے۔

سوال 15: اسلام انسانی ضمیر کو رشتہ داری کے بارے میں کیا ہدایات دیتا ہے؟

جواب: اسلام انسان کو حق بات اور انصاف کی بات کہنے کی ہدایت دیتا ہے۔ اسلام ہدایت دیتا ہے کہ رشتہ داری کا حق ادا کرتے ہوئے اللہ کے حق کو ضائع نہ کردے۔

سوال 16: وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ''اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو'' اللہ کے عہد سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے سے مراد اس کے احکامات کی اطاعت کرنا ہے اور اس کے نواہی سے رکنا ہے۔ اس کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق عمل کرنا ہے یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے میں شامل ہیں۔ (جامع البیان:90/8) یہ وہ عہد ہے جس میں انسان بندھا ہوا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی اور غلامی کا عہد۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے گئے عہد میں سب سے بڑا عہد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک نہ کریں۔ ﴿3﴾ اللہ

تعالیٰ کے عہد میں سے ہے کہ ناپ تول اور پیمانے پورے رکھیں اور بے گناہ جان کا احترام کریں وغیرہ۔《4》رب العزت کا فرمان ہے: (النحل:191)

سوال 17: ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ''اللہ تعالیٰ نے ان احکام کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ یعنی جس پر عمل کرنے کا اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے۔(تفسیر قاسمی:786/6)《2》یعنی اللہ تعالیٰ نے جتنے احکامات دیے ہیں اس کی وصیت پر پوری طرح عمل کرو۔《3》اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے میں، احکامات کا علم حاصل کرنا اور اس کی حکمتوں کو سمجھنا ضروری ہے۔علم کے بغیر عمل ممکن نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: علم عمل کا امام ہے۔《4》تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور جو چیزیں تم پر حرام کی گئی ہیں ان سے اجتناب کرو۔(ایسر التفاسیر:433,434)

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ(153)

اور بلاشبہ یہی میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کر دیں گے یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم بچ جاؤ۔(153)

سوال 1: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا ''اور بلاشبہ یہی میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی یہ اور اس قسم کے دیگر احکام، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ ہے جو معتدل، آسان اور نہایت مختصر ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کی منزل تک پہنچاتا ہے۔(تفسیر سعدی:845/1)《2》وَاَنَّ هٰذَا ''اور بلاشبہ یہی'' یعنی یہ قرآن مجید جس کی طرف اور جس کے ساتھ میں تمہیں بلاتا ہوں اس چیز کی طرف جو تمہیں زندگی عطا کرنے والی ہے۔《3》صِرَاطِيْ میرا راستہ جس پر میں چلتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور دنیا و آخرت کی سعادت ہے۔(تفسیر مراغی:237/3)《4》مُسْتَقِيْمًا یعنی جو سیدھا ہے حق سے کجی اختیار کرنے والا نہیں۔(جامع البیان:91/8)《5》سیدنا جابر سے مروی ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے اپنے سامنے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا یہ شیطانی راہیں اور بیچ کی لکیر پر انگلی رکھ کر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ابن ماجہ میں

اور بزار میں بھی یہ حدیث ابن مسعود سے کسی نے پوچھا صراط مستقیم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جس پر ہم سے اپنے نبی ﷺ کو چھوڑا اسی کا دوسرا سرا جنت میں جاملتا ہے اس کے دائیں بائیں بہت سی اور راہیں ہیں جن پر لوگ چل رہے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنی طرف بلا رہے ہیں جوان راہوں میں سے کسی راہ لیا وہ جہنم میں پہنچا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر:132/2)

سوال2: فَاتَّبِعُوْهُ ’’ چنانچہ تم اس کی پیروی کرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اس کی پیروی کرو یعنی اس راستے پر چلو۔ تا کہ تم کامیابی اور حقیقی خوشیاں حاصل کر سکو۔

سوال3: وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ’’ اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جُدا کر دیں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ یعنی ان راستوں پر نہ چلو جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اپنے رب کی مخالفت نہ کرو۔ ﴿2﴾ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کر دیں گے وہ تمہیں بھٹکا کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے راستے پر ڈال دیں گے اور تم صراط مستقیم سے ہٹ کر جہنم کے راستے پر چلنے لگو گے۔ ﴿3﴾ عَنْ سَبِيْلِهٖ سے مراد اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ دین اسلام ہے۔ (تفسیر فتح القدیر:223/2) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کو واحد کر کے اپنی فطرت کی طرف مضاف کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔

سوال4: متفرق راستوں پر چلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے احکامات میں موشگافیاں نکالنا اور سارا زور ان ہی پر دینا۔ یہ دراصل متفرق راستوں میں بھٹکنا ہے جو کبھی انسان کو اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچاتا۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے یعنی اسلام پر چل کر انسان کیسا انسان بن جاتا ہے؟

جواب: سیدھے راستے پر چل کر انسان متقی بن جاتا ہے تقویٰ ہی انسان کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف لے جاتا ہے اور اس پر چلاتا ہے۔

سوال6: ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ’’ یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم بچ جاؤ‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے جب تم اس کے احکامات کا علم حاصل کرو گے،اس پر عمل کرو گے تو متقی بن جاؤ گے۔《2》اللہ تعالیٰ نے وصیت کی ہے تاکہ تم کافروں کے راستے اور گمراہی سے بچ جاؤ۔(تفسیر قاسمی:787/6)

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ(154)

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی ہر اس شخص کے لیے نعمت کی تکمیل تھی جو نیکی کی روش اپنائے اور ہر حکم کی تفصیل تھی اور ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں(154)

سوال1:ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ''پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ اس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی تورات عطا فرمائی۔

سوال2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جو کتاب دی گئی اس کو اللہ تعالیٰ نے کس کس اعتبار سے مفید قرار دیا ہے؟

جواب:《1》بھلائی کی روش اختیار کرنے والوں کے لیے نعمت کی تکمیل ہے۔《2》ہر ضروری چیز کی تفصیل ہے۔《3》سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔《4》کتاب اس لیے نازل کی گئی تاکہ لوگ اپنے رب کی ملاقات پر یقین کریں۔

سوال3:تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ ''ہر اس شخص کے لیے نعمت کی تکمیل تھی جو نیکی کی روش اپنائے'' کا کیا مفہوم ہے؟

جواب:《1》تَمَامًا یعنی اپنے احسان اور نعمت کی تکمیل کے لیے۔《2》عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ اس کے لیے جو نیک کام کریں دوسری نعمتوں کے ساتھ کتاب کی بڑی نعمت کے مل جانے پر اس نعمت کی تکمیل بھی ہو گئی جس پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔

اس کتاب میں وہ تمام ضروری امور موجود ہیں جن کی قوم موسیٰ کو ضرورت تھی۔نعمت کی تکمیل ایک اعزاز اور شرف تھا ان لوگوں کے لیے جنہوں نے احسان کی روش اختیار کی اور اپنے رب کی اطاعت کی۔رب کی اطاعت رب کی تعلیم کے بغیر ممکن نہیں۔

سوال4:وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ''اور ہر حکم کی تفصیل تھی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》ہر اس چیز کی تفصیل جس کی انسانوں کو ضرورت تھی خواہ اس کا تعلق حلال وحرام سے ہو یا عقائد سے یا اوامر ونواہی سے۔《2》اس سے مراد حلال وحرام ہیں۔(قتادہ)

سوال5:وَّهُدًى وَّرَحْمَةً ''اور ہدایت اور رحمت تھی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس کے معنی ہیں کہ اس کتاب کے ذریعے قوم ہدایت پائے گی آخرت کی جواب دہی کا یقین کرے گی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مستحق بن جائے گی۔《1》وَّهُدًى اور ہدایت یعنی تورات بھلائی اور خیر کا راستہ دکھاتی ہے۔لوگوں کی راہ نمائی کرتی

ہے۔خیروشر کی پہچان کرواتی ہے۔﴿2﴾وَّ رَحۡمَةً تورات رحمت ہے جس کے ذریعے سعادت اور بہترین بھلائیاں عطا کی گئیں۔

سوال6: لَّعَلَّهُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ ’’تا کہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی تورات کے نازل ہونے کے بعد قیامت اور اعمال کی جزا پر وہ ایمان لے آئیں کیونکہ تورات میں آخرت کے قطعی دلائل ہیں اور اس میں ایسے امور ہیں جو ان کے لیے آخرت کی تیاری اور رب سے ملاقات کی تیاری کو واجب قرار دیتے ہیں۔

رکوع نمبر7

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوۡهُ وَاتَّقُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ(155)

اور یہ ایک بابرکت کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔(155)

سوال1: وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ ’’اور یہ ایک بابرکت کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے‘‘ کتاب برکت والی ہے وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾وَهٰذَا كِتٰبٌ اور یہ کتاب یعنی قرآن مجید۔﴿2﴾اَنۡزَلۡنٰهُ ہم نے اس کو نازل کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی ہے۔﴿3﴾مُبٰرَكٌ برکت والی ہے یعنی اس سے برکت حاصل کی کی جاتی ہے۔﴿4﴾برکت زیادتی اور غور کو کہتے ہیں۔(تفسیر ثعالبی:531/2)﴿5﴾مُبٰرَكٌ ایسی چیز جس کا خیر نفع اور برکت دائمی ہو۔(ایسر التفاسیر:435) یعنی یہ کتاب ہم نے اتاری ہے برکت والی۔یعنی اس کتاب کے اندر خیر کثیر اور بے انتہا علم ہے جس سے تمام علوم مدد لیتے ہیں اور اس سے برکات حاصل کی جاتی ہیں۔کوئی ایسی بھلائی نہیں جس کی طرف اس کتاب عظیم نے دعوت اور ترغیب نہ دی ہو اور اس بھلائی کی حکمتیں اور مصلحتیں بیان نہ کی ہوں جو اس پر آمادہ کرتی ہیں اور کوئی ایسی برائی نہیں جس سے اس کتاب نے روکا اور ڈرایا نہ ہو اور ان اسباب اور عواقب کا ذکر نہ کیا ہو جو اس برائی کے ارتکاب سے باز رکھتے ہوں۔(تفسیر سعدی:847/1)﴿7﴾تورات کے مقابلہ میں قرآن کے زیادہ بابرکت ہونے کے بھی کئی پہلو ہیں۔ایک یہ کہ تورات صرف ایک قوم یعنی بنی اسرائیل کی ہدایت

کے لیے نازل ہوئی تھی جب کہ قرآن سب لوگوں کے لیے ہے اور تمام اقوام عالم سے مخاطب ہے۔ دوسرے یہ کہ تورات ایک مخصوص زمانہ کے لیے تھی جب کہ قرآن قیامت تک کے لیے ہے۔ تیسرے وہ صرف قومی مسائل کا حل پیش کرنے والی تھی یہ پوری انسانیت کے مسائل کا جواب دیتی ہے۔ پھر اس میں پہلی تمام آسمانی کتب وصحائف کے مضامین کو سمو دیا گیا ہے۔ لہٰذا اب تمہیں دائیں بائیں دیکھنے کی ضرورت نہیں اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حظ وافر لینا چاہتے ہو تو اس کی اتباع کرو۔ اور اس بات سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ اس کتاب کے کسی حصہ کی خلاف ورزی تم سے سرزد نہ ہو۔ (تیسیر القرآن:676/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی کتاب کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان اپنے رب کی ملاقات پر یقین کرے۔ ﴿2﴾ انسان دنیا میں اس طرح زندگی گزارے کہ اپنے ہر عمل کے لیے اپنے آپ کو رب کے آگے جواب دہ محسوس کرے۔ ﴿3﴾ انسان ذمہ دارانہ زندگی گزارے۔ ﴿4﴾ انسان اس کتاب کے احکامات کی پیروی کرے۔ ﴿5﴾ انسان اللہ تعالیٰ کا تقوی اختیار کرے تا کہ اس پر رحم کیا جائے۔

سوال 3: فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ''چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تا کہ تم پر رحمت کی جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَاتَّبِعُوْهُ سے مراد ہے اس کی پیروی کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے۔ وَاتَّقُوْا اور اس سے بچو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ (فتح القدیر:226/2) ﴿2﴾ اس سے مراد ہے کہ اوامر ونواہی اور احکامات میں سے جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرو۔ (تفسیر قاسمی:790/6) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ قرآن حکیم میں جو کچھ عقائد وعبادات اور شرائع واحکام میں سے آیا ہے اس کی پیروی کریں۔ بے شک جو اس کی پیروی کرے گا دونوں زندگیوں کی سعادت اور کمال تک پہنچے گا۔ (ایسر التفاسیر:435) ﴿4﴾ یعنی اس کے اوامر ونواہی میں اس کی اتباع کرو اور اس پر اپنے اصول وفروع کی بنیاد رکھو۔ وَاتَّقُوْا اور کسی بھی امر میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے سے ڈرو۔ (تفسیر سعدی:847/1) ﴿5﴾ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ''تا کہ تم پر رحمت کی جائے'' اگر تم قرآن حکیم کی اتباع کرو گے تو شاید آپ پر رحم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن مجید کا علم حاصل کرنا اور اس کی پیروی کرنا ہے۔

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ (156)

کہیں تم یہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے ہی کے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی اور ہم ان کے (کتابوں کے) پڑھنے پڑھانے سے یقیناً غافل تھے۔(156)

سوال 1: اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ’’کہیں تم یہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے ہی کے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی اور ہم ان کے (کتابوں کے) پڑھنے پڑھانے سے یقیناً غافل تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کہیں تم یہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے ہی دو گروہوں پر نازل کی گئی ہے یعنی یہ مبارک کتاب ہم نے تم پر اس لیے بھیجی ہے تا کہ تم پر حجت تمام ہو جائے اور تم یعنی عربوں میں سے کافر یہ نہ کہیں کہ ہم سے پہلے دو گروہوں (یہود و نصاری) پر تو کتاب نازل کی گئی تھی۔ ﴿2﴾ یعنی ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت اور تزکیہ نفس کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔ اور شرک کی گندگی کو واضح کرتی ہے، تا کہ تم یوم حساب کو اپنے شرک اور جرائم کے لیے یہ عذر پیش نہ کرو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی اور وہ یہود و نصاری ہیں۔ (تفسیر مراغی: 242/3:3) ﴿3﴾ وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ یعنی ہم ان کتابوں کو پڑھنے پڑھانے کی خبر ہی نہیں رکھتے تھے۔ یہود و نصاری پر جو کتابیں نازل کی گئیں ہمیں ان کے بارے میں علم نہ تھا، نہ ہم ان کی زبان جانتے تھے۔ جب ہم تک اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں پہنچا تو ہمیں سزا کیوں دی جا رہی ہے؟ ہم نے تمہاری حجت ختم کر دی ہے ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جو تمہاری زبان میں ہے، جامع کتاب ہے، اس سے بڑھ کر کوئی واضح کتاب آسمان سے نازل نہیں کی گئی۔

اَوۡ تَقُوۡلُوۡا لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا الۡكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهۡدٰى مِنۡهُمۡ ۚ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ ۚ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنۡهَا ؕ سَنَجۡزِى الَّذِيۡنَ يَصۡدِفُوۡنَ عَنۡ اٰيٰتِنَا سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ بِمَا كَانُوۡا يَصۡدِفُوۡنَ (157)

یا تم کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب اتاری جاتی تو ہم یقیناً ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، تو بلاشبہ یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی ہے پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور ان سے کنارہ کشی اختیار کی؟ ہم انہیں جلد ہی بہت برے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیات سے کنارہ کشی اختیار

کرتے ہیں اس کے بدلے جو وہ کنارہ کشی اختیار کرتے تھے۔(157)

سوال 1: اَوۡ تَقُوۡلُوۡا لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا الۡكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهۡدٰى مِنۡهُمۡ ’’یا تم کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب اتاری جاتی تو ہم یقیناً ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی کیا تم یہ کہو گے کہ اگر یہود ونصاریٰ کی طرح ہمارے پاس بھی کتاب آتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے؟ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ لَئِنۡ جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ لَّيَكُوۡنُنَّ اَهۡدٰى مِنۡ اِحۡدَى الۡاُمَمِ‌ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ مَّا زَادَهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرَا ۙ اور انہوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ یقیناً اگر ان کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آیا تو وہ یقیناً ضرور ہر امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے، پھر جب ایک خبردار کرنے والا ان کے پاس آیا تو اس نے ان کے دور بھاگنے کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا۔(فاطر:42) اب یہ کتاب کامل ہدایت اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہارے پاس آ گئی ہے۔

سوال 2: فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ ’’تو بلاشبہ یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》رب العزت کی جانب سے تمہارے پاس بَيِّنَةٌ دلیل آ گئی ہے۔ اور اس میں ہر وہ چیز شامل ہے جو حق کو بیان کرے۔ وَهُدًى اور ہدایت یعنی نفع مند علم بھی اور عمل کے لیے راہ نمائی بھی۔ وَّرَحۡمَةٌ اور رحمت یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے رحمت ہے جو اس کی پیروی کرنے والے اور اس کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرنے والے ہیں۔《2》جب یہ کتاب ہدایت، رحمت اور دلیل روشن بن کر آ گئی ہے تو اب آپ پر واجب ہے کہ اس کی دی گئی خبروں پر ایمان لاؤ اور اس کے احکامات کی تعمیل کرو۔

سوال 3: قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے دلیل بنا کر بھیجا ہے دلیل انسان کے حق میں کیسے ہدایت رحمت بنتی ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر مخلوق کو جبراً اپنے حقوق کا پابند بنایا ہے۔《2》اس نے انسان کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں۔《3》کتاب کے ذریعے حق اور باطل سے باخبر کرنے کے لیے دلائل دیے۔《4》انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی کا اندازہ دلیل سے لگاتا ہے۔《5》دلیل انسان کے لیے رحمت بنتی ہے جب انسان دلیل کے ذریعے اپنے رب کو پہچانتا ہے۔《6》یہ دلیل انسان کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنتی ہے جب انسان اس کے ذریعے زندگی گزارنے کا

طریقہ پاتا ہے۔

سوال4: فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ’’پھراس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اوران سے کنارہ کشی اختیار کی؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اس کتاب کی آیات سے منہ موڑے اور پہلو بچا کر نکل جائے۔《2》یہ آیت دلیل ہے کہ کافر دل سے جھٹلاتا ہے اور اعضاء سے عمل ترک کرتا ہے۔(اضواء البیان:548/1)《3》وہ ظالم ہیں جنہوں نے خود بھی قرآن مجید سے فائدہ نہیں اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی بھی نہیں کی بلکہ لوگوں کو بھی اس نیک کام سے روکا۔خود بھی کتاب اللہ سے منہ موڑا اور لوگوں کو بھی اس تک نہیں آنے دیا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ اور وہ اس سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور ہی رہتے ہیں۔(الانعام:26)

سوال5: بڑا ظالم کون ہے؟

جواب:《1》جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے اور اس سے ہٹ کر چلتا ہے۔《2》جو جاہلیت کے طور طریقے اختیار کرتا ہے۔《3》جو جاہلیت کے قوانین زمین میں پھیلا کر فساد کرتا ہے۔

سوال 6: سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ’’ہم انہیں جلد ہی بہت برے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں اس کے بدلے جو وہ کنارہ کشی اختیار کرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات سے منہ موڑنے والوں کو ایسے عذاب کی وعید دی ہے جو انہیں سخت تکلیف دے گا اور ان پر بہت بھاری ہوگا۔《2》یہ عذاب ان کے اعمال کا بدلہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا جیسا کہ فرمایا: وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔(حم السجدہ:46)

سوال7: آیات سے ہٹ کر چلنے والوں کی کیا سزا ہے؟

جواب: اعراض کی پاداش میں برا عذاب۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا

يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (158)

وہ انتظارنہیں کررہے ہیں مگر یہ کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کارب آجائے یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں، جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی، کسی ایسے شخص کا ایمان اسے فائدہ نہ دے گا جو پہلے ہی سے ایمان نہ رکھتا تھا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی آپ کہہ دیں: ''تم بھی انتظار کرو بلاشبہ ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔'' (158)

سوال 1: هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ ''وہ انتظارنہیں کررہے ہیں مگر یہ کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کارب آجائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتے ہیں جو اپنے ظلم پر جمے ہوئے ہیں کہ کیا یہ اس بات کا انتظار کررہے ہیں کہ ان کے سامنے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لیے یا دنیا کا عذاب لے کر آجائیں یا میدان حشر میں فرشتے آجائیں۔ ﴿2﴾ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ ''یا آپ کارب آجائے'' یعنی قیامت کے دن آپ کارب بندوں کے اعمال کی جزا سزا کے لیے آجائے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے افعال اختیاری کا اثبات ہے مثلاً استوا علی العرش آسمان دنیا پر نازل ہونا، اور اس کا آنا مخلوق کی صفات کے ساتھ کسی تشبیہ کے بغیر۔ اور اس اعتبار سے یہ اہل سنت والجماعت کے مذہب کی دلیل ہے اور اس موضوع پر کتاب وسنت میں بہت سا مواد موجود ہے۔ ﴿3﴾ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کی جملہ نشانیوں میں سے ایک نشانی سورج کا مغرب کا طلوع ہونا ہے۔ ﴿4﴾ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حکمت والا ہے کائنات میں یہ سنت جاری وساری ہے کہ ایمان صرف اسی وقت فائدہ دیتا ہے جب وہ اختیاری ہو اضطراری نہ ہو۔ ﴿5﴾ انسان کا اکتساب خیر ایمان ایمان ہی کے ساتھ فائدہ مند ہے نیکی، تقوی وغیرہ اسی وقت فائدہ دیتے ہیں اور نشوونما پاتے ہیں جب بندے کے دامن میں سرمایہ ایمان بھی ہو۔ جب قلب ایمان سے خالی ہو تو بندے کو کوئی چیز فائدہ نہیں دیتی۔ (تفسیر سعدی 850/1:)

سوال 2: اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ''یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد علاقات قیامت ہیں جو قرب قیامت کی دلیل ہیں۔ جیسے نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک سورج مغرب

سے طلوع نہیں ہوگا قیامت نہیں آئے گی پھر جب سورج مغرب سے نکل آئے گا تو تمام روئے زمین کے جن وانس ایمان لے آئیں گے۔ پھر ایمان لانا یا نا لانا برابر ہوگا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔(ترمذی)

سوال3: اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہونے کے بعد ایمان کیوں فائدہ نہیں دے گا؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جب معجزات آتے ہیں اور لوگ جھٹلاتے ہیں تو مہلت ختم ہو جاتی ہے، ایمان اور عمل مفید نہیں رہتے اور جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

سوال4: يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا ''جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی کسی ایسے شخص کا ایمان اسے فائدہ نہ دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جب اللہ تعالیٰ کی کچھ نشانیاں ظاہر ہو جائیں جن سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کی گھڑی قریب آگئی ہے تو کسی کو ایمان فائدہ نہ دے گا۔《2》نبی ﷺ نے فرمایا: جب تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو پھر کسی کو اس کا ایمان کام نہیں آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں لایا تھا۔ جس نے پہلے سے کوئی نیکی نہیں کی تھی۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال کا ظہور، دابۃ الارض کا نکلنا۔(مسلم)《3》مسند احمد کی روایت میں دخان یعنی دھوئیں کا ذکر ہے۔《4》سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ برآمد ہوئے بالا خانہ پر اور ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا قیامت نہ ہوگی یہاں تک کہ دس نشانیاں ظاہر ہوں ایک تو سورج کا پچھّم سے نکلنا (جدھر ڈوبتا ہے ادھر ہی سے) دوسرے دجال کا نکلنا (جو کانا ہوگا) تیسرے دھوئیں کا نکلنا چوتھے دابتہ الارض کا نکلنا (یعنی زمین کے جانور کا جو صفا پہاڑ سے نکلے گا اور کافروں اور مومن پر نشان کر دیگا) پانچویں یاجوج اور ماجوج کا نکلنا، وہ دو قومیں ہیں یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے جو قیامت کے قریب ظاہر ہونگے چھٹے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کا اترنا (آسمان سے دنیا کی طرف وہ بیت المقدس میں اتریں گے۔ ساتویں زمین کا دھنسنا مشرق میں آٹھویں زمین کا دھنسنا مغرب میں نویں زمین کا دھنسنا عرب کے جزیرے میں دسویں ایک آگ جو عدن کی نشیب سے نکلے گی جس ابین کہتے ہیں (ابین بروزن احمر ایک گاؤں ہے یمن کے علاقہ میں ساحل سے ایک جانب پر) وہ لوگوں کو محشر کی طرف (یعنی شام کے ملک کی طرف شام کو محشر کہتے ہیں کیونکہ حشر اسی زمین پر ہوگا) لیجائی گی اور جب لوگ آرام کریں گے تو آگ بھی آرام کریگی انکے ساتھ (یعنی ٹھہری رہے گی گویا وہ آگ بقدر الٰہی لوگوں کو ہانکنے والی ہوگی ملک شام کی طرف)۔(ابن ماجہ:4055)《5》سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے دجال

کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے (اس فرنہ کی کبھی) تحقیر کی اور کبھی بڑا کر کے بیان فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے۔ پس جب ہم شام کو آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ہم سے اس بارے میں معلوم کر لیا تو فرمایا: تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے صبح دجال کا ذکر کیا اور اس میں آپ ﷺ نے کبھی تحقیر کی اور کبھی اس فتنہ کو بڑا کر کے بیان کیا، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے بارے میں دجال کے علاوہ دوسرے فتنوں کا زیادہ خوف کرتا ہوں۔ اگر وہ میری موجودگی میں ظاہر ہو گیا تو میں تمہارے بجائے اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر میری غیر موجودگی میں ظاہر ہوا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرنے والا ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ اور نگہبان ہوگا۔ بے شک (دجال) نوجوان، گھنگریالے بالوں والا اور پھولی ہوئی آنکھ والا ہوگا۔ گویا کہ میں اسے عبدالعزیٰ بن قطن کے ساتھ تشبیہ دیتا ہوں۔ پس تم میں سے جو کوئی اسے پالے تو چاہیے کہ اس پر سورہ کہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرے۔ بے شک اس کا خروج شام اور عراق کے درمیان سے ہوگا۔ پھر وہ اپنے دائیں اور بائیں جانب فساد برپا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ زمین میں کتنا عرصہ رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چالس دن اور ایک دن سال کے برابر اور ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی ایام تمہارے عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ دن جو سال کے برابر ہوگا کیا اس میں ہمارے لیے ایک دن کی نمازیں پڑھنا کافی ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر لینا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کی زمین میں چلنے کی تیزی کیا ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس بارش کی طرح جسے ہوا دھکیل رہی ہو۔ پس وہ ایک قوم کے پاس آئے گا اور انہیں دعوت دے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت قبول کر لیں گے۔ پھر وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین سبزا اگائے گی اور اسے چرنے والے جانور شام کے وقت آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے، تھن بڑے اور کوکھیں تنی ہوں گی۔ پھر وہ ایک اور قوم کے پاس جائے گا اور انہیں دعوت دے گا۔ وہ اس کے قول کو رد کر دیں گے۔ تو وہ ان سے واپس لوٹ آئے گا۔ پس وہ قحط زدہ ہو جائیں گے کہ ان کے پاس دن کے مالوں میں سے کچھ بھی نہ رہے گا، پھر وہ ایک بنجر زمین اور ویران زمین کے پاس سے گزرے گا اور اسے کہے گا کہ اپنے خزانے کو نکال دے زمین کے خزانے اس کے پاس آئیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سرداروں کے پاس آتی ہیں۔ پھر وہ ایک کڑیل اور کامل

الشباب آدمی کو بلائے گا اور اسے تلوار مار کر اس کے دوٹکڑے کر دے گا اور دونوں ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے ایک تیر کی مسافت پر رکھ دے گا۔ پھر وہ اس (مردہ) کو آواز دے گا تو وہ زندہ ہو کر چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا۔ دجال کے اسی فعل کے دوران اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا وہ دمشق کے مشرق میں سفید منارے کے پاس زرد رنگ کے حلے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے جب وہ اپنے سر کو جھکائیں گے تو اس سے قطرے گریں گے اور جب اپنے سر کو اٹھائیں گے تو اس سے سفید موتیوں کی طرح قطرے ٹپکیں گے اور جو کافر بھی اس کی خوشبو سونگھے گا وہ مرے بغیر نہ سکے گا اور ان کی خوشبو وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی پس مسیح علیہ السلام (دجال کو) طلب کریں گے اسے باب لد پر پائیں گے تو اسے قتل کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے پاس وہ قوم آئے گی جسے اللہ تعالیٰ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا پس عیسیٰ علیہ السلام ان کے چہروں کو صاف کریں گے اور انہیں جنت میں ملنے والے ان کے درجات بتائیں گے۔ پس اسی دوران عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ رب العزت وحی نازل فرمائیں گے کہ تحقیق! میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں پس آپ میرے بندوں کو حفاظت کے لیے طور کی طرف لے جائیں اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر انچائی سے نکل پڑیں گے۔ ان کی اگلی جماعتیں بحیرہ طبری پر سے گزریں گی اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور ان کی آخری جماعتیں گزریں گی تو کہیں گی کہ اس جگہ کسی وقت پانی موجود تھا اللہ تعالیٰ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی محصور ہو جائیں گے، یہاں تک کہ ان میں کسی ایک کے لیے بیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے لیے آج کل کے سو دینار سے افضل و بہتر ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا۔ وہ ایک جان کی موت کی طرح سب کے سب ایک لخت مرجائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نبی عیسی علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین کی طرف اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت کی جگہ بھی یاجوج ماجوج کی علامات اور بدبو سے انہیں خالی نہ ملے گی۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اونٹوں کی گردنوں کے برابر پرندے بھیجیں گے جو انہیں اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ چاہے وہ انہیں پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جس سے ہر مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا بالوں کا آئینہ کی طرف صاف ہو جائے گا اور زمین مثل باغ یا حوض کے دھل جائے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل کو اگا دے اور اپنی برکت کو لوٹا دے۔ پس ان دنوں ایسی برکت ہو گی کہ ایک انار کو ایک پوری جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے میں سایہ حاصل کرے گی اور دودھ میں اتنی برکت دی

جائے گی کہ ایک دودھ دینے والی گائے قبیلہ کے لوگوں کے لیے کافی ہوجائے گی اورایک دودھ دینے والی اونٹنی ایک بڑی جماعت کے لیے کافی ہوگی اورایک دودھ دینے والی بکری پورے گھرانے کے لیے کفایت کرجائے گی۔اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جولوگوں کی بغلوں کے نیچے تک پہنچ جائے گی۔پھر ہر مسلمان اور ہر مومن کی روح قبض کرلی جائے گی اور بدلوگ باقی رہ جائیں گے جوگدھوں کی طرح کھلے بندوں جماع کریں گے۔پس انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔(مسلم:7373)

﴿6﴾ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے دجال کے بارے میں فرمایا کہ اس کے ساتھ پانی اورآگ ہوگی اوراس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگی اور پانی آگ ہوگا۔سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے بھی یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔(بخاری:7130)﴿7﴾ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے ہم سے دجال کے متعلق ایک طویل بیان کیا۔نبی ﷺ کے ارشادات میں یہ بھی تھا کہ آپ نے فرمایا دجال آئے گا اوراس کے لیے ناممکن ہوگا کہ مدینہ کی گھاٹیوں میں داخل ہو۔چنانچہ وہ مدینہ منورہ کے قریب کسی شورزمین پر قیام کرے گا پھراس دن اس کے پاس ایک مردمومن جائے گا اورافضل ترین لوگوں میں سے ہوگا اوراس سے کہے گا کہ میں گواہی دیتاہوں اس بات کی جورسول کریم ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا تھا۔اس پر دجال کہے گا کیا تم دیکھتے ہواگر میں اسے قتل کردوں اور پھرزندہ کروں تو کیا تمہیں میرے معاملہ میں شک وشبہ باقی رہے گا؟اس کے پاس والے لوگ کہیں گے کہ نہیں۔چنانچہ وہ اس صاحب کوقتل کردے گااور پھراسے زندہ کردے گا۔اب وہ صاحب کہیں گے کہ واللہ! آج سے زیادہ مجھے تیرے معاملہ میں پہلے اتنی بصیرت حاصل نہ تھی۔اس پر دجال پھرانہیں قتل کرنا چاہے گالیکن اس مرتبہ اسے مارنہ سکے گا۔(بخاری:7132)﴿8﴾ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک خلیفہ کی وفات کے وقت(لوگوں) میں اختلاف ہوگا تو اہل مدینہ میں سے ایک شخص،مکہ مکرمہ کی جانب بھاگتا ہوا نکلے گا کہ اہل مکہ اس شخص کے پاس آئیں گے اوراس کا امامت کے لئے نکالیں گے حالانکہ وہ شخص امامت کے لئے راضی نہیں ہوگا پھرلوگ اس شخص سے حجراسوداور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کریں گے پھراسی وقت شام سے ایک لشکراس شخص کی طرف روانہ کیا جائے گا تو وہ لشکر مقام بیداء میں زمین کے اندر دھنس جائے گا جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے،پھرجس وقت لوگ اس حالت کو دیکھیں گے کہ ملک شام کے ابدال اورعراق کی جماعتیں اس شخص کے پاس آئیں گی اوراس شخص سے بیعت کریں گی اس کے بعدقبیلہ قریش میں سے ایک شخص پیدا ہوگا اس شخص کی ننھیال،قبیلہ بنی قلب سے ہوگی اور وہ شخص ان لوگوں کی جانب ایک لشکر روانہ کرے گا تو اس لشکر پر(امام) مہدی کے

ماننے والے غالب آئیں گے،اور یہی کلب کا لشکر ہے پھراس شخص پر افسوس ہے جو کہ قبیلہ کلب کی جنگ کا مال غنیمت نہ حاصل کرے اس کے بعد (امام) مہدی مال غنیمت تقسیم فرمائیں گے اور لوگوں میں ان کے نبی کی سنت کو زندہ کریں گے اور دین اسلام کو اپنی گردن میں ڈالیں گے (یعنی اسلام کے نظام کو قائم کریں گے) اس کے بعد وہ سات سال تک زندہ رہ کر انتقال کر جائیں گے اور تمام مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔امام ابوداود نے فرمایا بعض حضرات نے ہشام سے روایت کیا ہے کہ وہ نو سال تک زندہ رہیں گے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ سات سال تک زندہ رہیں گے۔(ابی داود:4286)

سوال5: لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ''کسی ایسے شخص کا ایمان اسے فائدہ نہ دے گا جو پہلے ہی سے ایمان نہ رکھتا تھا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ جب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو کافروں کا ایمان انہیں نفع نہیں دے گا۔نہ ایسے مومنوں کو جو عمل میں کوتاہی کرتے ہیں انہیں بھی ان کے اعمال میں اضافہ کا فائدہ نہیں دے گا۔﴿2﴾ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف وہی ایمان کام آئے گا جو پہلے سے ہوگا۔اور صرف وہی نیک اعمال فائدہ دیں گے جو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہونے سے پہلے کیے ہوں گے۔﴿3﴾ صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ پچھّم سے سورج طلوع نہ ہو سو جب سورج (پچھّم سے) نکلے گا اور لوگ اسے دیکھ لیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے اور اس وقت کسی شخص کو ایمان نفع نہ دے گا اس کے بعد آپ نے آیت بالا تلاوت فرمائی۔﴿4﴾ سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ نے مغرب کی طرف ایک دروازہ بنایا ہے جو اتنا چوڑا ہے کہ اس کی دونوں جانبوں کے درمیان ستر سال تک چل سکتے ہیں یہ دروازہ توبہ کا دروازہ ہے جب تک اس کی جانب سورج نہیں نکلے گا اس وقت تک بند نہ کیا جائے گا۔(اور اس وقت تک توبہ قبول ہوتی رہے گی) اللہ عزوجل نے فرمایا: يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ میں اسی کو بیان فرمایا ہے۔(ترمذی،ابن ماجہ)﴿5﴾ معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہجرت منقطع ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہوگی اور توبہ منقطع نہ ہوگی جب تک پچھّم سے سورج نہ نکلے گا۔(ابوداود، دارمی)

سوال6: قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ '' آپ کہہ دیں: ''تم بھی انتظار کرو بلاشبہ ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس آیت میں نبی ﷺ کے جھٹلانے والوں کے لیے وعید ہے کہ آپ ﷺ بھی نشانیوں کے منتظر ہیں اور کافر بھی۔جلد ہی معلوم ہوجائے گا کہ تم دونوں میں سے امن کا زیادہ مستحق ہے۔رب العزت نے فرمایا: فَهَلۡ يَنظُرُونَ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ أَن تَأۡتِيَهُم بَغۡتَةًۖ فَقَدۡ جَآءَ أَشۡرَاطُهَاۚ فَأَنَّىٰ لَهُمۡ إِذَا جَآءَتۡهُمۡ ذِكۡرَىٰهُمۡ سو وہ اپنے پاس قیامت ہی کے اچانک آنے کا انتظار کر رہے ہیں، بے شک اس کی علامات تو آ چکیں، پھر جب وہ ان کے پاس آجائے گی ان کے لیے نصیحت کیسے ممکن ہوگی؟(محمد:18) فَلَمۡ يَكُ يَنفَعُهُمۡ إِيمَٰنُهُمۡ لَمَّا رَأَوۡاْ بَأۡسَنَاۖ سُنَّتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِي قَدۡ خَلَتۡ فِي عِبَادِهِۦۖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ ٱلۡكَٰفِرُونَ پھر ان کا ایمان نہ تھا کہ انہیں کوئی فائدہ دیتا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا،اللہ تعالیٰ کا طریقہ جو یقیناً اس کے بندوں میں پہلے گزر چکا ہے،اوراس وقت کافر لوگ خسارے میں رہے۔(غافر:85)

إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ وَكَانُواْ شِيَعٗا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِي شَيۡءٍۚ إِنَّمَآ أَمۡرُهُمۡ إِلَى ٱللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُواْ يَفۡعَلُونَ(159)

یقیناً جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور گروہ گروہ بن گئے ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، یقیناً ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے ہے، پھر وہی ان کو بتائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔(159)

سوال 1: إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ وَكَانُواْ شِيَعٗا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِي شَيۡءٍ ''یقیناً جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور گروہ گروہ بن گئے ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ ''یقیناً جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کو وعید سنائی ہے جنہوں نے دین میں فرقہ بندی کی اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور ہر ایک نے اپنا نام رکھ لیا مثلاً یہودیت ، عیسائیت اور مجوسیت وغیرہ۔﴿2﴾ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ دین اجتماعیت اور اکٹھے رہنے کا حکم دیتا ہے، تفرقہ بازی، اہل دین میں اور تمام اصولی وفروعی مسائل میں اختلاف پیدا کرنے سے روکتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ ان سے برات کا اظہار کریں جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا۔(تفسیر سعدی:851/1)﴿3﴾ لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِي شَيۡءٍ ''ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں'' نہ آپ ﷺ ان میں سے ہیں نہ وہ آپ میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے آپ سے عناد رکھا ہے اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دین لے کر آئے ہیں اس سے دشمنی رکھی ہے۔

سوال2: وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ''اور گروہ گروہ بن گئے ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》 وَ كَانُوْا شِيَعًا '' اور گروہ گروہ بن گئے'' یہ آیت یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں اتری لیکن اس کا حکم عام ہے۔اس کی وعید میں ہر وہ شخص داخل ہے جو دین کی مخالفت کرتا ہو، دین میں پھوٹ ڈالتا ہو، خواہش کا پرستار ہو اور نیا مذہب ایجاد کرتا ہو۔ کیونکہ رحمت عالم ﷺ جو دین لے کر تشریف لائے وہ ایک ہی دین ہے۔《2》فرقہ بازی ایسی لعنت ہے کہ ملت وحدت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیتی ہے اور ایسی قوم کی ساکھ اور وقار دنیا کی نظروں سے گر جاتا ہے۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرقہ بندی کو عذاب ہی کی ایک قسم بتایا ہے۔اور دوسرے مقام پر فرقہ بازوں کو مشرکین کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ کسی بھی مذہبی فرقہ کا آغاز کسی بدعی عقیدہ سے یا عمل سے ہوتا ہے۔مثلاً کسی نبی یا رسول یا بزرگ اور ولی کو اس کے اصل مقام سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک بنا دینا یا کسی کی شان کو بڑھا کر بیان کرنا یا کسی سے بغض وعناد وغیرہ۔یہی وہ غلو فی الدین ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے شدت سے منع فرمایا اور بدعی اعمال کا زیادہ تر تعلق سنے رسول ﷺ سے ہوتا ہے۔ کسی سنت رسول ﷺ کو ترک کر دینا یا کسی نئے کام کا ثواب کی نیت سے دین میں اضافہ کر دینا وغیرہ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دین میں اس کام کی پہلے کمی رہ گئی تھی جواب پوری کی جارہی ہے پھر یہ فرقہ بازیاں عموماً دو ہی قسم کی ہوتی ہیں ایک مذہبی جیسے کسی مخصوص امام کی تقلید میں انتہاپسندی۔یا کسی معمولی قسم کے اختلاف کو اہم اور اہم اختلاف کو معمولی بنا دینا۔اور دوسرے سیاسی۔جیسے علاقائی، قومی، لسانی اور لونی بنیادوں پر فرقہ بنانا، غرض جتنے بھی فرقے بنائے جاتے ہیں ان کی تہہ میں آپ کو دو ہی باتیں کارفرما نظر آئیں گی ایک حب مال اور ایک حب جاہ۔اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھیڑوں کے کسی ریوڑ میں دو بھوکے بھیڑیئے اتنی تباہی نہیں مچاتے جتنا حب مال یا حب جاہ کسی کے ایمان کو برباد کرتے ہیں۔(ترمذی، تیسیر القرآن:678/1)《3》سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا جیسا بنی اسرائیل پر آیا تھا (پوری طرح ان کے مطابق عمل کریں گے) جیسا کہ ایک جوتا دوسرے جوتا کے موافق بنایا ہوا ہوتا ہے حتی کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا تھا تو میری امت میں سے بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا کریں گے۔(پھر فرمایا) کہ بنی اسرائیل کے 72 فرقے ہو گئے تھے اور میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی یہ سب فرقے دوزخ میں ہوں گے سوائے ایک ملت کے۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ ملت کون سی ہے جو جنت والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مَآ اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِهٖ جس ملت اور دین پر

میں اور میرے صحابہ ہیں وہ جنت والی ہے۔(ترمذی، انوار البیان:328/2)《4》حذیفہ بن یمان کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جماعۃ المسلمین اوران کے امام سے چمٹے رہنا۔میں نے عرض کیا کہ اگر جماعت نہ ہواور امام بھی نہ ہوتو کیا کروں؟فرمایا: تو پھران تمام فرقوں سے الگ رہنا خواہ تمہیں درختوں کی جڑیں ہی کیوں نہ چبانی پڑیں۔یہاں تک کہ تمہیں اسی حالت میں موت آجائے۔(بخاری کتاب الفتن)《5》آپ ﷺ نے فرمایا:میری امت بہتر(72)فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے ایک فرقہ نجات پائے گا باقی سب جہنمی ہوں گے صحابہ نے پوچھا وہ نجات پانے والا فرقہ کونسا ہوگا؟فرمایا جواس راہ پر چلے گا جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔(ترمذی کتاب الایمان)

سوال3:انسان اختلافات کا شکار کیسے ہوتے ہیں؟

جواب:انسان سادہ احکامات میں طرح طرح کی موشگافیاں نکالتے ہیں جس سے دین میں فرقہ بندیاں ہوجاتی ہیں۔

سوال4:انسان اختلافات سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب:سادہ اور فطری دین کواپنا کر،اسی پر اپنی ساری توجہ لگا کر اختلاف سے بچا جاسکتا ہے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

سوال6: اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ''یقیناً ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے ہے،پھر وہی ان کو بتائے گا جو وہ کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا وہی انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا۔《2》اللہ تعالیٰ انہیں ان کے افعال کے بارے میں آگاہ کرے گا۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ(160)

جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا اور جو بُرائی لائے گا تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔(160)

سوال1: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ''جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ جوکوئی نیکی لے کرآئے گا یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے۔﴿2﴾ اَلْحَسَنَةِ یعنی نیک یخواہ اس کا تعلق قول سے ہو، یا عمل سے، اس کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔﴿3﴾ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ''اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا'' نیکیوں کی کئی گنا جزا میں یہ سب سے کم جزا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے؟ سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔(البقرہ:245)﴿4﴾ نبی ﷺ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں کہ تمہارا عزت والا، جلال والا رب، بڑا ہی مہربان ہے جس نے محض نیکی کا ارادہ ہی کیا اور ابھی نیکی نہیں کی اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔اور جس نے نیکی کر بھی لی اس کے لیے دس سے سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔اگر برائی کر لی تو صرف ایک برائی لکھی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں، سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف بدبخت ہی ہلاک ہوتے ہیں۔(بخاری، مسلم)﴿5﴾ متعدد صحابہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچہ بھیج دیا اور وہ اپنے گھر ہی میں رہا تو اسے ہر درہم کے بدلہ سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور جس نے اپنی جان سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مال خرچ کیا اس کے لیے ہر درہم کے بدلہ سات لاکھ درہم کا ثواب ہوگا پھر آپ نے آیت کریمہ: وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ تلاوت فرمائی۔(ابن ماجہ، انوار البیان) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں (کے قانون) کو لکھ دیا ہے سو جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے پھر اسے نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے پاس سے ایک پوری نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر ارادہ کرنے کے بعد اس نیکی کو بھی کر لیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے اس جیسی دس نیکیاں سات سو گنا تک (بلکہ) اس سے بھی زیادہ چند در چند کر کے لکھ دیتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے پھر وہ (اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اسے چھوڑ دیتا ہے) اور اپنے ارادہ پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر برائی کا ارادہ کرنے کے بعد اس پر عمل بھی کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک گناہ لکھ دیتا ہے۔(بخاری:161)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نیکی کا اجر دس گنا دیتے ہیں اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾ نیکی کے لئے انسان کو اپنے نفس سے لڑنا پڑتا ہے۔﴿2﴾ انسان کو مخالف ماحول میں صبر اور قربانی کا ثبوت دینا

پڑتا ہے۔﴿3﴾ نیکی پر مشقت عمل ہے اس لئے اس کا اجر کئی گنا ہے۔

سوال3: وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجۡزٰۤی اِلَّا مِثۡلَهَا وَهُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ''اور جو برائی لائے گا تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اوران پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی کی صورت میں دیتا ہے یہ اس کا عدل واحسان ہے۔﴿2﴾ وَهُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔﴿3﴾ جب گناہ کا ارادہ کر کے چھوڑ دیتا ہے اور گناہ کو نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا تَرَکَهُ مِنۡ جَرَّاءِ یعنی اس کے گناہ چھوڑنے کی وجہ سے نیکی لکھی گئی کیونکہ اس نے گناہ میری وجہ سے چھوڑا ہے۔(مسلم:78/1)

سوال4: برائی کا بدلہ برابر کا کیوں ہے؟

جواب: برائی کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے راستے کو چھوڑنا ہے اگرچہ یہ جرم ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی بردباری ہے کہ وہ اتنی ہی سزا دیتا ہے جتنا کسی نے جرم کیا ہو۔

قُلۡ اِنَّنِیۡ هَدٰىنِیۡ رَبِّیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۚ دِیۡنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ۚ وَمَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ (161)

آپ کہہ دیں:''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے، ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے، مشرکوں میں سے نہ تھے۔''(161)

سوال1: قُلۡ اِنَّنِیۡ هَدٰىنِیۡ رَبِّیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ''آپ کہہ دیں:''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قُلۡ اللہ تعالیٰ نے رحمت للعالمین کو حکم دیا ہے کہ آپ ان بتوں کی بندگی کرنے والوں سے کہہ دیں کہ میرے رب نے مجھے سیدھے راستے کی ہدایت دی ہے۔(جامع البیان:116/8)﴿2﴾ اِنَّنِیۡ هَدٰىنِیۡ رَبِّیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے'' آپ اعلان کر دیں کہ مجھے میرے رب نے سچے دین کا راستہ دکھایا جو ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا جو مشرک نہیں تھے۔﴿3﴾ صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ سے مراد ملت ابراہیم ہے۔(فتح القدیر:231/2)

سوال2: دِیۡنًا قِیَمًا ''وہ ایک مضبوط دین ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ دِيۡنًا قِيَمًا ’’وہ ایک مضبوط دین ہے‘‘ یہی وہ دین ہے جس پر سارے انبیاء چلے، جو معتدل دین ہے، جو صحیح اور نفع مند عقائد اور اعمال صالح پر مشتمل ہے۔

سوال3: مِّلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ’’ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ملت ابراہیم اسلام ہی ہے۔﴿2﴾ جو گمراہی سے ہدایت کی طرف مائل ہو۔﴿3﴾ جو باطل دین سے دین حق کی طرف مائل ہو۔(تفسیر منیر:4/479)﴿4﴾ رب العزت کا فرمان ہے: وَمَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصۡطَفَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ اور کون ہے جو ابراہیم کی ملت سے منہ موڑے مگر وہی جس نے خود کو بے وقوف بنالیا ہو حالانکہ ہم نے اسے (ابراہیم کو) دنیا میں چن لیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً آخرت میں صالحین میں سے ہوگا۔(البقرہ:130)﴿5﴾ اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا ؕ وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ۝۱۲۰ شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ ؕ اِجۡتَبٰهُ وَهَدٰٮهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۝۱۲۱ وَاٰتَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ؕ۝۱۲۲ ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ یقیناً ابراہیم ایک امت تھے اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار اور ایک اللہ کی طرف ہو جانے والے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ نے اسے منتخب کیا اور سیدھے راستے کی طرف اسے ہدایت دی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بلاشبہ آخرت میں وہ یقیناً نیک لوگوں میں سے ہوگا۔ پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کریں جو ایک اللہ تعالیٰ کی طرف ہوجانے والے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔(النحل:123-120)

سوال4: قُلۡ اِنَّنِىۡ هَدٰٮنِىۡ رَبِّىۡۤ کے الفاظ کیا ظاہر کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے شکر گزاری کا اظہار ہے۔﴿2﴾ اس اظہار میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ جھلک رہا ہے۔﴿3﴾ اس میں رب کے ساتھ ہدایت کا تعلق اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلسل نگرانی کا اظہار ہے۔﴿4﴾ اس میں اس بات کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین قیم پر چلایا ہے۔

سوال5: حَنِيۡفًا حنیف کسے کہتے ہیں؟

جواب: یک سوکو۔ جو زندگی کے ہر معاملے میں اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی جانب رکھے۔

سوال6: وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ’’مشرکوں میں سے نہ تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں رب العزت کی گواہی ہے کہ وہ کبھی بھی مشرک نہیں تھے۔وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے موحد تھے اوراس کی عبادت میں اخلاص رکھنے والے تھے۔(تفسیر منیر:480/4)

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (162)

آپ کہہ دیں:''بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے جو جہانوں کا رب ہے۔(162)

سوال1: قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ '' آپ کہہ دیں:''بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے جو جہانوں کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي '' آپ کہہ دیں:''بے شک میری نماز اور میری قربانی''الصلوۃ سے مراد نماز اور نسک سے مراد قربانی ہے۔(جامع البیان:118/8)《2》ان دو عبادات کا ذکر ان کے فضل وشرف اور اس بنا پر کیا ہے کہ یہ دونوں عبادات اللہ تعالیٰ سے محبت، دین کو اس کے لیے خالص کرنے،قلب ولسان، جوارح اور قربانی کے ذریعے سے اس کے تقرب کے حصول پر دلالت کرتی ہیں،اور قربانی سے مراد ہے کہ مال وغیرہ کو جو نفس کو محبوب ہے،اس ہستی کے لیے خرچ کرنا جو اس کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ،جس نے اپنی نماز اور قربانی کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرلیا تو یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ اس نے اپنے تمام اعمال واقوال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرلیا۔(تفسیر سعدی: 852/1)《3》صَلَاتِي میری نماز وَ نُسُكِي اور میری قربانی اللہ کے قرب کے لیے ہے۔میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔رب العزت نے فرمایا: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔(الکوثر:2)《4》وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي '' اور میرا جینا اور میرا مرنا'' میرا جینا یعنی جو کچھ میں اپنی زندگی میں کرتا ہوں اور میرا مرنا یعنی اللہ تعالیٰ میرے لیے مقرر کرے گا۔《5》لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ '' اللہ کے لیے جو جہانوں کا رب ہے'' میری عبادت اور قربانی میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہے۔یہ آیت تمام اعمال صالح کی جامع ہے۔ایک توحید پرست مومن اپنے جینے اور اپنے مرنے میں اللہ رب العالمین کے لیے خالص ہوتا ہے۔

سوال2: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت پانا چاہتا ہے اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب:《1》اسے اپنی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنا چاہیے۔《2》اسے قربانی کی سطح پر اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا

چاہیے۔《3》اسے اللہ تعالیٰ کے لئے جینا چاہیے۔《4》اسے موت اس حال میں آنی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بنا ہوا ہو۔

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (163)

اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔(163)

سوال 1: لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ''اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》لَا شَرِيْكَ لَهٗ ''اس کا کوئی شریک نہیں'' شرک سے پاک زندگی کی دعوت ہے اس لئے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔《2》وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے اور میں اس حکم پر عمل پیرا ہوئے بغیر اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرسکتا۔《3》وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ''میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں'' یعنی میں امت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری والا مسلمان ہوں۔

سوال 2: انسان کو اپنی زندگی کس اصول کے مطابق گزارنے کی دعوت دی جا رہی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی زندگی، کہ یہی کامیابی کا اصل سبب ہے۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (164)

آپ کہہ دیں: ''کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے؟'' اور کوئی جان نہیں کماتی (گناہ) مگر اسی پر ہے (وبال) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی، پھر تمہارے رب کی طرف ہی تمہارا لوٹنا ہے، چنانچہ وہ تمہیں اس کے بارے میں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔(164)

سوال 1: قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ''آپ کہہ دیں: ''کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کہہ دیں۔《2》اَغَيْرَ اللّٰهِ کیا میں

غیر اللہ میں سے یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے۔﴿3﴾ اَبۡغِیۡ رَبًّا میں کوئی رب تلاش کروں؟ کیا مجھے یہ زیب دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رب بنالوں۔﴿4﴾ وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيۡءٍ ’’ حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے‘‘ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب ہے۔ جو اس کی عبادت کرتے ہیں اور جو عبادت نہیں کرتے سب کا رب ہے۔ اس نے فرشتوں کو، مسیح علیہ السلام کو، سورج، چاند، ستاروں اور تمام بتوں کو پیدا کیا جیسا کہ اس نے فرمایا: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور اس کو جو تم عمل کرتے ہو۔ (الصافات:96)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا رب ہے، زمین و آسمان کا جو معلوم ہے جو نا معلوم ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے سائے میں ہے۔ اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔﴿6﴾ اس لیے تمام انسانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کریں اور اس پر راضی رہیں اور اس کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائیں۔﴿7﴾ مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ عبادت میں خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں کہ وہی میری بگڑی بنانے والا ہے میں اس کو چھوڑ کر کسی اور کے در پر کیوں جاؤں۔ رب العزت نے توکل اور عبادت کو بہت مقامات پر اکٹھے ذکر فرمایا ہے: اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ (الفاتحہ:5) فَاعۡبُدۡهُ وَتَوَكَّلۡ عَلَيۡهِ سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔ (ھود:123)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب کیوں نہیں بنایا جا سکتا؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ حاکم ہے اس کے سوا کسی کو رب نہیں بنایا جا سکتا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ راہنما ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ حساب لینے والا ہے۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں پوری کائنات ہے۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب کیسے بنایا جا سکتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نظام ربوبیت میں بندھے ہوئے ہیں۔

سوال 3: وَلَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ اِلَّا عَلَيۡهَا ’’ اور کوئی جان نہیں کماتی (گناہ) مگر اسی پر ہے (وبال)‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ہر شخص کا معاملہ اس کا ذاتی معاملہ بھی۔ اجر بھی اس کا سزا بھی اس کی۔﴿2﴾ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔﴿3﴾ ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔ ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ولد زنا کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: اس پر اس کے والدین کے گناہ کا کچھ بھی بوجھ نہیں اور فرمایا: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى

سوال 4: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى ’’ اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ ہر شخص اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔﴿2﴾ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی شخص نہ کسی کے انعام میں شریک ہوسکتا ہے نہ سزا میں۔ اگر کوئی شخص کسی کی گمراہی کا سبب بنا تو اسے سبب بننے کا بوجھ اٹھانا ہوگا اور گناہ کرنے والے کے بوجھ میں کمی نہیں ہوگی۔﴿3﴾ ہر شخص جو خیر وشر کے اعمال انجام دیتا ہے اس کی جزا وسزا اس کے لیے ہے۔﴿4﴾ رب العزت کا فرمان ہے: لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ اس کے لیے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے برائی کمائی۔ (البقرہ:286)﴿5﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ جس نے نیک عمل کیا تو اس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ (حم السجدہ:46)

سوال5: ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ '' پھر تمہارے رب کی طرف ہی تمہارا لوٹنا ہے، چنانچہ وہ تمہیں اس کے بارے میں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی قیامت کے دن ہر شخص لوٹ کر اپنے رب کے پاس جائے گا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ہر ایک سے اس کی نیتوں کے مطابق حساب لے گا، پھر وہ خیر وشر کے بارے میں تمہارے اختلافات سے تمہیں آگاہ کردے گا اور تمہیں اس کی پوری جزا دے گا۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(165)

اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا اور تم میں بعض کو بعض پر درجات میں رتبہ دیا تاکہ وہ ان چیزوں میں تمہیں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں۔ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(165)

سوال1: وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ '' اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا'' اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو جانشین بنانے میں کیا یاد دہانی رکھی ہے؟

جواب:﴿1﴾ یعنی تم ایک دوسرے کے جانشین بنتے ہو اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا اور زمین کی تمام موجودات

کوتمہارے لیے مسخر کر کے تمہیں آزمایا کہ وہ دیکھے تم کیسے عمل کرتے ہو۔(تفسیر سعدی:853/1)《2》دنیا میں ایک قوم ہٹادی جا تی ہے تو اس کی جگہ دوسری قوم لے لیتی ہے۔جو سارے وسائل پر قبضہ کر لیتی ہے۔یہ واقعہ یاد دلاتا ہے کہ کسی کا اقتدار دائمی نہیں ہے۔

سوال2: وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ''اورتم میں بعض کو بعض پر درجات میں رتبہ دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قوت ،رزق،عافیت اور تخلیق میں ایک دوسرے پر فوقیت عطا کی ہے۔《2》رب العزت نے فرمایا: اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ دیکھو کیسے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔(بنی اسرائیل:21)《3》ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ایسے شخص کو دیکھے جو مال اور شکل وصورت میں اس سے بڑھ کر ہے تو اس کو بھی دیکھ لے جو اس سے کم ہے۔(مشکوۃ المصابیح:447/2)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تنظیم کس طرح کی ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے کس کو بلند درجات دیے ہیں کسی کو ماتحت بنایا۔《2》اللہ تعالیٰ نے کسی کو طاقت ور بنایا ہے اور کسی کو کمزور۔《3》اللہ تعالیٰ نے کسی کو مالدار بنایا ہے اور کسی کو غریب۔《4》اللہ تعالیٰ نے کسی کو عقل مند بنایا ہے اور کسی کو نادان ۔

سوال4: لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ''تا کہ وہ ان چیزوں میں تمہیں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》انسانوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کی غرض یہ ہے کہ خوش حال کا شکر اور بدحال اور کثیر العیال کا صبر معلوم ہو جائے۔فراخی اور تنگی ہر حال میں آزمائش ہے۔رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: یاد رکھو دنیا میٹھی اور سرسبز وشاداب ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں صاحب اختیار بنا کر دیکھے گا کہ تمہارا طرز عمل کیا رہتا ہے۔لہذا تمہیں دنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے اور عورتوں سے کافی محتاط رہنا چاہیے۔اسرائیلیوں میں پہلا فتنہ عورتوں ہی کی وجہ سے ہوا۔(مسند احمد)

《2》رب العزت کا فرمان: الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟(الملک:2)

سوال5: اللہ تعالیٰ نے درجات کا فرق کیوں رکھا ہے؟

جواب: ان چیزوں کا امتحان لینے کے لیے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہیں۔

سوال6:انسان کے اندر سرکشی کیوں پید ہوتی ہے؟

جواب:انسان دنیا کی چیزوں کواللہ کا انعام سمجھ لیتا ہے حالانکہ جو کچھ انسان کو ملا ہے آزمائش کے طور پر ملا ہے۔

سوال7:دنیا کی چیزوں کوانعام سمجھنے سے انسان سے انسان کے اندر فخر پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ڈھیٹ ہوجاتا ہے۔

جواب:دنیا کی چیزوں کوانعام سمجھنے سے کی وجہ سے انسان ڈھیٹ ہوجاتا ہے۔

سوال8:دنیا کی چیزوں کوآزمائش سمجھنے سے انسان میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:دنیا کی چیزوں کوآزمائش سمجھنے سے انسان کے اندر عاجزی پیدا ہوتی ہے جواطاعت کرواتی ہے۔

سوال9:اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ''بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ ان لوگوں کوجلد سزا دینے والا ہے جو اس کے احکامات اور آیات کوجھٹلاتے ہیں اوراس کی نافرمانی کرتے ہیں۔《2》اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کا خوف دلا کر اپنی طرف بلاتا ہے تا کہ لوگ اس کی ناراضگی سے محفوظ ہوں۔

سوال10:ڈھیٹ انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی تنبیہ کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ سزا دینے میں بہت تیز ہے۔

سوال11:وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ''اور بلاشبہ وہ یقیناً بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''اطاعت گزاروں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا خوش خبری ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ بخشنے والا،بے حد رحم کرنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں۔گناہوں سے توبہ کر کہ اس کی طرف پلٹ آنے والوں کے لیے مہربان ہے۔《2》اللہ تعالیٰ مغفرت اوررحمت کی طرف بلاتا ہے۔کبھی اپنی ملاقات کا شوق دلاتا ہے،کبھی جنت کی نعمتوں سے رغبت دلاتا ہے تا کہ نیکیاں کرنے کا شوق پیدا ہو۔《3》نبی ﷺ نے فرمایا:اگر مومن کواللہ تعالیٰ کے عذابوں کا پوراعلم ہوجائے تو کوئی جنت کا طالب نہ ہواور اگر کافر کواس کی رحمت کا پوراعلم ہوجائے تو کوئی جنت سے ناامید نہ ہو۔اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا کیں ان میں سے ایک مخلوق کودی اوراسی سے ساری مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور 99 رحمتیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔(مسلم)

سورہ الاعراف

سوال1:اس سورت کا نام الاعراف کیوں ہے؟

جواب:اس سورت میں اعراف کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام الاعراف ہے۔

سوال2:یہ سورت کب نازل ہوئی؟اس کی کتنی اایات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب:یہ مکی سورت ہے اس میں 206 آیات اور 24 رکوع ہیں۔مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے ساتویں نمبر پر ہے۔اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے انتالیسویں 39 نمبر پر ہے۔

سوال3:اس سورت کا موضوع کیا ہے؟

جواب:یہ سورت عقیدے کے موضوع پر ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اثبات ہے۔اور بعث اور جزااور وحی ورسالت کا اثبات ہے۔اس سورت میں کلیات دین اور قصص الانبیاء والمرسلین ہیں۔

سوال4:اس سورت کی فضیلت کیا ہے؟

جواب:سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی دونوں رکعتوں میں اس سورت کو پڑھا کرتے تھے۔(نسائی)

رکوع نمبر 8

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓصٓ (1)

المص (1)

سوال1:الٓمّٓصٓ کی وضاحت کریں؟

جواب:یہ حروف مقطعات ہیں ان کے معنی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ہم پر واجب ہے کہ اس پر ایمان لائیں۔یہ سورت لاعراف کی پہلی آیت ہے۔

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (2)

ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے چنانچہ آپ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو، تاکہ آپ اس کے ذریعے سے خبردار کریں اور مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے۔(2)

سوال1: كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ''ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید کی عظمت کو بیان کیا ہے کہ اے محمد ﷺ! ایک ایسی کتاب آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کی گئی ہے جو عظیم ہے۔ جس میں ایسے امور کی وضاحت ہے جس کے بندے محتاج ہیں۔ اس میں شریعت کے مقاصد کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی پسند اور ناپسند کو واضح کیا گیا ہے تاکہ انسانوں کے لیے اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کرنا آسان ہو جائے۔ یعنی وہ اس نفع مند علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کر کے اس کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

سوال2: فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ ''چنانچہ آپ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نبی ﷺ سے یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ کے دل میں قرآن مجید کے بارے میں کوئی شک وشبہ اور تنگی نہ آئے۔ ﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے: فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ پھر اگر آپ اس بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ اُن لوگوں سے پوچھیں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں، بلاشبہ یقیناً آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق ہی آیا ہے سو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ (یونس:94) اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ یہی حق ہے تیرے رب کی جانب سے، چنانچہ آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔ (آل عمران:60) اگر لوگ قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں تو آپ کے سینے میں اس سے کوئی تنگی پیدا نہ ہو۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے؟ (الشعراء:3) وَ مَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔ (یوسف:103) ﴿3﴾ آپ یقین رکھیں کہ حکمت بھری کتاب رب العالمین کی جانب سے نازل کی گئی ہے۔ اور یہ سب سے سچا کلام ہے۔ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ باطل اس کے پاس نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ (حم السجدہ:42)

سوال3: لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ''تاکہ آپ اس کے ذریعے سے خبردار کریں اور مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:《1》نزول کتاب کے دو مقاصد بیان کے گئے ہیں۔ پہلا مقصد: انذار۔اور دوسرا مقصد: نصیحت ہے۔عمومی انذار سبھی کے لیے ہے جیسا کہ نبی ﷺ کو سارے انسانوں کو خبردار کرنے کا حکم دیا گیا۔یَآیُّھَاالْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ اے کمبل میں لپٹنے والے اٹھو، پھر خبردار کرو۔(المدثر:1,2)تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔(الفرقان:1)ایمان والوں کے لیے نصیحت اور یاددہانی ہوگی۔《2》لِتُنْذِرَ بِهٖ ''تاکہ آپ اس کے ذریعے سے خبردار کریں'' آپ ﷺ اس نازل کردہ کتاب کے ذریعے مشرکوں کو خبردار کریں تاکہ وہ ایمان لے آئیں۔《3》آپ ﷺ کے انذار اور نصیحت سے حق کے دشمنوں پر حجت قائم ہوجائے گی۔《4》وَ ذِكْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ''اور مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے''اس کتاب کے ذریعے آپ ﷺ مومنوں کو نصیحت کریں یہ ان کے لیے یاددہانی ہوگی۔رب العزت کا فرمان ہے:وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور نصیحت کریں، یقیناً نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔(الذاریات:55)اہل ایمان نصیحت کے ذریعے فائدہ اٹھاتے ہیں انہیں ظاہری اور باطنی اعمال کے بارے میں یاددہانی ہوتی ہے۔اور وہ صراط مستقیم پر آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

سوال4: کتاب کے ذریعے''انذار''اور نصیحت کرتے ہوئے دعوت دینے والے کے دل میں تنگی کیوں آتی ہے؟

جواب:《1》حق کی دعوت دینے والے کو جو چیز تکلیف دیتی ہے وہ لوگوں کی سرکشی ہے، جو چیز دعوت دینے والے کو سچ دکھائی دیتی ہے لوگ اسے باطل سمجھ کر ٹھکرا دیتے ہیں، جو چیز دعوت دینے والے کو بہت اہم نظر آتی ہے لوگ اس سے لاپرواہی برتتے ہیں۔یہ رویے دعوت دینے والے کے دل کے اندر تنگی پیدا کرتے ہیں۔《2》دعوت دینے والے کو بعض اوقات یہ خوف ہوتا ہے کہ وہ اس دعوت کی وجہ سے اپنے ماحول میں اجنبی ہوگیا ہے۔اس کے لئے بات سمجھانا مشکل،اس کے لئے لوگوں کو راہ راست پر لانا مشکل،اس کے لئے طعن و تشنیع کو برداشت کرنا مشکل،اس کے لئے مخالفتیں برداشت کرنا مشکل،حتی کہ وہ سٹیج آجاتی ہے جب بات پہنچانا ہی مشکل ہوجاتی ہے ایسے موڑ پر داعی کے دل میں گھٹن آتی ہے قرآن مجید میں اس کیفیت کو ضیق صدر سے بھی واضح کیا گیا ہے۔وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں آپ کا سینہ بے شک اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔(سورۃ الحجر:97)

سوال5: کتاب کس کے لئے نصیحت بنتی ہے؟

جواب:《1》 کتاب عملاً تھوڑے لوگوں کے لئے نصیحت بنتی ہے۔《2》 کتاب اس کے لئے نصیحت بنتی ہے جس کی فطرت مسخ نہ ہوئی ہو اور جو اپنی فطرت کو زندہ رکھے ہوئے ہوں۔《3》 کتاب اس کے لئے نصیحت بنتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے آگے پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو۔《4》 کتاب اس کے لئے نصیحت بنتی ہے جو آخرت کے برے انجام سے ڈرتا ہو۔《5》 کتاب اس کے لئے نصیحت بنتی ہے جو جنت کی حرص رکھتا ہو۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (3)

اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا دوستوں کی پیروی نہ کرو، تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو۔(3)

سوال1: اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ''اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》 اِتَّبِعُوْا پیروی کرو۔ پچھلی آیت میں نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ لوگوں کو خبردار کریں اور ایمان والوں کو نصیحت کریں۔ اس آیت میں امت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی پیروی کریں۔《2》 اعمال کی قبولیت کے لیے رب العزت نے جو پیمانہ مقرر کیا اس میں پہلی شرط یہ ہے کہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ نبی ﷺ کی متابعت میں ہو۔《3》 امام رازی فرماتے ہیں: رسالت کا معاملہ تین امور سے پورا ہوتا ہے۔(کبیر، اشرف الحواشی:181/1)《4》 ہر ایک بات کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا اگر کسی بات پر قرآن وحدیث سے تصریح نہیں ملے گی تو اجماع اور اجتہاد کی طرف رجوع کیا جائے گا کیونکہ یہ دونوں بھی کتاب وسنت کے فروع میں سے ہیں۔(اشرف الحواشی:181/1)《4》 مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ '' جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے'' مَآ اُنْزِلَ میں قرآن مجید کے ساتھ سنت بھی شامل ہے۔ رب العزت نے فرمایا: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کہتا۔ وہ صرف ایک وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔(النجم:4،3)《6》 جو کچھ رب کی طرف سے ہدایت اور نور نازل کیا گیا اس کی پیروی کرو(ایسر التفاسیر:493)《7》 مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے۔ جو تمہاری تربیت کی

تکمیل چاہتا ہے۔اس مقصد کے لیے اس نے کتاب نازل کی کہ اگر تم اس کتاب کی پیروی کرو گے تو تمہاری تربیت مکمل ہوجائے گی،تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمت پوری ہوجائے گی اور تمہیں بہترین اور بلندترین اعمال کی طرف راہ نمائی نصیب ہوگی۔(تفسیر سعدی:855/1)

سوال2: وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ’’اوراس کے سوادوستوں کی پیروی نہ کرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ ’’اوراس کے سوادوستوں کی پیروی نہ کرو‘‘یعنی غیراللہ کی پیروی نہ کرو۔《2》اَوْلِيَآءَ قریش کے گمراہ سردار۔(ایسر التفاسیر:439)اپنے نفس یا شیاطین جونقصان دہ وسوسے ڈالتا ہے۔گمراہی،فساد،شراور برائی کے خیالات ڈالتا ہے۔(تفسیر منیر:495/4)اولیاء سے مرادشرک میں ان کے سردار۔《3》تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو دوست نہ بناؤ۔تم ان کی خواہشات کی پیروی کروگےتوان کی خاطر حق کو چھوڑ دو گے۔(تفسیر سعدی:855/1)

سوال3:وحی کی پیروی کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب:《1》وحی کی پیروی کا حکم اس لئے دیا گیا کہ وحی کی پیروی ہی اسلام ہے۔《2》وحی میں اللہ تعالیٰکے رب ہونے کا اعتراف ہے۔《3》وحی میں اللہ تعالیٰکے حاکم ہونے کا اعتراف ہے۔《4》وحی کی پیروی اللہ تعالیٰکے حکم کی پیروی ہے۔ اللہ حکم دے اور بندے اطاعت کریں۔اللہ تعالیٰ روکے تو بندے رُک جائیں یہی وحی کی پیروی ہے۔یہی پیروی دین ہے۔

سوال4:وحی کی پیروی کیسے کریں؟

جواب:وحی کی پیروی کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کونمونہ بنا کر بھیجا،انھوں نے ایک ایک بات پر عمل کر کے دکھایا،لہذا وحی کی پیروی کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنا لازم ہے۔

سوال5: قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ’’تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》مَّا تَذَكَّرُوْنَ یعنی جوتمہیں نصیحت کی جاتی ہے۔جس کی وجہ سے آپ حق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:438)《2》یاددہانی سے مرادعہد(الست بربکم) کی یاددہانی ہے جو ہرانسان کے تحت الشعور میں موجود ہے۔اور کسی بھی خارجی داعیے سے اس کی یادتازہ ہوجاتی ہے۔یہ قرآن اسی دبے ہوئے شعور کو بیدار کرتا اوراسی عہد کی یادتازہ کرتا ہے۔(تیسیر القرآن:28/2)《3》تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو،اپنی خوہشات کے پیچھے چلنے اور غیروں کی تقلید کی وجہ سے کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔《4》اگر تم نصیحت قبول کر لیتے اور مصلحت کو پہچان لیتے۔تو تم ضرررساں چیز کو نفع بخش

چیز پر اور دشمن کو دوست پر کبھی ترجیح نہ دیتے۔(تفسیر سعدی:855/1)

وَ كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ(4)

اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تو اُن پر ہمارا عذاب رات کو آیا یا جب وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے۔(4)

سوال1: وَ كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تو ان پر ہمارا عذاب رات کو آیا یا جب وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کو دی جانے والی سزاؤں سے ڈرایا ہے جنہوں نے رسولوں کی دعوت کو جھٹلایا اس کا مقصد یہ تھا کہ ان قوموں جیسے کام نہ کریں، ان قوموں پر ہمارا عذاب ایسی حالت میں نازل ہوا جب وہ غفلت میں ڈوبے ہوئے تھے اور عذاب کے بارے میں ان کے دل میں خیال بھی نہیں آیا تھا۔﴿2﴾ رات کے وقت انسان آرام کرتا ہے اور دوپہر کے وقت بھی لوگ آرام کرتے ہیں اس وقت انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ آرام کرے۔﴿3﴾ یہ بستیاں غفلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مستحق ٹھہریں اور غفلت میں مدہوشی کے وقت پکڑ لی گیئں اور دوسروں کے لئے ان کا غفلت میں پکڑا جانا باعث عبرت بن گیا۔ رب العزت کا فرمان ہے: وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اتراتی تھیں تو وہ ان کے گھر ہیں جو ان کے بعد کم ہی آباد ہوئے ہیں اور ہم ہی وارث ہونے والے ہیں۔(القصص:58)

سوال2: غفلت کی حالت میں عذاب میں مبتلا ہونے کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اس حالت میں کسی کی پکڑ انسان کو خوف میں مبتلا کرتی ہے۔﴿2﴾ اس کے نتیجے میں انسان محتاط ہو جاتا ہے۔﴿3﴾ اس کے نتیجے میں انسان نصیحت حاصل کرتا ہے۔﴿4﴾ اس کے نتیجے میں انسان تقویٰ حاصل کرتا ہے۔

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ(5)

پھر جب ہمارا عذاب اُن پر آیا تو اُن کی پکار اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انہوں نے کہا کہ ہم واقعی ظالم تھے۔(5)

سوال1: فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ''پھر جب ہمارا عذاب ان پر آیا تو ان کی پکار اس کے

سوا کچھ نہ تھی کہ انہوں نے کہا کہ ہم واقعی ظالم تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جب ان قوموں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو نہ وہ خود اپنے آپ کو عذاب سے بچا سکے نہ ان کے نہ ان کے معبود ہی ان کے کام آ سکے جن سے انہیں بہت امیدیں وابستہ تھیں۔《2》جب ان پر عذاب نازل ہوا تو اقرار جرم کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا۔

سوال2: مجرموں نے کیا ظلم کیا تھا؟

جواب: شرک جو سب سے بڑا ظلم ہے۔

سوال3: کیا مجرموں کے لیے اعتراف مفید ثابت ہوتا ہے؟

جواب:《1》مجرموں کی ندامت اور اعتراف کی وجہ سے عذاب نہیں ٹل سکتا۔《2》توبہ کا دروازہ بند ہونے کے بعد کسی کا اعتراف مفید نہیں رہ جاتا۔رب العزت نے سورۃ الانبیاء میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ اور کتنی ہی ظالم بستیاں تھیں جنہیں ہم نے تہس نہس کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں۔تو جب انہوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا تب وہاں سے وہ بھاگ رہے تھے۔بھاگو مت!اور واپس جاؤ اس عیش کے سامان کی طرف جو تمہیں دیا گیا تھا اور اپنے گھروں میں تاکہ تم سے پوچھا جائے۔انہوں نے کہا کہ ہائے ہماری کم بختی!یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔تو اُن کی ہمیشہ یہی پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹا ہوا، بجھا ہوا بنا دیا۔(الانبیاء:15-11)

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ (6)

پھر یقیناً ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقیناً ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔(6)

سوال1: فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ ’’پھر یقیناً ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے‘‘ جن لوگوں کو دعوت دی گئی ان سے اور پیغمبروں سے بازپرس کہاں ہوگی؟

جواب:《1》یہ سوال و جواب بڑے حشر کے اجتماع میں ہوں گے۔جہاں کوئی راز راز نہ رہے گا۔《2》سوال یہ ہوگا کہ تم

نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟

سوال2: عام لوگوں سے کیا سوال ہوگا؟

جواب: ﴿1﴾ عام لوگوں سے باز پرس ہوگی کہ جب پیغمبروں نے دعوت دی تھی اور حق تمہارے سامنے آ گیا تھا پھراس کو مان لینے سے کیوں رکے رہے؟ ﴿2﴾ عام لوگوں سے ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ ﴿3﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہرایک نگران اور ہرایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ امام نگہبان ہے اس سے لوگوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور مرد سے اس کے گھر والوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور عورت سے اس کے شوہر کے گھر کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور غلام سے آقا کے مال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (بخاری، باب فی الجمعہ:11) ﴿4﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کے قدم حشر کے میدان میں اٹھ نہیں سکیں گے۔ جب تک اس سے عمر کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا کہ کن کاموں میں گزاری؟ اوراس کے عمل کے بارے میں جواس نے کیا۔ اوراس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اوراس کے جسم کے بارے میں کہاں اسے گھلایا؟ (ترمذی فی القیامۃ)

سوال3: وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ”اور یقیناً ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے“ پیغمبروں سے کیا سوال ہوگا؟

جواب: ﴿1﴾ پیغمبروں سے یہ سوال کریں گے کہ انھوں نے پیغام رسائی کا فرض کہاں تک ادا کیا اور انھیں کیا جواب ملا؟ رب العزت نے فرمایا: وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) انہیں پکارے گا پس فرمائے گا: ”تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟“ (القصص:65) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ اوراسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہوجاؤ اور رسول تم پر گواہ ہوجائیں۔ (البقرہ:143)

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ (7)

ہم ان کے سامنے پورے علم کے ساتھ ضرور بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب نہ تھے۔ (7)

سوال1: فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ ”ہم اُن کے سامنے پورے علم کے ساتھ ضرور بیان کریں گے“ اللہ تعالیٰ پورے علم کے ساتھ کون سی سرگزشت پیش کریں گے؟

جواب:﴿1﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ ''ہم ان کے سامنے ضرور بیان کریں گے'' اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو بتادیں گے کہ وہ کیا عمل کرتے رہے؟﴿2﴾ بِعِلْمٍ اللہ تعالیٰ اپنے علم سے لوگوں کے اعمال کے بارے میں بتادیں گے۔رب العزت کا فرمان ہے: وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔ (الانعام:59)

سوال2: وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ''اور ہم کہیں غائب نہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی ہم کسی وقت بھی غیر موجود نہ تھے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا تو انہیں بتادے گا جو جوانہوں نے عمل کیے۔اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ کر رکھا ہے اور وہ اسے بھول گئے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔(المجادلہ:6) وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے اور مخلوق سے ہم کبھی غافل نہیں تھے۔(المومنون:17)

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(8)

اور اس دن وزن برحق ہے پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔(8)

سوال1: وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ''اور اس دن وزن برحق ہے'' وزن کے حق ہونے کے کیا معنی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ اس دن وزن اور حق کے ایک معنی ہوں گے۔قیامت کے دن اعمال کا وزن عدل کے ساتھ ہوگا۔رب العزت نے فرمایا: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (الانبیاء:47) سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز (اعمال تولنے کی) ترازو رکھ دی جائے گی (اور وہ اس قدر لمبی اور چوڑی ہوگی کہ) اگر اس میں سارے آسمان و زمین رکھ کر وزن کیے جائیں تو سب اس میں آجائیں۔اس کو دیکھ کر فرشتے بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے کہ یہ کس کے لیے تولے گی؟ اللہ جل شانہ فرمائیں گے کہ میں اپنی مخلوق میں سے جس کے لیے (حساب کرنے کے واسطے) تول قائم کروں گا (اس کے لیے یہ تولے گی) یہ سن کر فرشتے عرض کریں گے کہ اے اللہ! آپ پاک ہیں جیسا عبادت کا حق ہے ہم نے ایسی عبادت آپ کی

نہیں کی۔(الترغیب والترہیب:425/4)《2》حق کے سوااس دن کسی چیز کا وزن نہیں ہوگا۔《3》فیصلہ وزن کے لحاظ سے ہو گا کسی اور چیز کالحاظ نہ رکھا جائے گا۔کسی بھی لحاظ سے کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا(قیامت کے روز)ترازو پرایک فرشتہ مقرر ہوگا(اعمال کووزن کے لیے)انسان اس ترازو کے پاس لائے جاتے رہیں گے جوآئے گاترازو کے دونوں پلڑوں کے درمیان کھڑا کردیا جائے گا پس اگراس کے تول بھاری ہوئے تو وہ فرشتہ ایسی بلندآواز سے پکارکراعلان کردے گا جسے ساری مخلوق سنے گی کہ فلاں ہمیشہ کے لیےسعادت مند ہوگا اب اس کے بعد بدنصیب نہ ہوگااور اگراس کے تول ہلکے رہے تو وہ فرشتہ ایسی بلندآواز سے پکارکراعلان کردے گا جسے ساری مخلوق سنے گی کہ فلاں ہمیشہ کے لیے نامراد ہوگیا۔اب کبھی اس کے بعدخوش نصیب نہ ہوگا۔(الترغیب والترہیب:425)

سوال2:فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ''پھرجس کے پلڑے بھاری ہوں گے''اس دن کس کے اعمال نامے بھاری ہوں گے؟

جواب:《1》اس دن جس کے ساتھ جتناحق ہوگا اتنا ہی اس کا وزن زیادہ ہوگا جس کی نیکیوں کا پلڑا برئیوں کے پلڑے سے بھاری ہوگا۔《2》اس دن کامیاب ہونے والوں کے پلڑے بھاری ہوں گے۔

سوال3:فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ''تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وہ لوگ جن کی نیکیوں کاپلڑا بھاری ہوگا،اپنی مطلوب چیزکو پالیں گے اور جس سے ڈرتے ہیں اس کے شر سے نجات پاجائیں گے۔《2》وہ نیکیوں کی وجہ سے جنت میں داخل ہوکرفلاح پالیں گے یعنی کامیاب ہوجائیں گے۔(ایسر التفاسیر:439)《3》فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ۙ فَهُوَ فِىۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ تو جس شخص کے پلڑے بھاری ہوں گے۔وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔(القارعۃ:6,7)

وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ بِمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَظۡلِمُوۡنَ(9)

اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی ہوں گے جنہوں نے خود کونقصان میں ڈالا تھااس وجہ سے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کیا کرتے تھے۔(9)

سوال1:وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ''اورجس کے پلڑے ہلکے ہوں گے''اس دن کس کے اعمال بےوزن قرار پائیں گے؟

جواب:《1》اس دن باطل پرستوں کے اعمال بے وزن قرار پائیں گے خواہ انہوں نے دنیا کی زندگی میں بڑے بڑے

کارنامے انجام دیئے ہوں۔﴿2﴾اس دن دنیا کے لیے کیے گے اعمال بے وزن قرار پائیں گے۔﴿3﴾جن کی برائیوں کوپلڑا بھاری ہوگا اور برائی بے وزن ہوگی اس لیے برائیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا۔﴿4﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ضرور ایسا ہوگا کہ بعض بھاری بھرکم موٹے بدن والے آدمی اس حال میں آئیں گے کہ اللہ کے نزدیک ان کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا پھر فرمایا کہ تم لوگ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا کو پڑھ لو۔(مشکوۃ المصابیح:484)﴿5﴾يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝ جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی مانند ہوں گے۔اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے۔تو جس شخص کے پلڑے بھاری ہوں گے۔وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔تو اُس کا ٹھکانہ گہری کھائی ہوگا۔اور تم کیا جانو کیا ہے وہ؟ وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔(القارعہ:4,11)﴿6﴾وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ان کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔(المومنون:103,104)

سوال2: فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ''تو وہی ہوں گے جنہوں نے خود کو نقصان میں ڈالا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اپنے آپ کو خسارے میں وہ ڈالتا ہے جو دردناک عذاب میں پہنچانے والے کام کرتا ہے۔اور ہمیشہ کی نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔

سوال3: اپنے آپ کو خسارے میں کون ڈالتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑاتا ہے۔﴿2﴾جو دنیا کی خاطر سب کچھ کرتا ہے۔﴿3﴾جو آخرت کو فراموش کر دیتا ہے۔﴿4﴾جو باطل پر اپنی زندگی کی بنیاد رکھتا ہے۔﴿5﴾جو شیطان کی پیروی کرتا ہے وہ اپنے آپ کو ہمیشہ کے خسارے میں ڈالتا ہے۔

سوال4: بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ''اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی اس کے اوامر ونواہی کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا کر۔ ﴿2﴾ اس کی آیات کے مقابلے میں خواہش نفس کی پیروی کر کے۔ ﴿3﴾ اس کی آیات کے مقابلے میں انسانوں اور شیطانوں کی پیروی کر کے انسان آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتا ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (10)

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں جگہ دی ہے اور تمہارے لیے اس میں سامانِ زندگی بنا دیا، تم بہت کم شکرادا کرتے ہو۔(10)

سوال1: وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں جگہ دی ہے'' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زمین میں کیسے بسایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان بیان فرمایا ہے کہ اس نے زمین اپنے بندوں کے قبضے میں دے دی۔ ﴿2﴾ اسے سکون والی بنا دی کہ ہلتی جلتی نہیں، اس میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے، جگہ جگہ چشمے بہا دیئے اور اس میں عمارتیں اور گھر بنانے کی انسان کو صلاحیت عطا فرما دی۔ ﴿3﴾ انسان زمین سے طرح طرح کے فائدے اٹھا رہا ہے۔ گھٹائیں تابعدار بنا دیں تا کہ آسمان سے پانی برسے اور زمین سے روزیاں پیدا ہوں۔ ﴿4﴾ روزی کی تلاش کے اسباب وذرائع مہیا فرما دیئے۔ ﴿5﴾ تجارت اور پیسے پیدا کرنے کے گر سکھا دیئے۔ (مختصر ابن کثیر:568,567/1)

سوال2: وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ''اور تمہارے لیے اس میں سامانِ زندگی بنا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ایسے مقام پر رکھا جو انسانوں کے لیے سازگار ہیں۔ زمین اپنی گردش، رفتار، سورج اور چاند سے فاصلے، اپنی ترکیب، حجم وغیرہ کے اعتبار انسانی زندگی کے لیے مفید ہے۔ ﴿2﴾ زمین کے اندر انسان کی خوراک اور استعمال کے لئے کثیر چیزیں پیدا کی ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسان کے لئے مسخر کیا اور انسانوں کو ایسی عقل دی کہ وہ کائنات کے رازوں سے پردہ اٹھا کر انہیں اپنی ضروریات کے لئے استعمال کریں۔ ﴿5﴾ اگر کائناتی قوتیں انسان کی دشمن ہوتیں اور اس کے پس منظر میں ایک تدبیر کرنے والی ذات کا ارادہ

شامل نہ ہوتا تو انسان زمین پر بس نہیں سکتا تھا۔

سوال3: قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ’’تم بہت کم شکرادا کرتے ہو‘‘ انسان کم ہی شکر گزار کیوں ہوتا ہے؟

جواب:《1》ان جلیل الشان احسانات کے باوجود لوگ اللہ تعالیٰ کا شکرادا نہیں کرتے۔وَاٰتٰىكُمۡ مِّنۡ كُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡهُ‌ ؕ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ كَفَّارٌ اور اس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اس سے سوال کیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ گے۔بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔(ابراہیم:34)

《2》انسانوں کی اکثریت ناشکری ہے اس لئے کہ وہ اپنی جہالت اور جاہلیت میں گم ہے۔《3》تم اس کا شکر کم ادا کرتے ہو جس نے نعمتیں عطا کیں اور مصیبتیں دور فرمائیں۔

رکوع نمبر9

وَلَقَدۡ خَلَقۡنٰكُمۡ ثُمَّ صَوَّرۡنٰكُمۡ ثُمَّ قُلۡنَا لِلۡمَلٰۤـئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ ‌ۖ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ لَمۡ يَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ(11)

اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی ہے پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے ان سب نے سجدہ کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں نہ ہوا۔(11)

سوال1: وَلَقَدۡ خَلَقۡنٰكُمۡ ثُمَّ صَوَّرۡنٰكُمۡ ثُمَّ قُلۡنَا لِلۡمَلٰۤـئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ ‌ۖ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ لَمۡ يَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی ہے پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے ان سب نے سجدہ کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں نہ ہوا‘‘ کی وضاحت کریں؟

《1》وَلَقَدۡ خَلَقۡنٰكُمۡ ’’ہم نے تمہیں پیدا کیا‘‘یعنی آدم کو مادے سے تخلیق کیا پھر ان سے سب پیدا کیے گئے۔《2》ثُمَّ صَوَّرۡنٰكُمۡ ’’پھر تمہیں صورت عطا کی‘‘یعنی پھر تمہیں بہترین شکل وصورت اور بہترین قد وقامت عطا فرمائی۔《3》ثُمَّ قُلۡنَا لِلۡمَلٰۤـئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ ’’پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو‘‘ اللہ تعالیٰ نے معزز فرشتوں کو حکم دینے سے پہلے آدم علیہ السلام کو اشیاء کے نام سکھا دیئے۔《4》فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ’’تو سوائے ابلیس کے ان سب نے سجدہ کیا‘‘ ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا، وہ جنوں میں سے تھا۔اس نے خود پسندی، حسد اور تکبر کی وجہ سے انکار کیا۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ابن

عباس کی روایت ہے ابلیس کا نام عزازیل تھا، وہ ملائکہ میں معزز مقام رکھتا تھا۔ وہ چار پروں والا تھا، پھر بعد میں وہ سخت مایوس ہو گیا۔ (ابن ابی حاتم:1443/5)﴿5﴾ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ’’وہ سجدہ کرنے والوں میں نہ ہوا‘‘ حقیقتاً ابلیس کے تین قصور تھے ایک اللہ کے حکم کو نہ مانا، دوسرے فرشتوں کی جس جماعت وہ رہتا تھا سجدہ کرتے وقت وہ اس جماعت سے الگ ہوا تیسرے اس نافرمانی پر نادم ہونے کی بجائے تکبر کیا، خود کو بڑا سمجھا اور سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو حقیر سمجھا لہٰذا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار ہوئی اور ذلیل و خوار ہوا اور یہ لعنت و پھٹکار ہمیشہ کے لیے اس کا مقدر بن گئی۔ (تیسیر القرآن:34،35/2)

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (12)

اللہ تعالیٰ نے پوچھا: ’’تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہ کرے جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟‘‘ اُس نے کہا: ’’میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔‘‘ (12)

سوال 1: قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ’’اللہ تعالیٰ نے پوچھا: ’’تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہ کرے جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے سوال کیا کہ تو نے اسے سجدہ نہ کیا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا یعنی تم نے میری نافرمانی کر کے میری توہین کیوں کی؟

سوال 2: ابلیس نے سجدہ کرنے سے کیوں انکار کیا؟

جواب: ﴿1﴾ ابلیس نے یہ سوچا تھا کہ وہ اپنی رائے پر عمل کر سکتا ہے۔ ﴿2﴾ ابلیس نے یہ جواب دیا تھا کہ میں آدم سے بہتر ہوں میں آگ سے بنا ہوں اور آدم مٹی سے۔

سوال 3: قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ’’اُس نے کہا: ’’میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ابلیس نے رب العزت کی مخالفت کرتے ہوئے کہا میں اس سے بہتر ہوں۔ ﴿2﴾ ابلیس نے اپنے باطل دعوے کی دلیل دیتے ہوئے کہا کہ تو نے مجھے آگ سے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ آگ مٹی سے افضل ہے کیونکہ آگ اوپر کو اٹھتی ہے اور مٹی نیچے کی طرف گرتی ہے۔ ابلیس نے پیدائش کی بنیاد پر فضیلت کا ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل دی۔

﴿3﴾ ابلیس کا گمان یہ تھا کہ آگ مٹی سے افضل ہے کیونکہ آگ لطیف ہوتی ہے اور مٹی کثیف آگ نیچے سے اوپر کو اٹھتی ہے اور مٹی اوپر سے نیچے کو گرتی ہے آگ اپنی شکل اور رنگ بدل سکتی ہے مگر مٹی میں بغیر محنت شاقہ کے یہ صفت پائی نہیں جاتی اس ظاہری برتری کے بعد اگر نتیجہ دیکھیں تو آگ ہر چیز کو جلا کر فنا کر دیتی ہے جبکہ مٹی سے نباتات یا ہر قسم کے پھل، غلے اور درخت پیدا ہوتے ہیں آگ کی طبیعت میں سرکشی ہے مٹی کی طبیعت میں انکسار اور تواضع ہے اسی آگ کی فطرت کی بنا پر ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور تکبر کی راہ اختیار کی اور راندہ درگاہ الٰہی بن گیا۔ اور آدم سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگئی تو اس نے گناہ کی معافی مانگ لی اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بن گئے بعض علماء نے آگ اور مٹی کا تقابل کر کے انہیں وجوہ کی بنا پر مٹی کو آگ سے افضل قرار دیا ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن:2/34,35) ﴿4﴾ اور یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ وہ مخلوق جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اس مخلوق سے افضل ہو جس کی تخلیق مٹی سے ہے۔ کیونکہ آگ مٹی پر غالب ہے اور اوپر اٹھ سکتی ہے۔ شیطان کا یہ قیاس فاسد ترین قیاس ہے کیونکہ یہ متعدد وجوہ سے باطل ہے۔ (الف) یہ قیاس اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مقابلے میں ہے کہ آدم کو سجدہ کیا جائے اور جب قیاس نص سے منصوص علیہ امور کے احکام کے بالکل قریب اور ان کے تابع ہو، رہا وہ قیاس جو منصوص علیہ احکام کے معارض ہو اور اس کو معتبر قرار دینے سے نصوص کا لغو ہونا لازم آتا ہو تو یہ قیاس بدترین قیاس ہے۔ (ب) ابلیس کا مجرد یہ کہنا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ میں اس آدم سے بہتر ہوں، ابلیس خبیث کے نقص کے لیے کافی ہے۔ اس نے اپنے نقص پر اپنی خود پسندی، تکبر اور بلا علم اللہ تعالیٰ کی طرف قول منسوب کرنے کو دلیل بنایا اس سے بڑا اور کون سا نقص ہوسکتا ہے؟ (ج) ابلیس نے آگ کو مٹی اور گارے کے مادہ پر فوقیت دے کر جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ مٹی کے مادے میں خشوع، سکون اور سنجیدگی ہے۔ اس مٹی ہی سے زمین کی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ مثلاً مختلف انواع واجناس کے درخت اور نباتات وغیرہ۔ اس کے برعکس آگ میں خفت، طیش اور جلانے کی خاصیت ہے۔ اسی لیے شیطان نے اس قسم کے افعال کا ارتکاب کیا اور اسی لیے وہ بلند ترین درجات سے گر کر اسفل السافلین کی سطح پر جا پہنچا۔ (تفسیر سعدی:1/858)

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ (13)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’اتر جاؤ اس سے کہ تمہارے لیے یہ نہیں ہوگا کہ تم اس میں تکبر کرو۔ سو نکل جاؤ، یقیناً تو واقعی ذلیل ہونے والوں میں سے ہے۔‘‘ (13)

سوال1: قَالَ فَاهۡبِطۡ مِنۡهَا فَمَا يَكُوۡنُ لَكَ اَنۡ تَتَكَبَّرَ فِيۡهَا '' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' اتر جاؤ اس سے کہ تمہارے لیے یہ نہیں ہوگا کہ تم اس میں تکبر کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَ فَاهۡبِطۡ مِنۡهَا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جنت سے اتر جاؤ۔ ﴿2﴾ فَمَا يَكُوۡنُ لَكَ اَنۡ تَتَكَبَّرَ فِيۡهَا '' کہ تمہارے لیے یہ نہیں ہوگا کہ تم اس میں تکبر کرو'' رب العزت نے فرمایا کہ تیرے لائق نہ تھا کہ تو جنت میں رہ کر تکبر کرے کیونکہ یہ پاک لوگوں کا گھر ہے، یہ خبیث لوگوں کے لیے نہیں ہے۔

سوال2: ابلیس جنت سے کیوں نکال دیا گیا اور کیوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیا گیا؟

جواب: ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نافرمانی کی۔ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر فیصلے کی ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی کہ وہ قبول کرے یا نہ کرے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو رد کر کے اس کی رحمت سے دور کر دیا گیا۔

سوال3: ابلیس نے جان بوجھ کر کفر کا ارتکاب کیوں کیا؟

جواب: ﴿1﴾ ابلیس کا اعتقاد متزلزل تھا حالانکہ اس کے پاس علم اور معرفت کی کمی نہ تھی اس لیے اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ ﴿2﴾ ابلیس کے اندر گھمنڈ کی نفسیات جاگ اٹھی تھی۔

سوال4: فَاخۡرُجۡ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيۡنَ '' سو نکل جاؤ یقیناً تو واقعی ذلیل ہونے والوں میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ تو ذلیل ہونے کے لائق ہے۔ اس لیے جنت سے نکل جاؤ۔ ﴿2﴾ ابلیس کو اس کے حسد، تکبر اور خود پسندی پر اہانت آمیز سزا دی گئی۔

قَالَ اَنۡظِرۡنِيۡۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ (14)

ابلیس نے کہا: '' مجھے اس دن تک کی مہلت دیں جب وہ اٹھائے جائیں گے۔'' (14)

سوال1: قَالَ اَنۡظِرۡنِيۡۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ '' ابلیس نے کہا: '' مجھے اس دن تک کی مہلت دیں جب وہ اٹھائے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَ اَنۡظِرۡنِيۡۤ اس نے کہا مجھے مہلت دیں اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ اس دن تک جب سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ ﴿2﴾ ابلیس نے اولاد آدم کو گمراہ کرنے کے لیے دشمنی کا اعلان کیا اور مہلت مانگی۔

سوال2: ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت کیوں مانگی؟

جواب:《1》ابلیس نے توبہ کرنے کی بجائے انتقام کا راستہ اپنایا۔《2》ابلیس جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر وہ اپنی چاہت پوری نہیں کرسکتا۔《3》ابلیس نے عزم کرلیا کہ انسانوں کو گمراہ کر کے رہوں گا۔《4》ابلیس نے گہری دشمنی کا انتقام لینے کے لئے مہلت مانگی۔

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ(15)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً تم مہلت دیئے جانے والوں میں سے ہو۔''(15)

سوال1: قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ '' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً تم مہلت دیئے جانے والوں میں سے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اچھے اور برے لوگوں میں فرق کرنا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔《2》اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے، جو چاہے کرے، کسی کا اس پر زور نہیں، اس کے حکم میں دم مارنے کی گنجائش نہیں، کوئی اس کے ارادے کو ٹال نہیں سکتا اور نہ کوئی اس کے ارادے میں ردوبدل کرسکتا ہے۔ وہ سب سے جلدی حساب لینے والا اور ہر ایک سے باز پرس کرنے والا ہے۔(مختصر ابن کثیر:570/1)

سوال2: ابلیس کو کب تک کے لئے مہلت دی گئی؟

جواب: ابلیس کو قیامت تک کے لیے مہلت دی گئی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک تو مہلت دیئے گئے لوگوں میں سے ہے ۔ایسے وقت کے دن تک جو معلوم ہے۔ (الحجر:37,38)

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ(16)

ابلیس نے کہا: '' پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں اُن کے لیے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا۔(16)

سوال1: قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ '' ابلیس نے کہا: '' پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں ان کے لیے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغۡوَيۡتَنِیۡ ’’ ابلیس نے کہا:’’ پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے‘‘ ابلیس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گیا تو اس نے کہا جیسے آپ نے مجھے گمراہ کیا۔ اس نے اپنے تکبر اور خود پسندی کو چھپا کر اللہ تعالیٰ پر الزام لگایا کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا۔ ﴿2﴾ لَاَقۡعُدَنَّ لَهُمۡ اس نے کہا میں انسانوں کے لیے ضرور بیٹھوں گا جیسا کہ سورۃ ص میں ہے: قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ اس نے کہا:’’ تو تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا۔ (ص:82) ﴿3﴾ صِرَاطَكَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ تیرے سیدھے راستے یعنی توحید کے راستے میں، قرآن وسنت کے علم نافع اور عمل صالح کے راستے میں، اسلام کے راستے میں بیٹھوں گا۔ اور لوگوں کو اس راستے پر چلنے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ ﴿4﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے، یہ اس کے ماں باپ ہیں جو اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (مسلم)

سوال2: ابلیس نے یہ کیوں کہا’’ جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے‘‘؟

جواب: ﴿1﴾ ابلیس نے فیصلہ کی ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کیا، اس غلطی پر اسے سزا ملی۔ ﴿2﴾ اس نے غلطی کا اعتراف کرنے کی بجائے اپنی غلطی کو اپنے رب میں دیکھا۔ ﴿3﴾ اس نے اپنی من مانی کا الزام رب پر عائد کیا۔

سوال3: ابلیس نے آدم کی نسل سے انتقام لینے کے لئے کیا راستہ اختیار کیا؟

جواب: ابلیس نے انتقام کا راستہ اختیار کیا اپنی گمراہی کا بدلہ اللہ تعالیٰ کی معزز مخلوق کو گمراہ کرنے کی صورت میں لیا۔

سوال4: سیدھے راستے میں بیٹھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے راستے اسلام سے روکنے کے لئے اس راستے پر مورچے لگانا۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کا راستہ کون سا ہے؟

جواب: ایمان اور اطاعت یعنی اسلام کا راستہ، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے۔

سوال6: شیطان سیدھے راستے سے روکنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان انسان کا ایمان اور اس کا عقیدہ خراب کرتا ہے جس کے نتیجے میں اطاعت متاثر ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان آدم کے بیٹوں کی تمام راہوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ ابلیس اسے گمراہ کرنے کے لیے اسلام کے راستے پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا رہتا ہے کہ افسوس تم اپنے باپ، دادا کا دین چھوڑ کر مسلمان ہو رہے ہو۔ لیکن

سعادت منداس کی بات ٹھکرا کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ہجرت کے راستے پر بیٹھا ہوا کہتا ہے کہ تم اپنا وطن کیوں چھوڑتے ہو؟ اپنی زمین اور اپنا سامان کیوں ترک کرتے ہو؟ اور کیوں غریب الوطن بندھے ہوئے گھوڑے کی طرح ہوتے ہو؟ مگر سعادت منداس کی نافرمانی کر کے ہجرت کر جاتے ہیں۔پھر جہاد کی راہ میں بیٹھ کر کہتا ہے۔کہ جنگ کیوں کرتے ہو؟ کہیں مارے نہ جاؤ؟ تمہاری عورت اور نکاح کر لے گی، اور تمہارا مال مٹ جائے گا۔مگر سعادت منداس کی بات رد کر کہ جہاد کرتا ہے۔ایسے لوگ ضرور جنتی ہیں خواہ شہید ہو جائیں، یا ڈوب کر مر جائیں، یا جانور سے کچل کر مر جائیں۔(مسند احمد)《3》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان اپنی پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے جب اذان ختم ہوتی ہے تو واپس آجاتا ہے پھر جب تکبیر ہونے لگتی ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔اور جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آجاتا ہے اور آدمی کے دل میں وساوس ڈالنا شروع ہو جاتا ہے کہ فلاں بات یاد کر اور فلاں بات یاد کر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو یہ بھی یاد نہیں رہتا تین رکعت نماز پڑھی تھی یا چار رکعت جب یہ یاد نہ رہے تو سہو کے دو سجدے کرے۔(بخاری:3285)《4》سیدنا عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: سنو! میرے رب نے مجھے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں تم لوگوں کو وہ باتیں سکھا دوں کہ جن باتوں سے تم لاعلم ہو۔(میرے رب نے) آج کے دن مجھے وہ باتیں سکھا دی ہیں۔(وہ باتیں میں تمہیں بھی سکھاتا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) میں نے اپنے بندے کو جو مال دے دیا ہے وہ اس کے لیے حلال ہے اور میں نے اپنے سب بندوں کو حق کی طرف رجوع کرنے والا پیدا کیا ہے لیکن شیطان میرے ان بندوں کے پاس آ کر انہیں ان کے دین سے بہکاتے ہیں اور میں نے اپنے بندوں کے لیے جن چیزوں کو حلال کیا ہے وہ ان کے لیے حرام قرار دیتے ہیں اور وہ ان کو ایسی چیزوں کو میرے ساتھ شریک کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ جس کی کوئی حجت میں نے نازل نہیں کی۔(مسلم:7207)《5》رسول ﷺ صبح و شام یہ دعا نہیں چھوڑا کرتے تھے۔اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡأَلُکَ الۡعَافِیَةَ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡأَلُکَ الۡعَفۡوَ وَالۡعَافِیَةَ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَدُنۡیَایَ وَاَھۡلِیۡ وَمَالِیۡ اَللّٰھُمَّ اسۡتُرۡ عَوۡرَاتِیۡ وَاٰمِنۡ رَّوۡعَاتِیۡ اَللّٰھُمَّ احۡفَظۡنِیۡ مِنۡ م بَیۡنِ یَدَیَّ وَمِنۡ خَلۡفِیۡ وَعَنۡ یَّمِیۡنِیۡ وَعَنۡ شِمَالِیۡ وَمِنۡ فَوۡقِیۡ وَاَعُوۡذُ بِعَظۡمَتِکَ اَنۡ اُغۡتَالَ مِنۡ تَحۡتِیۡ ”اے اللہ! بیشک میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں معافی عافیت کا سوال کرتا ہوں۔اے اللہ! بیشک میں تجھ سے اپنے دین اور دنیا میں اور اپنے اہل و مال میں معافی کا اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔اے اللہ! میرے عیبوں پر پردہ ڈال دے اور میری گھبراہٹوں میں امن دے۔اے

اللہ! تو میری حفاظت فرما میرے سامنے سے، میرے پیچھے سے، میری دائیں طرف سے اور میری بائیں طرف سے اور میرے اوپر سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری عظمت کے ساتھ اس بات سے کہ میں اپنے نیچے سے ناگہاں ہلاک کیا جاؤں ۔‘‘ (ابوداؤد:5074)

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (17)

پھر میں لازماً ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان پر آؤں گا اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔‘‘(17)

سوال1: ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ’’ پھر میں لازماً ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان پر آؤں گا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان کو جب یہ علم ہوگیا کہ انسان کمزور ہے تو اس نے انسان پر حملہ آور ہونے کے لیے اجازت مانگی اور وعدہ کیا کہ میں ان کے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں سے آؤں گا۔ ﴿2﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ ’’ پھر میں لازماً ان کے آگے سے ان پر آؤں گا‘‘ آگے کی جانب سے شیطان اس طرح روکتا ہے کہ آخرت کی یاد نہیں آنے دیتا۔ ﴿3﴾ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اور ان کے پیچھے سے آؤں گا یعنی دنیا کا شوق دلاؤں گا۔ ﴿4﴾ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ اور ان کے دائیں سے آؤں گا۔ یعنی دین کی باتیں ان کے لیے مشکوک بنا دوں گا۔ ﴿5﴾ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ اور ان کے بائیں سے آؤں گا۔ یعنی گناہوں میں دل کشی پیدا کروں گا اور وہ اس میں خوشی حاصل کریں گے۔ ﴿6﴾ سیدنا ابن عباس علیہ السلام کہتے ہیں آگے سے دنیا، پیچھے سے آخرت، دائیں سے نیکیاں، اور بائیں سے برائیاں مراد ہیں۔ یعنی دنیا کی رغبت، آخرت سے نفرت، نیکیوں سے عداوت، اور برائیوں سے محبت پیدا کروں گا۔ آگے سے آ کر کہوں گا کہ نہ جنت ہے نہ جہنم، اور نہ زندگی بعد الموت، پیچھے سے آ کر دنیا کی رغبت دلاؤں گا اور کہوں گا دنیا کتنی حسین وجمیل اور خوبصورت ہے۔ بس دنیا ہی دنیا ہے۔ آخرت تو محض ایک موہوم چیز ہے۔ دائیں سے آ کر کہوں گا کہا بھی تو جوان ہو خوب جی کھول کر گناہ کرو، بڑھاپے میں نیکیاں کر لینا۔ اور بائیں سے آ کر کہوں گا کہ جرائم اور سیاہ کاریاں انسان کی فطرت کے تقاضے ہیں، بھلا کوئی کس طرح اپنی فطرت دبا سکتا ہے؟ گناہوں میں کوئی حرج نہیں۔ خوب خوب گناہ کرو۔ اے انسان! ابلیس تجھے چاروں طرف سے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ البتہ تیرے اوپر نہیں کیونکہ وہ تیرے

اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں حائل نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ شیطانی غلبہ سے، ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔(مختصر ابن کثیر:570,571/1)《7》اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔(فاطر:6)《8》اللہ رب العزت نے متنبہ فرمایا ہے تاکہ ہم اپنے دشمن سے مقابلے کے لیے تیار رہیں اور شیطان کے داخل ہونے کے راستوں کی معرفت حاصل کر کے اپنی حفاظت کریں۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمارے دشمن کی خبر دے کر ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

سوال 2: شیطان انسان پر کیسے حملہ آور ہوتا ہے؟

جواب:《1》شیطان انسان پر ہر جانب سے حملہ کرتا ہے،آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے۔《2》شیطان انسانوں کو ایمان اور عمل کے راستے سے روکتا ہے۔《3》شیطان انسان کو اللہ تعالیٰ کی پہچان سے محروم کرتا ہے اور پھر انسان شکر گزار نہیں رہتا ہے۔

سوال 3: وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ''اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے'' انسان کس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار نہیں رہتا؟

جواب: شکر گزاری صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلانے والا رویہ ہے اس لیے ابلیس انتہائی احتیاط کے ساتھ شکر گزاری کے خلاف کام کرتا ہے۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ (18)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نکل جاؤ یہاں سے، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا ، یقیناً جو بھی ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو میں لازماً تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔(18)

سوال 1: قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نکل جاؤ یہاں سے، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ رب العزت نے ابلیس کے جواب میں فرمایا: نکل جاؤ مَذْءُوْمًا مذمت کے ساتھ مَّدْحُوْرًا مردود ہو کر یعنی

ہر خیر اور بھلائی سے دور ہو کر ذلت وخواری سے نکل جاؤ۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے بارے میں کیا فیصلہ کر دیا؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں سے نکل جاؤ۔ ﴿2﴾ تم ذلیل اور ٹھکرائے ہوئے ہو۔ ﴿3﴾ جو تمہاری پیروی کریں گے میں تیرے ساتھ ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

سوال 3: لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ''یقیناً جو بھی ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو میں لازماً تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں جہنم کو تیری پیروی کرنے والوں سے بھر دوں گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اعلان ہے۔ وہ لازمی طور پر جہنم کو سب نافرمان جنوں اور انسانوں سے بھر دے گا۔

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (19)

اور اے آدم! آپ اور آپ کی بیوی دونوں جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو دونوں کھاؤ اور دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔'' (19)

سوال 1: وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ '' اور اے آدم! آپ اور آپ کی بیوی دونوں جنت میں رہو'' آدم اور ان کی بیوی کو کیسی رہائش گاہ فراہم کی گئی تھی؟

جواب: ﴿1﴾ آدم اور اُن کی بیوی کے لیے جنت اپنی وسعتوں کے ساتھ کھلی ہوئی تھی۔ ﴿2﴾ جنت میں انھیں آزادی تھی جس چیز کو جیسے چاہیں استعمال کریں۔

سوال 2: فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ '' اور جہاں سے چاہو دونوں کھاؤ اور دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے آدم اور ان کی بیوی کو یہ حکم دیا تھا کہ جنت میں جہاں سے جو چاہے کھائیں مگر ایک درخت کے پاس جانا۔ وہ درخت کس چیز کا تھا اس بارے میں ہمیں علم نہیں دیا گیا مگر اس کی تحریم پر رب العزت کا فرمان دلیل ہے کہ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ '' ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے''۔

سوال3: فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ’’ ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے‘‘ جنت میں واحد پابندی کیا تھی؟

جواب: ﴿1﴾ جنت میں واحد پابندی یہ تھی کہ ایک درخت کے پاس نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ ﴿2﴾ آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی نے اس وقت تک اس حکم کی پابندی کی جب تک شیطان نے انہیں نہ بہکایا۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ(20)

پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا تاکہ وہ ان دونوں کے لیے ظاہر کر دے ان دونوں کی شرمگاہوں سے جو کچھ ان سے چھپایا گیا تھا، اور اس نے کہا: ’’تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے نہیں روکا، مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔‘‘(20)

سوال1: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ ’’پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا‘‘ شیطان نے آدم کو کیسے بہکایا؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان نے وسوسہ ڈالا جس چیز سے تمہیں روکا جا رہا ہے وہی جنت کی سب سے اہم چیز ہے۔ ﴿2﴾ اس نے بہکایا کہ اس درخت میں ہمیشہ کی زندگی اور لازوال بادشاہت کا راز چھپا ہوا ہے۔ ﴿3﴾ آدم اور ان کی بیوی شیطان کی مسلسل نصیحت سے متاثر ہو گئے اور انھوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا۔

سوال2: لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا ’’تاکہ وہ ان دونوں کے لیے ظاہر کر دے ان دونوں کی شرمگاہوں سے جو کچھ ان سے چھپایا گیا تھا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ ’’تاکہ وہ اُن دونوں کے لیے ظاہر کر دے جو کچھ ان سے چھپایا گیا تھا‘‘ تاکہ ان کی شرمگاہوں میں سے جو کچھ چھپایا تھا ان کے لیے ظاہر کر دے۔(ایسر التفاسیر:422) ﴿2﴾ مِنْ سَوْاٰتِهِمَا ان کی شرمگاہوں سے۔ ســـواۃ انسان کی چھپی ہوئی جگہ جس کے ظاہر کرنے کو وہ برا سمجھتا ہے۔ علماء کہتے ہیں اس آیت میں دلیل ہے کہ چھپے ہوئے حصے کو کھولنا بڑے امور میں سے ہے۔(تفسیر منیر:521/4)

سوال3: شیطان کا خاص حربہ کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان کا خاص حربہ حرام ہے، وہ انسان کو حلال رزق سے بدظن کرتا ہے تھوڑا کر کے دکھاتا ہے اور حرام کو

خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے۔《2》شیطان انسان کو یقین دلاتا ہے کہ بڑے فائدے اور بڑی مصلحتیں حرام سے متعلق ہیں یوں وہ انسان کو بہکا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد سے دور کر دیتا ہے۔

سوال4: قَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ''اُس نے کہا: تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے نہیں روکا ،مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: شیطان نے آدم وحوا کے سامنے جھوٹ بولا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اس درخت سے روکنے میں کیا حکمت ہے؟ میں اس راز کو جانتا ہوں کہ اگر یم اس درخت کا پھل کھالوگے تو فرشتے بن جاؤ گے۔ یا پھر ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی پالو گے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى پس شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا، اس نے کہا: ''اے آدم! کیا میں تمہیں دائمی زندگی کا درخت نہ بتاؤں اور ایسی بادشاہت جو پرانی نہ ہو؟

سوال5: ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کا کیا نتیجہ نکلا؟

جواب: ممنوعہ درخت کا پھل کھانے سے دونوں کے لباس اتر گئے اور ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھل گئیں۔

سوال6: انسان کس طرح سے کوئی کام کرنے کے لے تیار ہو جاتا ہے؟

جواب: مسلسل تلقین سے انسان کوئی کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

سوال7: شیطان انسان کو برائی کے لئے کیسے آمادہ کرتا ہے؟

جواب: شیطان ہر ایک کے ذوق اور حالات کے اعتبار سے انسانوں کو آمادہ کرتا ہے۔

《1》جس انسان کو غذا کا ذوق ہو اسے شیطان ترغیب دلاتا ہے کہ اچھی صحت چاہیے تو شراب پیو۔《2》جس انسان کو دوسروں سے آگے بڑھنے کا شوق ہو اسے وہ ترغیب دلاتا ہے کہ مخالف کے خلاف تخریبی کاروائیاں شروع کر دو۔

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ (21)

اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں: ''بلاشبہ میں تم دونوں کے لئے یقیناً خیر خواہوں میں سے ہوں۔'' (21)

سوال1: وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ''اور اُس نے اُن دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں: ''بلاشبہ میں تم دونوں کے

لئے یقیناً خیر خواہوں میں سے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: شیطان نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا: میں تمہاری خیر خواہی کرنے والا ہوں۔ اس طرح آدم علیہ السلام شیطان کے دھوکے میں آگئے اور ان کی عقل پر شہوت غالب آگئی۔

سوال2: شیطان اپنی خیر خواہی کا یقین کیسے دلاتا ہے؟

جواب: شیطان قسمیں کھا کر خیر خواہی کا یقین دلاتا ہے۔

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (22)

پھر اُس نے دھوکے سے اُن دونوں کو نیچے اتار دیا، پھر جب اُن دونوں نے درخت کو چکھا تو اُن دونوں کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہوگئیں اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتوں کو چپکانے لگے اور اُن دونوں کو ان کے رب نے پکارا: ''کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے روکا نہ تھا اور میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ شیطان بلاشبہ تم دونوں کا کھلا دشمن ہے؟ (22)

سوال1: فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ''پھر اُس نے دھوکے سے اُن دونوں کو نیچے اتار دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان ان دونوں کو نیچے لے آیا یعنی بلند مرتبے سے نیچے لے آیا۔ ﴿2﴾ آدم علیہ السلام اور حوا کا بلند مرتبہ یہ تھا کہ وہ گناہوں سے دور تھے۔ ﴿3﴾ ابلیس انہیں پاک زندگی کی بلندی سے اتار کر نافرمانی کی گندی دلدل میں اتار لایا تو انہوں نے آگے بڑھ کر اس درخت کا پھل کھالیا۔

سوال2: شیطان انسان کو گمراہ کرنے کا مقصد کیسے حاصل کرتا ہے؟

جواب: شیطان انسان کو دھوکہ دے کر گمراہ کرتا ہے۔

سوال3: شیطان انسان کے بارے میں کون سی کوشش مستقل کرتا رہتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان انسان کو اپنے راستے پر لانے کی مستقل کوشش کرتا ہے۔ ﴿2﴾ شیطان یہ چاہتا ہے کہ جیسے خود محروم ہوا ہے ایسے ہی انسان کو بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کردے۔

سوال4: انسان شیطان کے مقابلے میں کیا کرے؟

جواب: انسان شیطان کی پکار کو چھوڑ کر رب کی طرف دوڑے اور شیطان کے منصوبہ کو ناکام بنادے۔

سوال5: شیطان اور انسان کے درمیان عملاً جنگ کیسے ظاہر ہوتی ہے؟

جواب:《1》شیطان اور انسانوں کے درمیان جنگ دو گروہوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔《2》کچھ لوگ شیطان کے وسوسوں کا شکار ہو کر اس کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ رب کی پکار پر لبیک کہتے ہیں۔《3》شیطان کے ساتھی رب کو پالینے والے حق پرست کو ناکام کرنے کے لئے کوشش شروع کر دیتے ہیں۔《4》شیطان دلوں میں نفرت کی آگ بھڑکاتا ہے جس کے نتیجے میں لوگ رب کی پکار پر لبیک کہنے والوں کے خلاف ہو جاتے ہیں۔

سوال6: آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعے سے کیا پتا چلتا ہے؟

جواب:《1》آدم علیہ السلام اور ابلیس کے قصے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں ہدایت اور گمراہی کا معرکہ تب شروع ہوتا ہے جب انسان کے اندر حسد اور تکبر کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔《2》انسان ''میں بہتر ہوں'' کے جذبات سے مجبور ہو کر اپنے ہی بھائی کی خوبی کا اعتراف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یہی شیطان کے راستے کا مسافر بننا ہے۔

سوال7: جب اللہ تعالیٰ نے اس درخت کے قریب جانے سے منع کیا پھر وہ کیسے شیطان کے دامن میں پھنس گئے؟

جواب: مدتوں گزر چکی تھیں کہ آدم علیہ السلام وحوا دونوں عیش وآرام سے جنت میں رہ رہے تھے اور انہیں اس درخت کے پاس آنے کا کبھی خیال ہی نہ آیا تھا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم انہیں بھول ہی گیا تھا اس وقت شیطان کو اس نافرمانی پر اکسانے کا موقع مل گیا، جیسا کہ آیت سے واضح ہے: فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (تیسیر القرآن: 37/2)

سوال8: شیطان کا اصل جرم کیا تھا؟

جواب: شیطان کا اصل جرم اعتراف نہ کرنا تھا۔

سوال9: شیطان انسانوں کے درمیان ٹکراؤ کی کیفیت کیسے پیدا کرتا ہے؟

جواب:《1》جب انسان اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر اٹھتا ہے تو شیطان دوسروں کے دل میں شبہات پیدا کرتا ہے۔《2》شیطان چھوٹے کو بڑے کے خلاف اٹھا کھڑا کرتا ہے کہ وہ لحاظ نہ کرے۔《3》شیطان واجب الاداحقوق کے بارے میں سکھاتا ہے کہ انسان حقدار کا حق ادا نہ کرے۔

سوال10: فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا ’’پھر جب ان دونوں نے درخت کو چکھا تو ان دونوں کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہوگئیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ’’پھر جب ان دونوں نے درخت کو چکھا تو ان دونوں کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہوگئیں‘‘یعنی دونوں کا ستر ظاہر ہوگیا، اس سے پہلے ان کا ستر چھپا ہوا تھا۔ پس اس حالت میں تقویٰ سے باطنی عریانی نے ظاہری لباس میں اپنا اثر دکھایا حتیٰ کہ وہ لباس اتر گیا اور ان کا ستر ظاہر ہوگیا اور جب ان پر ان کا ستر ظاہر ہوا تو وہ بہت شرمسار ہوئے اور جنت کے درختوں کے پتوں سے اپنے ستر کو چھپانے لگے۔ (تفسیر سعدی:861/1)

سوال11: وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ’’اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتوں کو چپکانے لگے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ’’اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتوں کو چپکانے لگے‘‘ شیطان کا سب سے پہلا ہدف انسان کے صنفی یا جنسی اعضاء ہوتے ہیں انسان کو گمراہ کرنے کی سب سے آسان صورت یہ ہوتی ہے کہ فحاشی کے دروازے کھول دے اور جنسی معاملات میں اسے بے راہ رو بنادے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان میں فطری طور پر جو شرم وحیا کا جذبہ رکھ دیا ہے اس جذبہ کو کمزور تر بنادے ابلیس اور اس کے چیلوں چانٹوں کی یہ روش آج تک جوں کی توں قائم ہے ایسے لوگوں کے نزدیک تہذیب وتمدن کی ترقی کا کوئی کام شروع ہی نہیں ہوسکتا جب تک وہ عورت کو بے حیا بنا کر بازار میں نہ لا کھڑا کریں اور اختلاط مرد وزن کی ساری راہیں کھول نہ دیں۔ یہ خیال کہ شیطان نے پہلے حوا کو گمراہ کیا اور پھر حوا کے کہنے پر سیدنا آدم نے بھی اس درخت کا پھل کھالیا غالباً اسرائیلیات سے لیا گیا کتاب وسنت میں اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی۔ قرآن سے یہی ملتا ہے کہ شیطان نے دونوں سے وعدے وعید کیے اور دونوں اس کے چکمے میں آگئے۔ (تیسیر القرآن:37/2)﴿2﴾ الحیثمی نے کہا شرم گاہ کا ستر شریعت آدم میں تھا۔ ﴿3﴾ لوگوں نے اس آیت سے ستر کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔ (تفسیر القاسمی:38/7)

سوال12: وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ’’اور ان دونوں کو ان کے رب نے پکارا: ’’کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے روکا نہ تھا اور میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ شیطان بلاشبہ تم دونوں کا کھلا دشمن ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے اس حالت میں ان کو زجر وتوبیخ کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے روکا نہ تھا؟ کیا میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ پھر تم نے اپنے دشمن کی اطاعت کرکے ممنوعہ درخت کا پھل

کیوں کھایا؟

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ(23)

ان دونوں نے کہا: ’’اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔‘‘(23)

سوال1: قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ’’ان دونوں نے کہا: ’’اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا‘‘ آدم علیہ السلام نے اپنی غلطی کا اعتراف کیسے کیا؟

جواب: ﴿1﴾ آدم علیہ السلام سے خطا ہوگئی مگر فوراً ہی توبہ کی، سخت نادم ہوئے اور کہا: اگر میں توبہ کرلوں اور گناہوں کی معافی مانگ لوں تو کیا مجھے معاف کر دیا جائے گا؟ فرمایا: ہاں پھر میں تمہیں جنت میں بسا دوں گا لیکن ابلیس نے بجائے معافی کے مہلت مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی دعائیں قبول کرلیں اور ہر ایک کی مراد پوری کی۔ (عبدالرزاق) ﴿2﴾ آدم اور حوا علیہما السلام دونوں نے کہا: ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر آپ نے معاف نہ کیا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے آدم کی ندامت کو دیکھتے ہوئے انہیں توبہ کے الفاظ سکھا دیئے اور ان دونوں نے دعا کی۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

سوال2: توبہ کیسی خصوصیت ہے؟

جواب: توبہ انسان کو رب سے جوڑے رکھتی ہے۔

سوال3: قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ’’اُن دونوں نے کہا: ’’اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا دونوں نے کہا ہم نے شیطان کی اطاعت کر کے اور آپ کے حکم کی نافرمانی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ (تفسیر مراغی: 278/3) ﴿2﴾ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ یعنی ہم سے وہ گناہ سرزد ہو گیا جس سے تو نے ہمیں روکا تھا۔ ہم نے گناہ کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو سخت نقصان پہنچایا اور اگر تو نے گناہ اور اس

کے عقوبت کے آثار کو نہ مٹایا اور اس قسم کی خطاؤں سے توبہ قبول کر کے معافی کے ذریعے سے ہم پر رحم نہ کیا، تو ہم نے سخت خسارے کا کام کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بھٹک گیا پھر اس کے رب نے اسے چن لیا، پس اس پر توجہ فرمائی اور ہدایت دی۔ (طٰہٰ:122,121) یہ رویہ آدم علیہ السلام کا تھا، مگر اس کے برعکس ابلیس اپنی سرکشی پر جما رہا اور نافرمانی سے باز نہ آیا۔ پس جو کوئی آدم کی طرح اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے ندامت کے ساتھ مغفرت کا سوال کرتا ہے اور گناہ سے باز آجاتا ہے تو اس کا رب اسے چن لیتا ہے اور سیدھی راہ پر ڈال دیتا ہے اور جو کوئی ابلیس کی طرح اپنے گناہ اور نافرمانی پر جم جاتا ہے اور اس کی نافرمانیاں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دوری کے سوا اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی:862/1)

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (24)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور کچھ سامان زندگی ہے۔''(24)

سوال1: قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ '' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اُتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَ اهْبِطُوْا اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب اتر جاؤ یعنی آدم وحوا اور ابلیس۔ ﴿2﴾ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اس دشمنی کا سلسلہ جاری ہے۔

سوال2: سب لوگوں کو کہاں سے اتارا گیا؟

جواب: سب لوگوں کو جنت سے زمین پر اتارا گیا۔

سوال3: انسان اور جن ایک دوسرے کے دشمن کیوں ہیں؟

جواب: آدم علیہ السلام کی فضیلت کی وجہ سے ابلیس حسد میں مبتلا ہوا اور دشمنی کا آغاز ہو گیا۔ اب ابلیس دشمنی کا پورا شعور رکھتا ہے، انتقام لیتا ہے لیکن نسل آدم کی اکثریت کو دشمنی کا شعور نہیں ہے۔

سوال4: کیا آدم علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم سزا کے طور پر دیا گیا تھا؟

جواب: جنت سے زمین پر اتارنا سزا کے طور پرنہیں تھا انسان کی زندگی کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے تھا۔

سوال5: وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ''اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا'' زمین انسان کے لئے کیسا مستقر ہے؟

جواب: ﴿1﴾ زمین انسان کے لئے ہر طرح کی ضروریات زندگی فراہم کرتی ہے۔ ﴿2﴾ زمین زندہ انسانوں کی زندگی کے لئے پناہ گاہ ہے اور مردہ انسانوں کے لئے زمین کا پیٹ پناہ گاہ ہے۔

سوال6: وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ''اور کچھ سامان زندگی ہے'' زمین سے انسان کس مدت تک فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ہر انسان اپنی موت تک اس اٹھا سکتا ہے۔ ﴿2﴾ نسل انسانی قیامت تک فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ ﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الدنیا متاع و خیر متاع الدنیا المرعة الصالحة دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے۔

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ (25)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسی میں تم جیو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اُسی میں سے تم نکالے جاؤ گے۔'' (25)

سوال1: قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسی میں تم جیو گے'' انسان کو زمین پر بھیجا گیا تو زمین کو کیا ذمہ داریاں سپرد کی گئیں؟

جواب: ﴿1﴾ زمین زندہ انسانوں کے لئے خدمت گار ہوگی۔ ﴿2﴾ زمین مردہ انسانوں کے وجود کے لئے پناہ گاہ ہوگی انسان مٹی کے ذرات میں بھی بدل جائیں زمین ہی کا حصّہ رہیں گے۔ ﴿3﴾ یوم البعث کو زمین اپنے سارے بوجھ نکال کر باہر پھینک دے گی۔ ﴿4﴾ یوم البعث تک زمین انسان کے بارے میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی پابند ہے۔

سوال2: وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ''اور اسی میں تم مرو گے اور اسی میں سے تم نکالے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ زندگی، موت اور موت کے بعد کی زندگی زمین ہی کے سپرد ہے۔ رب العزت نے فرمایا: مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی میں سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔ (طٰہٰ:55) ﴿2﴾ زمین کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایسی زندگی رکھی ہے جس کا موت پیچھا کر رہی ہے۔ یہ زندگی امتحان ہے۔ اس دنیا کے امتحان میں کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں، تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی

اطاعت کرکہ جنت میں واپس جانے کے قابل ہوجائیں۔اس زندگی کے بعدموت آئے گی پھرزمین میں دفن ہونے کے بعدجب مدت پوری ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گااوردائمی قیام کے گھرمیں داخل کرے گا۔یاارحم الراحمین وہی دعاہے جوسیدہ آسیہ نے آپ سے مانگی تھی۔ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنادے۔(التحریم:11)

رکوع نمبر10

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ(26)

اے اولادِآدم! یقیناً ہم نے تم پرلباس اتاراہے جوتمہاری شرم گاہوں کوچھپاتاہےاورزینت ہےاورتقوی کالباس ہی بہترین ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگ سبق حاصل کریں۔(26)

سوال1:اس آیت کاشان نزول کیا؟

جواب:بغوی رحمہ اللہ نے لکھاہے جاہلیت کے زمانہ میں لوگ کعبہ کاطواف برہنہ ہوکرکیاکرتے تھے مرددن میں اورعورتیں رات میں۔ان کاقول تھاکہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں ان کوپہنے ہوئے ہم طواف نہیں کریں گے۔اس پرآیت مذکورہ نازل ہوئی۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہاعورت دوران طواف میں اپنی شرمگاہ پرہاتھ رکھے ہوئے کہتی تھی آج اس کاکچھ حصہ کھلاہوایاسب برہنہ ہومیں اس کوکسی کے لئے حلال نہیں کروں گی اس پراللہ تعالیٰ نے کپڑے پہننے کاحکم دیااورفرمایاہم نے تمہارے لئے لباس پیداکیاہے۔(تفسیر مظہری:4/195)

سوال2:يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ’’اے اولادِآدم! یقیناً ہم نے تم پرلباس اتاراہے جوتمہاری شرم گاہوں کوچھپاتاہےاورزینت ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ یہاں صرف ایمان والوں کومخاطب نہیں کیاگیا۔ساری اولادآدم کومخاطب کیاگیا۔﴿2﴾ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا ’’یقیناً ہم نے تم پرلباس اتاراہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے لباس نازل کیاہے یعنی اس کوپیداکیااوراس کارزق دیا تاکہ عبادت اوراطاعت میں مددملے۔﴿3﴾ يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ’’جوتمہاری شرم گاہوں کوچھپاتاہےاورزینت ہے‘‘ اس

میں اشارہ ہے کہ ستر پوشی اور لباس انسان کی فطری خواہش اور ضرورت ہے، بغیر امتیاز کسی مذہب وملت کے سب ہی اس کے پابند ہیں، پھر اس کی تفصیل میں تین قسم کے لباسوں کا ذکر فرمایا: اول، لِبَاسًا يُّوَارِي سَوْاٰتِكُمْ۔ اس میں یواری، موارات سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں چھپانے کے، اور سواۃ، سوءۃ کی جمع ہے، ان اعضاء انسانی کو سوءۃ کہا جاتا ہے جن کے کھلنے کو انسان فطرتاً برا اور قابل شرم سمجھتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمھاری صلاح وفلاح کے لئے ایک ایسا لباس اتارا ہے، جس سے تم اپنے قابل شرم اعضاء کو چھپا سکو۔ ﴿4﴾ اس کے بعد فرمایا وَ رِيْشًا، ریش اس لباس کو کہا جاتا ہے جو آدمی زینت و جمال کے لئے استعمال کرتا ہے، مراد یہ ہے کہ صرف ستر چھپانے کے لئے تو مختصر سا لباس کافی ہوتا ہے، مگر ہم نے تمہیں اس سے زیادہ لباس اس لئے عطا کیا کہ تم اس کے ذریعہ زینت و جمال حاصل کر سکو، اور اپنی ہیئت کو شائستہ بنا سکو۔ (تفسیر معارف القرآن: 3/ 533) ﴿5﴾ اس میں لباس کے دو فائدے بتلائے گئے، ایک ستر پوشی، دوسرے سردی گرمی سے حفاظت اور آرائش بدن، اور پہلے فائدہ کو مقدم کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ انسانی لباس کا اصل مقصد ستر پوشی ہے، اور یہی اس کا عام جانوروں سے امتیاز ہے، کہ جانوروں کا لباس جو قدرتی طور پر ان کے بدن کا جز بنا دیا گیا ہے اس کا کام صرف سردی گرمی سے حفاظت یا زینت ہے، ستر پوشی کا اس میں اتنا اہتمام نہیں، البتہ اعضائے مخصوصہ کی وضع ان کے بدن میں اس طرح رکھ دی ہے کہ بالکل کھلے نہ رہیں، کہیں ان پر دم کا پردہ کہیں دوسری طرح کا۔ (معارف القرآن: 3/ 534) ﴿6﴾ شریعت اسلام جو انسان کی ہر اصلاح وفلاح کی کفیل ہے اس نے ستر پوشی کا اہتمام اتنا کیا کہ ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ستر پوشی کو قرار دیا، نماز، روزہ وغیرہ سب اس کے بعد ہے۔ (ابن کثیر، مسند احمد) (معارف القرآن: 3/ 534،535) ﴿7﴾ اسلام میں ستر کے ڈھانکنے کی اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ تنہائی میں بھی ننگا رہنے کی اجازت نہیں۔ سنن ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ننگے ہونے سے بچو کیونکہ تمہارے ساتھ ایسے افراد ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے (یعنی فرشتے) لہٰذا تم ان سے شرم کرو، ان کا اکرام کرو البتہ بیت الخلاء میں جانے کے وقت اور جب انسان اپنی بیوی کے پاس جائے اس وقت (بقدر ضرورت) برہنہ ہونے کی اجازت ہے۔ سنن ترمذی میں یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنی شرم کی جگہ کی حفاظت کر الّا یہ کہ اپنی بیوی یا مملوکہ (یعنی حلال باندی) سے استمتاع کے لیے استعمال کرے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص تنہائی میں ہو تو شرم کی جگہ کھولنے میں کیا حرج ہے اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔ (انوار البیان: 2/ 350،351) ﴿8﴾ آدم عَلَيْهِ السَّلَام کے واقعہ اور قرآن کریم کے اس ارشاد سے یہ بات بھی واضح

ہوگئی کہ ستر پوشی اورلباس انسان کی فطری خواہش اور پیدائشی ضرورت ہے، جواول دن سے اس کے ساتھ ہے،اورآج کل کے بعض فلاسفروں کا یہ قول سراسرغلط اور بے اصل ہے کہ انسان اول ننگا پھرا کرتا تھا، پھرارتقائی منزلیں طے کرنے کے بعداس نے لباس ایجادکیا۔(معارف القرآن:535/3)﴿9﴾شیطان نے جس کا نام ترقی رکھ دیا ہے وہ عورت کوشرم وحیا سے محروم کرکے منظر عام پرنیم برہنہ حالت میں لے آنے کے بغیرحاصل ہی نہیں ہوتی۔(معارف القرآن:534/3)﴿10﴾ سیدناابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایاکہ دوزخیوں کی دو جماعتیں ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا(کیونکہ وہ میرے بعدظاہرہوں گے)اول تو وہ لوگ جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے ان سے لوگوں کو مارا کریں گے اوردوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جوکپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی،مردوں کو مائل کرنے والی اورخوداِن کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ان کے سرخوب بڑے بڑے اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے جو جھکے ہوئے ہوتے ہیں یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اورنہ اس کی خوشبوسونگھیں گی۔(مسلم:205)﴿11﴾فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص نیا لباس پہنے تواس کوچاہیے کہ لباس پہننے کے وقت یہ دعا پڑھے:الحمدللهِ الذِیْ کَسَانِیْ مَاواریٰ به عوراتی وانجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَانِیْ۔''یعنی شکراس ذات کا جس نے مجھےلباس دیاجس کے ذریعہ میں اپنے سترکاپردہ کروں اورزینت حاصل کروں''نیالباس بنانے کے وقت پرانے لباس دے دواورفرمایاکہ جوشخص نیالباس پہننے کے بعد پرانے لباس کوغرباءومساکین پرصدقہ کردےتو وہ اپنی موت وحیات کے ہرحال میں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اورپناہ میں آگیا۔(ابن کثیر،مسنداحمد)(ابن ماجہ)﴿12﴾وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ اوراللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو پیدا کیا ہے ان کے سائے بھی تمہارے لیے بنائے ہیں اور پہاڑوں میں تمہارے لیے چھپنے کی جگہیں بنائیں اورتمہارے لیےقمیضیں بنائیں جوتمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اورایسی قمیضیں بھی جوتمہیں جنگ میں بچاتی ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ تم پراپنی نعمت کی تکمیل کرتا ہے تاکہ تم فرماں برداربن جاؤ۔(النحل:81)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے انسان پرکیسےلباس نازل کیاہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے انسان پرلباس اورستر پوشی کا قانون نازل کیاہے۔﴿2﴾یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے زینت اورشرمگاہوں کوچھپانے کے لئے لباس کولازمی قانون کی شکل دی۔﴿3﴾جسم کوچھپانا فطری حیاہے اس کا تعلق کسی

خاص معاشرے کے رسم ورواج سے نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کی اسی فطرت کے مطابق لباس کوشرعی اورقانونی تقاضابنایاہے۔

سوال4: لباس انسان کی کن ضروریات کی تکمیل کرتاہے؟

جواب:﴿1﴾ لباس انسان کی فطری ضروریات کی تکمیل کرتاہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کوایسا جسم دیاہے کہ اس کے قابل شرم حصے کھلے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کے فطری جذبۂ شرم وحیاء کے لئے اس کی فطرت پرلباس کاالہام کیاہے تاکہ وہ اپنی عقل سے کام لے کراپنے لئے لباس فراہم کرے۔﴿2﴾ لباس انسان کی اخلاقی ضروریات کی تکمیل کرتاہےاسی وجہ سےانسان لباس سے اپنے قابل شرم حصوں کوڈھانپتاہے۔﴿3﴾ لباس انسان کی طبیعی ضروریات کی تکمیل کرتاہے۔یہ لباس موسم کے سردوگرم سے بھی اس کی حفاظت کرتاہے۔ اوراس کے حسن اوروقار کاباعث بنتاہے۔﴿4﴾ لباس انسان کی روحانی ضروریات کی تکمیل کرتاہےروح کالباس تقوٰی ہے جواسے شیطان کے حملوں سے بچاتاہےاوراس کے اخلاق ومعاملات کو سنوارکراسے جنت جیسے اعلیٰ مقام کے قابل بناتاہے۔

سوال5: لباس انسان کے لئے زینت کاباعث کیسے بنتاہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بنے بنائے لباس اتارنے کی بجائے اسے انسان کی عقل پرچھوڑدیاکہ وہ وحی کی راہ نمائی میں اپنے لئے لباس میں حسن تلاش کرے۔یہ لباس انسان کوحسن عطاکرتاہے،انسان کے ذوق کاپتہ دیتاہے،انسان کی حس جمالیات کےاظہارکاذریعہ بنتاہے۔

سوال6: وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ’’اورتقویٰ کالباس ہی بہترین ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: تقویٰ کالباس،حسی لباس سے بہتر ہے۔کیونکہ لباس تقویٰ بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتاہےکبھی پرانااوربوسیدہ نہیں ہوتا اورلباس تقویٰ قلب وروح کاجمال ہے۔رہاحسی اورظاہری لباس تواس کی انتہایہ ہے کہ یہ ایک محدودوقت کے لیے ظاہری سترکوڈھانپتاہے یاانسان کے لیے خوبصورتی کاباعث بنتاہے۔اس سے بڑھ کراس کااورکوئی فائدہ نہیں۔نیزفرض کیایہ لباس موجودنہیں تب زیادہ سے زیادہ یہ ہوگاکہ اس کاظاہری سترمنکشف ہوجائے گاجس کااضطراری حالت میں منکشف ہونانقصان دہ نہیں اوراگرلباس تقویٰ معدوم ہوجائے توباطنی سترکھل جائے گااوراسے رسوائی اورفضیحت کاسامناکرناپڑے گا۔
(تفسیرسعدی:863/1)

سوال7: تقوٰی کے لباس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تقوٰی روح کا لباس ہے۔عبدالرحمان بن اسلم نے کہا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنی شرمگاہ چھپائے تو یہ لباس تقوٰی ہے۔﴿2﴾ تقوٰی اللہ کا ایسا ڈر ہے جو انسان کے شعور پر غالب رہتا ہے۔یہ غلبہ اسی طرح کا ہے جیسے انسان کے جسم پر لباس ہوتا ہے۔

سوال8: تقوٰی کا لباس کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تقوٰی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید سے اس کی اطاعت کرنے اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کے نواہی سے رکنے کا نام ہے۔﴿2﴾ تقوٰی اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، اس کائنات کی بڑی سچائی کا اعتراف ہے۔﴿3﴾ تقوٰی اپنی حیثیت کو پہچاننے اور مقصد زندگی کے شعور کا عمل ہے۔﴿4﴾ تقوٰی اپنوں اور غیروں کے لئے ایک معیار رکھتا ہے۔﴿5﴾ تقوٰی تواضع ہے، غلامی کا راستہ اختیار کرنا ہے، آخرت کی طرف توجہ کرنے کا عمل ہے۔﴿6﴾ انسان جب ان ساری کیفیات ، اور اعمال کو اوڑھ لیتا ہے تو یہ تقوٰی کا لباس بن جاتا ہے جو اس کے دل کی زینت بنتا ہے۔

سوال9: جس انسان کے پاس تقوٰی نہیں وہ کیسا انسان ہے؟

جواب: تقوٰی کے بغیر انسان کا اندرونی وجود عریاں ہے ایک انسان اللہ تعالیٰ کے خوف کے تحت زندگی نہیں گزارتا تو اپنے آپ کو عریاں کر لیتا ہے۔

سوال10: تقوٰی کا لباس انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تقوٰی انسان کو شیطان کے حملوں سے بچاتا ہے۔﴿2﴾ تقوٰی انسان کو اللہ کی غلامی میں لے آتا ہے۔﴿3﴾ تقوٰی انسان سے اطاعت کرواتا ہے۔﴿4﴾ تقوٰی انسان کو جنت میں بسنے کے قابل بناتا ہے۔

سوال11: ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ''یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگ سبق حاصل کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی لباس اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔اس ظاہری لباس سے تم اپنے باطنی لباس کے لیے مدد لو گے یعنی ظاہری حیا سے باطنی حیا اور ایمان کے لیے مدد ملے گی۔

سوال12: لباس کیسے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے؟

جواب:﴿1﴾ دنیا کا نظام اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ جو کچھ ظاہر ہے وہ چھپے ہوئے کی نشانی ہے۔انسان ظاہری چیزوں پر غورو فکر کر کے چھپی ہوئی حقیقتوں تک پہنچ جاتا ہے ایسا ہی معاملہ لباس کا ہے۔﴿2﴾ انسان کو تمام جانوروں سے مختلف لباس دیا گیا ہے، دنیا کی کوئی مخلوق لباس نہیں پہنتی۔آدم علیہ السلام کے دور سے لے کر آج تک کے دور میں انسان طرح طرح کے لباس، رنگ رنگ کے لباس پہنتا رہا ہے۔﴿3﴾ انسان کا اپنے بدن کو ڈھانپنا اسے توجہ دلاتا ہے کہ اس کی روح کو بھی لباس کی ضرورت ہے۔یوں انسان کا ظاہری لباس روح کے لباس تقویٰ کے لئے نشانی بن جاتا ہے اسی لئے رب نے فرمایا ''لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ'' شاید کہ وہ اس سے سبق لیں۔

يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ لَا يَفۡتِنَنَّكُمُ الشَّيۡطٰنُ كَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَيۡكُمۡ مِّنَ الۡجَـنَّةِ يَنۡزِعُ عَنۡهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوۡاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰٮكُمۡ هُوَ وَقَبِيۡلُهٗ مِنۡ حَيۡثُ لَا تَرَوۡنَهُمۡ ؕ اِنَّا جَعَلۡنَا الشَّيٰطِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ لِلَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ (27)

اے اولادِ آدم! شیطان تمہیں ہرگز فتنے میں نہ ڈالے جیسا کہ اُس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا تھا، وہ اُن دونوں کے لباس ان سے اتروا تا تھا تا کہ وہ اُن دونوں کو ایک دوسرے کی شرمگاہیں دکھا دے یقیناً وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے، یقیناً ہم نے شیطانوں کو اُن لوگوں کے لیے دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔(27)

سوال1: يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ لَا يَفۡتِنَنَّكُمُ الشَّيۡطٰنُ كَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَيۡكُمۡ مِّنَ الۡجَـنَّةِ يَنۡزِعُ عَنۡهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوۡاٰتِهِمَا'' اے اولادِ آدم! شیطان تمہیں ہرگز فتنے میں نہ ڈالے جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا تھا وہ اُن دونوں کے لباس ان سے اتروا تا تھا تا کہ وہ ان دونوں کو ایک دوسرے کی شرمگاہیں دکھا دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ رب العزت نے اولادِ آدم کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے اولادِ آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں فتنے میں ڈال دے وہ تمہارے سامنے گناہوں کو مزین کر کے پیش کرے، تمہیں گناہوں کی ترغیب دے اور تم اس کی بات مان لو۔﴿2﴾ كَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَيۡكُمۡ مِّنَ الۡجَـنَّةِ'' جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا تھا'' یعنی آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو بلند ترین مرتبے سے نیچے گرا دیا تھا۔مقام بندگی سے مقام معصیت تک پہنچا دیا تھا۔شیطان سے بچو۔وہ تمہیں گمراہ کرنے سے بھی غافل نہیں ہوگا۔﴿3﴾ شیطان نے دونوں سے لباس اتروا دیے تھے تا کہ ان دونوں کو ایک دوسرے کی شرم

گاہیں دکھادے تم پر بھی وہ اسی راستے سے آئے گا کہیں وہ تمہارے بھی لباس نہ اترواد ے۔شیطان جن راستوں سے شب خون مارتا ہے ان راستوں سے غافل نہ رہو۔

سوال2: شیطان انسان کو کس فتنے میں مبتلا کرتا ہے؟

جواب: شیطان انسان کوعریانیت کے فتنے میں مبتلا کرتا ہے۔

سوال3:عریانیت کیا ہے؟

جواب:عریانیت حیوانات کی ایک خصوصیت ہے۔

سوال4:انسان عریانیت کی طرف کیسے مائل ہوتا ہے؟

جواب:《1》انسان عریانیت کی طرف اسی وقت مائل ہوتا ہے جب وہ مقام انسانیت سے گر جائے۔《2》شیطان انسان کو کمزورمقامات سے گراتا ہے۔انسان کے کمزور مقامات جنسی خواہشات اور مرتبے کے حصول کی خواہش ہے۔《3》شیطان انسان کی جنسی خواہشات کوابھارتا ہے۔《4》وہ ایسے معصوم راستوں سے انسان کی طرف آتا ہے کہ انسان کا ان کی طرف گمان بھی نہیں جاتا۔《5》شیطان عریانیت کوترقی کا راز بنا کر انسانوں ے سامنے رکھتا ہے پھر انسان اپنی حیااور ستر پوشی کو ترقی کے راستے کی رکاوٹ سمجھ لیتا ہے۔《6》شیطان عریانیت کے لئے اہل قلم کاقلم استعمال کرتا ہے۔ذرائع ابلاغ اور میڈیا کودن رات مصروف کرتا ہے《7》شیطان قلم اور میڈیا کے ذریعے انسان کی فطری شرم وحیاء کوچھین لیتا ہے جس کی وجہ سے انسان انسان ہے۔یہ نفس کی عریانی ہے۔اس عریانی کے لئے قلم،آواز اورسکرین کام کررہی ہے۔

سوال5: شیطان نے سیدنا آدم علیہ السلام اور حوا کے لباس کیسے اتروائے تھے؟

جواب: شیطان نے ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کے لئے یہ فریب دیا تھا کہ اگر یہ پھل کھالیا تو ہمیشہ کی زندگی اورلازوال سلطنت ملے گی۔یوں آدم اور حواشیطان کے فریب میں آگئے اوران کے لباس اتروادیئے گئے۔

سوال6: اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ’’یقیناًوہ اوراس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے‘‘ شیطان کے قبیلے سے کیا مراد ہے؟

جواب: شیطان کی نسل۔

سوال7: اللہ تعالیٰ نے انسان کوشیطان سے کیسے ڈرایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ شیطان اوراس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم نہیں دیکھ سکتے۔ اس لئے وہ بہکانے کی زیادہ استطاعت رکھتا ہے۔لہٰذا ہوشیار ہوجاؤ،محتاط ہوجاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں بہکائے اور تمہیں پتہ ہی نہ چلے۔ ﴿2﴾ ایمان کے ساتھ شیطان دوستی نہیں ہوتی۔ایمان ن ہو تو یہ دوستی ہوجاتی ہے۔ ﴿3﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ان لوگوں پر یقیناً اس کا کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا زور تو صرف ان ہی پر چلتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ شریک کرنے والے ہیں۔(النحل:99,100) ﴿4﴾ سیدنا زید بن ارقم سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قضاء حاجت کی جگہیں (شیاطین کے) حاضر ہونے کی جگہیں ہیں اس لیے جب تم میں کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے جائے تو (اللہ تعالی سے ان کلمات کے ساتھ) یوں دعا مانگے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں شیاطین سے ان کے مردوں سے اور عورتوں سے۔(ابوداود:2/1)

سوال 8: اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ''یقیناً ہم نے شیطانوں کو اُن لوگوں کے لیے دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے'' اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو ایمان نہ لانے والوں کا دوست کیسے بنایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تقدیر پر ایمان نہ لانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کا دوست بنایا ہے، شیطان کو ان کے ساتھ لگا دیا ہے۔ ﴿2﴾ شیطان دوست بن کر گمراہ کرتا ہے۔ ﴿3﴾ شیطان اپنے دوستوں کو جدھر لے جانا چاہے لے جاتا ہے۔ ﴿4﴾ شیطان کے مقابلے میں ایمان نہ لانے والوں کا کوئی مددگار اور معاون نہیں ہوگا۔ ﴿5﴾ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وضو کا ایک شیطان ہے جسے ولہان کہا جاتا ہے اس لیے تم پانی کے (متعلق) وسوسہ ڈالنے والے سے بچو۔(سنن ابن ماجہ:34) ﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جب کوئی شخص سونے لگتا ہے تو شیطان اس کی گدی میں تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ لگاتے ہوئے لوری دیتا ہے کہ ابھی رات لمبی ہے سو جا پس اگر وہ بیدار ہوا اور بیدار ہو کر اللہ تعالی کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اس کے بعد اگر اس نے وضو کیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اس کے بعد جب نماز پڑھ لیتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ خوش طبیعت ہشاش بشاش ہو جاتا ہے ورنہ وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کی طبیعت گندی ہوتی ہے اور اس پر سستی چھائی ہوتی ہے۔ (بخاری:531/) ﴿7﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک آدمی کا ذکر ہوا کہ وہ صبح تک

سوتا رہا اور نماز کے لیے نہ اٹھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ایسا ہے جس کے کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔
(صحیح بخاری:463/1) ﴿8﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا اور رسولوں کو ہم خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہی بنا کر بھیجتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، وہ باطل کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے سے حق کو نیچا دکھا دیں، اور اُنہوں نے میری آیات کو اور جن سے انہیں تنبیہ کی گئی، اسے مذاق بنالیا ہے۔(الکھف:56)

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (28)

اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ''ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔'' آپ کہہ دیں: ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہتے ہو جو تم جانتے نہیں؟'' (28)
سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟
جواب: اسلام سے پہلے جاہلیت عرب کے زمانہ میں شیطان نے لوگوں کو جن شرم ناک اور بیہودہ رسموں میں مبتلا کر رکھا تھا ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قریش کے سوا کوئی شخص بیت اللہ کا طواف اپنے کپڑوں میں نہیں کر سکتا تھا، بلکہ یا وہ کسی قریشی سے اس کا لباس عاریت کے طور پر مانگے یا پھر ننگا طواف کرے۔ اور ظاہر ہے کہ سارے عرب کے لوگوں کو قریش کے لوگ کہاں تک کپڑے دے سکتے تھے، اس لئے ہوتا یہی تھا کہ یہ لوگ اکثر ننگے ہی طواف کرتے تھے، مرد دن میں اور عورتیں عموماً رات کے اندھیرے میں طواف کرتی تھیں، اور اپنے لباس اس فعل کی شیطانی حکمت یہ بیان کرتے تھے کہ ''جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں انہی کپڑوں میں بیت اللہ کے گرد طواف کرنا خلاف ادب ہے۔ (اور یہ عقل کے اندھے یہ نہ سمجھتے تھے کہ ننگے طواف کرنا اس سے زیادہ خلاف ادب اور خلاف انسانیت ہی) صرف قریش کا قبیلہ بوجہ خدام حرم ہونے کے اس عریانی کے قانون سے مستثنیٰ سمجھا جاتا تھا۔'' آیات مذکورہ میں پہلی آیت اسی بیہودہ رسم کو مٹانے اور اس کی خرابی کو بتلانے کے لئے نازل ہوئی ہے۔(تفسیر معارف القرآن:539،538/3)
سوال 2: وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا'' اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ''ہم

نے اپنے باپ دادا کواسی پر پایاہےاوراللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کاحکم دیاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَاِذَافَعَلُوْافَاحِشَةً'' اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں'' فحش سے مراد ہر وہ کام ہے جو برااورانتہائی قبیح ہو۔ عریاں ہوکر بیت اللہ کا طواف کرنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔《2》کسی بھی معاملے میں حد سے گزر جانا بے حیائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کوشرم وحیااورتقویٰ کاحکم دیاہے انسان جب شرم وحیا کی حد سے گزرتا ہے،عریاں ہوتاہےتو یہ بھی فحاشی میں آتا ہے۔《3》قَالُوْاوَجَدْنَاعَلَيْهَآاٰبَآءَنَاتو کہتے ہیں:''ہم نے اپنے باپ دادا کواسی پر پایاہے'' مشرکین عرب اپنی فحاشی کے لئے کیادلائل دیتے تھے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کوایسے ہی کرتے پایاہے۔《4》وَاللّٰهُ اَمَرَنَابِهَااللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا کرنے کاحکم دیاہے۔وہ اس بے حیائی کے کام کواللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے میں جھوٹ بولتے ہیں۔

سوال3:قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُبِالْفَحْشَآءِ'' آپ کہہ دیں:''یقیناًاللہ تعالیٰ بے حیائی کاحکم نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کمال کے لائق نہیں کہ وہ اپنے بندوں کوفحش کاحکم دے۔اللہ تعالیٰ نے اس فحش کاحکم دیاہےجس کاارتکاب یہ مشرک کرتے ہیں نہ کسی اورفحش کام کا۔(تفسیر سعدی:865/1)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:《1》قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُبِالْفَحْشَآءِ'' آپ کہہ دیں:''یقیناًاللہ تعالیٰ بے حیائی کاحکم نہیں دیتا''《2》جس رب نے حیااورتقویٰ کاحکم دیاہےوہ بے حیائی کاحکم کیسے دے سکتاہے؟

سوال4:مشرکین کویہ اطلاع کس نے دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کاحکم دیاہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے احکامات اورقوانین تواس کی کتابوں اوررسولوں سے پتہ چلتے ہیں۔کوئی شخص کسی بات کارخ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں پھراسکتاجب تک کہ وہ کتاب اللہ اورسنت رسول اللہ سے ثابت نہ ہو۔کیونکہ سند کے بغیرکوئی بات قبول نہیں کی جاسکتی اوراس بات کی کوئی سندنہیں اس لئے یہ ثابت ہوتاہے کہ یہ بات انہوں نے خودکی اوراللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردی۔

سوال5:اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ'' کیاتم اللہ تعالیٰ پروہ باتیں کہتے ہوجوتم جانتےنہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:کیاتم اللہ تعالیٰ پرایسی بات کہتے ہوجس کوجانتےنہیں ہو۔یہ ہرجاہلیت کی خصوصیت ہے۔نفس کی خواہشات سے Dictation لینے والے اللہ تعالیٰ پریوں ہی بات کیاکرتے ہیں۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْاوُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ

تَعُوۡدُوۡنَ(29)

آپ کہہ دیں: ''میرے رب نے انصاف کاحکم دیاہے،'' اور ہرنماز کے وقت اپنارخ سیدھا رکھو، اور دین کو اُس کے لیے خالص کر کے اُسی کو پکارو، جیسے اس نے تمہاری ابتدا کی، اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے۔(29)

سوال1: قُلۡ اَمَرَ رَبِّیۡ بِالۡقِسۡطِ ''آپ کہہ دیں: میرے رب نے انصاف کاحکم دیاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: بِالۡقِسۡطِ یعنی قول، حکمت اور عمل میں عدل ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے عبادات ومعاملات میں ظلم کانہیں عدل کاحکم دیا ہے۔(ایسر التفاسیر:445)﴿3﴾ میرے رب نے انصاف کاحکم دیاہے یعنی اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ پر ایمان اوراس کی عبادت میں توحید کاحکم دیاہے جوکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور فحاشی کے کام نہیں ہیں۔(ایسر التفاسیر:445,446)

سوال2: اللہ تعالیٰ اعتدال کاحکم دیتاہے کیسے، وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے کا، بے حیائی کاحکم نہیں دیتا۔حیاکے تقاضوں کی تکمیل ہی حداعتدال ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ عبادت کی حدمقرر کرتاہے کہ صرف اس کی بندگی کرو، یہ بندگی کی حداعتدال ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ پکارنے کی حدمقرر کرتاہے کہ صرف اس کو پکارو، یہی حداعتدال ہے۔﴿4﴾ دین کواللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنا، دین کا اعتدال ہے اسی سے مکمل غلامی ہوگی اور انسان کسی اور کاغلام نہ رہے گا نہ کسی کے ذاتی احکامات کاپابند۔

سوال3: وَاَقِيۡمُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ ''اور ہرنماز کے وقت اپنارخ سیدھا رکھو' عبادیت میں قسط کیاہے؟

جواب: یعنی عبادت میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھیں اوراس کوظاہراور باطن میں مکمل کرنے کی کوشش کریں اوراسے ہرطرح کے نقص اور فساد سے پاک کرنے کی کوشش کریں۔

سوال4: وَّادۡعُوۡهُ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ''اور دین کواس کے لیے خالص کر کے اسی کو پکارو' دین کواللہ کے لئے خالص کرنے سے کیامراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ یعنی دین کواللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے سے مراد ہے کہ ہرکام کامقصد اللہ تعالیٰ کی رضا رکھو۔﴿2﴾ یہ دعا، دعائے مسئلہ اور دعائے عبادات دونوں کوشامل ہے یعنی تمہاری دعا کی تمام اغراض میں اللہ تعالیٰ کی عبودیت اوراس کی رضا کے سوا کوئی اور مقصد اورارادہ نہیں ہونا چاہیے۔(تفسیر سعدی:865/1)

زندگی کے سارے طریقوں کو رب کے لئے خالص کرلے۔

سوال 5: موت کے بعد ایک اور زندگی کو ماننا کیسے قسط ہے؟

جواب: موت کے بعد دوبارہ زندگی کو ماننا انصاف ہے۔ انسان کو جب زندگی ملتی ہے تو وہ عدم سے وجود میں آتا ہے۔ موت کے بعد کی زندگی کو ماننا اس اعتبار سے انصاف ہے کہ انسان دراصل اسی حقیقت کو مانتا ہے جو اس کی پیدائش کے موقع پر پیش آچکی ہے۔

سوال 6: كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ''جیسے اس نے تمہاری ابتدا کی، اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ وہ ذات جس نے تخلق کی ابتدا کی اس کے لیے اعادہ کرنا زیادہ آسان ہے۔

فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (30)

ایک گروہ کو اُس نے ہدایت دے دی ہے اور دوسرے گروہ پر گمراہی ثابت ہو چکی، یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنا رکھا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ بلاشبہ وہی ہدایت پانے والے ہیں۔ (30)

سوال 1: فَرِيْقًا هَدٰى ''ایک گروہ کو اس نے ہدایت دے دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی ایک گروہ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی، اس کے لیے اسباب فراہم کیے اور اس کی رکاوٹوں کو دور کیا۔ ﴿2﴾ اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کے فضل سے کسی کو ہدایت ملتی ہے۔

سوال 2: ایک گروہ کیسے ہدایت یافتہ ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پا کر ﴿2﴾ ایمان لا کر ﴿3﴾ رسولوں کے راستے پر چل کر ﴿4﴾ کتاب کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ایک گروہ ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے۔

سوال 3: وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ''اور دوسرے گروہ پر گمراہی ثابت ہو چکی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: دوسرے گروہ پر گمراہی ایسے مسلط ہوئی کہ انہوں نے گمراہی کے اسباب اختیار کیے ان پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے گمراہی

کوان پر چسپاں کر دیا۔

سوال4: دوسرے گروہ پر گمراہی کیسے چسپاں ہو کر رہ گئی ہے؟

جواب: شیطان کی دوستی کی وجہ سے، شیطان کی سرپرستی کی وجہ سے انسان سمجھتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں۔ شیطان گمراہی کے راستے پر چلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ گمراہی کو واجب کر دیتے ہیں۔

سوال5: اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنا رکھا ہے''

جواب: انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیاطین کو دوست بنایا اور کھلے خسارے کا سودا کر لیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی دوستی کو چھوڑا، اس کی مدد اور توفیق سے محروم ہوئے۔ انہوں نے شیاطین سے دوستی کی تو اپنے آپ پر بھروسہ کیا۔

سوال6: وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ''اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ بلاشبہ وہی ہدایت پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ بلاشبہ وہی ہدایت پانے والے ہیں'' جو اپنے آپ کو ہدایت کے راستے پر سمجھتا ہے حالانکہ وہ گمراہ ہوتا ہے تو ہدایت کو چھوڑ کر اپنے اوپر ظلم کرتا ہے ان کے لیے حقائق بدل جاتے ہیں وہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھ لیتے ہیں۔ ﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے۔ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ تم لوگ دنیا میں بس دس دن ہی رہے ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہیں گے جب ان سب میں سے بہترین رائے والا کہے گا کہ تم صرف ایک دن ہی ٹھہرے ہو۔ (الکھف: 103,104)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (31)

اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو، اور کھاؤ اور پیو اور تم حد سے نہ گزرو، یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (31)

سوال1: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ''اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں زینت سے مراد ستر ڈھانپنا ہے۔ ﴿2﴾ زینت سے مراد لباس کی صفائی بھی ہے۔ ﴿3﴾ اے اولاد آدم! ہر فرض یا نفل نماز کے وقت اپنے ستر کو ڈھانپو۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے لباس کو میل کچیل اور نجاست سے پاک رکھنے

کا حکم دیا ہے۔

سوال2: ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ ہوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ عبادت کے موقع پر ستر پوشی کے ساتھ ساتھ پورا لباس پہنے یہ جاہلانہ طریقوں کی تردید کے لئے حکم دیا گیا جو برہنہ ہو کر اپنی حالت بگاڑ کر عبادت کرتے تھے۔

سوال3: اہل عرب عبادت کے موقع پر اپنا لباس کیسے اتار دیتے تھے؟

جواب: ہشام بن عروہ کی روایت ہے کہ عرب بیت اللہ کا طواف عریانی کی حالت میں کرتے تھے ماسوائے قریش اور ان کی اولاد کے وہ ننگے ہو کر طواف کرتے تھے کہ قریش انہیں کپڑے دیں۔(مسلم)

سوال4: وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ''اور کھاؤ اور پیو اور تم حد سے نہ گزرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قرطبی احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ اہل عرب حج کے دنوں میں مرغن کھانے نہ کھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کھاؤ اور پیو اس پر پابندی نہیں ہے۔﴿1﴾ كُلُوْا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا کیا ہے اس میں سے پاک چیزیں کھاؤ۔﴿2﴾ وَلَا تُسْرِفُوْا ''اور تم حد سے نہ گزرو'' اسراف سے مراد کھانے پینے کی چیزوں کی زیادہ مقدار استعمال کرنا ہے کیونکہ حرص نقصان دہ ہے۔﴿3﴾ اس سے مراد کھانے پینے پر حد سے زیادہ خرچ کرنا بھی ہے۔﴿4﴾ اس سے مراد حلال سے بڑھ کر حرام استعمال کرنا ہے۔﴿5﴾ وَلَا تُسْرِفُوْا سے مراد ہے حد سے تجاوز نہ کرو حلال چیزوں کو حرام قرار دینا بھی حد سے تجاوز کرنا ہے۔

سوال5: اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ''یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کو اعتدال پسند ہے حد سے گزرنا اعتدال کی مخالفت ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔﴿2﴾ اسراف انسان کے جسم اور اس کے مالی معاملات میں نقصان کا سبب بنتا ہے اور بعض اوقات ایسے حالات تک پہنچا دیتا ہے جس کی وجہ سے واجبات ادا کرنے بھی مشکل ہو جاتے ہیں۔

رکوع نمبر11

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (32)

آپ پوچھیں: ''کس نے اللہ تعالیٰ کی زینت کوحرام کردیا اور پاکیزہ رزق کو جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے؟ آپ کہہ دیں: ''یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی اُن لوگوں کے لیے ہیں جو ایمان لائے اور قیامت کے دن وہ خالصتاً اُن ہی کے لیے ہوں گی، اس طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔(32)

سوال1: قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِيۡنَةَ اللّٰهِ الَّتِىۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ '' آپ پوچھیں: ''کس نے اللہ تعالیٰ کی زینت کوحرام کردیا اور پاکیزہ رزق کو جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں کہہ دیں کس نے رزق میں سے طیب چیزیں لباس، کھانا پینا وغیرہ حرام کردیا ہے۔《2》رزق کی طیبات اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مباح کی ہیں کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی وسعت کو تنگی میں بدل رہا ہے۔《3》خوش پوشی اور عمدہ قسم کے صحت بخش کھانے اللہ تعالی نے حرام قرار نہیں دیئے پھر تم اپنی طرف سے ان چیزوں کو کیوں حرام ٹھہراتے ہو اس آیت میں ان لوگوں کی سخت تردید ہے جو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے ترک استعمال کو درویشی سمجھتے ہیں اور گھٹیا قسم کا کھانا کھانے اور لباس پہننے ہی کو بڑی نیکی خیال کرتے ہیں حدیث میں ہے اللہ تعالی جب اپنے بندے کو کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس کا اثر اس پر ظاہر ہو۔(ابن ماجہ نسائی)《4》اسلام میں روحانی ارتقاء کا راستہ ترک دنیا پر منحصر نہیں ہے بلکہ یہ راستہ معاملات دنیا کو احسن طریقے پر ادا کرتے ہوئے اسے دنیا سے آگے چلتا ہے جس میں جسم کی بھی پرورش ہو اور روح کی بھی اور جو لوگ ترک دنیا کی راہ اختیار کر کے روحانی ارتقی چاہتے ہیں تو یہ پابندیاں اللہ تعالیٰ نے قطعاً نہیں لگائیں یہ ان کی اپنی خودساختہ ہیں اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ اس نے جس انسان پر جو انعام کیے ہے ان کا اثر اس کے طرز زندگی سے ظاہر ہونا چاہیے۔(تیسیر القرآن:46/2)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی زینت کو کیوں حرام نہیں کیا جاسکتا؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے زینت کو خود اپنے بندوں کے لئے نکالا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے زینت کو پاک قرار دیا ہے۔

سوال3: قُلۡ هِىَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا خَالِصَةً يَّوۡمَ الۡقِيٰمَةِ '' آپ کہہ دیں: ''یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ان لوگوں کے لیے ہیں جو ایمان لائے اور قیامت کے دن وہ خالصتاً اُن ہی کے لیے ہوں گی'' کیا زینت اہل ایمان کا حق ہے؟

جواب:《1》رب العزت نے واضح فرمایا کہ زینت کی چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی اہل ایمان کے لئے ہیں۔ قیامت کے روز تو زینت پر خالصتاً اہل ایمان کا حق ہوگا۔《2》رب العزت نے فرمایا: وَّاَنۡ لَّوِ اسۡتَقَامُوۡا عَلَى الطَّرِيۡقَةِ لَاَسۡقَيۡنٰهُمۡ مَّآءً

غَدَقًا اور یہ کہ اگر لوگ راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہتے تو ہم اُنہیں ضرور بہت وافر پانی سے پلاتے۔(الجن:16)﴿3﴾ درحقیقت کافر اس لائق نہیں ہے کہ کوئی بھی نعمت اسے دی جائے اور کسی بھی نعمت سے متنفع ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا بے حیثیت ہے اس لیے کافروں کو بھی دے دیتا ہے۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی کوئی حیثیت رکھتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔(ترمذی)
(انوارالبیان:356/2)

سوال4: كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ''اس طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ باتوں سے کون لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ باتوں سے علم رکھنے والے ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور وہ ان آیات کو سمجھتے ہیں اور ان میں غور و فکر کرتے ہیں۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(33)

آپ کہہ دیں یقیناً میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے جو اس سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کرو جس کا تم علم ہی نہیں رکھتے۔(33)

سوال1: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ ''آپ کہہ دیں یقیناً میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کہہ دو میرے رب نے بڑے بڑے گناہ حرام کیے ہیں۔ بے حیائی کے کام جن کی برائی کی وجہ سے انہیں فحش کہا جاتا ہے، جن میں زنا اور فعل قوم لوط وغیرہ شامل ہیں۔

سوال2: مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ''جو اس سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں وہ فواحش آتے ہیں جن کا تعلق جسم کی حرکات سے ہو۔ اس سے مراد اعضاء سے کیے جانے والے فحش

کام ہیں جو معاشرے کا وجود کھوکھلا کر دیتے ہیں۔وَ مَا بَطَنَ میں وہ فواحش آتے ہیں جن کا تعلق قلب انسانی سے ہے اور جو دلوں کو گندا کر دیتے ہیں مثلاً بخل، ریا، نفاق، تکبر اور خود پسندی وغیرہ۔

سوال3: وَالۡاِثۡمَ وَالۡبَغۡیَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ ''اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》الۡاِثۡمَ ہر نافرمانی کے کام کو اثم کہتے ہیں۔《2》گناہ کے کام جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں سزا کو واجب کرتے ہیں۔《3》وَالۡبَغۡیَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ یعنی وہ ظلم جو حق اور انصاف کے خلاف ہو۔《4》اپنی حد سے بڑھ کر ان حدود میں قدم رکھنا جہاں داخل ہونے کا انسان کو حق نہ ہو۔《5》بغاوت سے دوسرے کی حق تلفی مراد ہے۔

سوال4: کیا شرک اللہ تعالیٰ سے بغاوت کے کاموں میں شمار ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا حق اور انصاف کے خلاف ہے، ظلم ہے اس لحاظ سے یہ بغاوت کا کام ہے۔

سوال5: وَاَنۡ تُشۡرِكُوۡا بِاللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو اس کے ساتھ عبادت میں شریک ٹھہرایا جائے۔《2》اللہ تعالیٰ نے توحید کے لیے دلائل نازل کیے ہیں۔شرک کے لیے دلائل نہیں دیے۔

سوال6: وَّاَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کرو جس کا تم علم ہی نہیں رکھتے'' اللہ تعالیٰ کی طرف کون سی باتوں کو منسوب کیا جاتا ہے جس کا ان کے پاس علم نہیں ہوتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے اسماء، صفات، افعال اس کی شریعت اور حلال وحرام کے بارے میں علم کے بغیر بات کرنا۔حلال وحرام کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف ان باتوں کو منسوب کرنا ہے جن کا ان کے پاس علم نہیں ہوتا۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ لَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّلَا يَسۡتَقۡدِمُوۡنَ (34)

اور ہر قوم کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب اُن کا وقت آ جاتا ہے، وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔(34)

سوال1: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ''اور ہر قوم کے لیے ایک وقت ہے'' وقت مقرر کرنے کا کیا مفہوم ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر بسایا تو ان کے لیے مدت مقرر کر دی یہی ہر قوم کا مقررہ وقت ہے۔《2》اس سے مراد یہ ہے کہ ہر قوم کو کام کرنے کے لئے جو مواقع فراہم کیے جاتے ہیں اس کی ایک حد مقرر کی جاتی ہے ہر قوم کو برائیوں کے باوجود مہلت ملتی رہتی ہے۔حد سے گزرنے پر مہلت ختم کر دی جاتی ہے۔

سوال2: فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ''پھر جب اُن کا وقت آ جاتا ہے، وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کوئی قوم نہ اپنی مقررہ مدت سے آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے نہ ساری قومیں اکھٹی ہو کر اپنی اجل سے آگے بڑھ سکتی ہیں۔

سوال3: کسی قوم کی مدت آ جانے پر ایک گھڑی بھر کی تقدیم و تاخیر نہ ہونے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:《1》اسلامی نظریہ حیات کے بنیادی عقیدے کے توسط سے بے خبر اور ناشکرے لوگوں کو جھنجھوڑا جاتا ہے۔《2》اس عقیدے کے توسط سے یہ شعور دلایا جاتا ہے کہ یہ زندگی کی مہلت دائمی نہیں ہے اس کی وجہ سے انسان سرکشی سے بچتا ہے۔

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (35)

اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں جو تمہیں میری آیات بیان کریں تو جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اس نے اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔(35)

سوال1: يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ ''اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں'' اللہ تعالیٰ کی جانب سے تخلیق آدم کے وقت میں کیا نصیحت کی گئی تھی؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول آئیں گے جو آیات پڑھ کر سنائیں گے۔《2》جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اصلاح کرے گا اس کے لئے خوف اور غم نہ ہوگا۔

سوال2: يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ''جو تمہیں میری آیات بیان کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جو میری آیات پڑھ کر سنائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات واضح کریں گے۔

سوال3: فَمَنِ اتَّقٰى ''تو جس نے تقویٰ اختیار کیا'' تقویٰ کا انسان کی زندگی میں کیا کردار ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تقویٰ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے دور رکھتا ہے۔ تقویٰ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ اس سے اطاعت کے کام کرواتا ہے۔ ﴿2﴾ جس نے تقویٰ اختیار کیا یعنی شرک اور کبیرہ ،صغیرہ گناہوں سے بچا۔ ﴿3﴾ تقویٰ انسان کو اللہ کی فرماں برداری اور نیک کاموں پر آمادہ کرتا ہے۔ ﴿4﴾ تقویٰ انسان کو خوف سے نجات دلا کر امن کے دائرے میں لاتا ہے۔ ﴿5﴾ تقویٰ کے ذریعے ہی انسان اللہ کی رضامندی تک پہنچتا ہے۔

سوال4: وَاَصْلَحَ ''اور اس نے اصلاح کر لی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس نے ظاہری اور باطنی معاملات کی اصلاح کر لی۔

سوال5: فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ''تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی وہ اس خوف سے محفوظ ہوں گے جس میں دیگر لوگ مبتلا ہوں گے وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور وہ ہر طرح کے خوف سے کامل امن میں ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (36)

اور جن لوگوں نے میری آیات کو جھٹلایا اور اُن سے تکبر کیا، وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (36)

سوال1: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ''اور جن لوگوں نے میری آیات کو جھٹلایا'' انسان اللہ کی آیات کو کیسے جھٹلاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ آیات کا انکار کر کے، ﴿2﴾ آیات کو غلط ثابت کر کے، ﴿3﴾ آیات کو اپنے لیے ضروری خیال نہ کر کے، ﴿4﴾ آیات کو قابل عمل نہ سمجھ کے انسان اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے ﴿5﴾ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات منسوب کر کے جو اس نے نہیں کہی اور اس کی ذات وصفات کی طرف نقص کی نسبت کر کے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے۔

سوال2: وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ ''اور ان سے تکبر کیا'' انسان اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلے میں تکبر کیسے کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیات کو قبول نہیں کرتا۔ ﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے: اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ یقیناً یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اُن سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔

(الصفت:35) ﴿3﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۙ﴿۳۱﴾ وَلٰکِنۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۙ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤی اَهۡلِهٖ یَتَمَطّٰی سو نہ اُس نے سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔ بلکہ اُس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا گیا۔ (القیامہ:31,33)

سوال3: اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ’’وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وہ لوگ آگ والے ہیں اس سے کبھی نکل نہیں پائیں گے۔ (ایسر التفاسیر:448) ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ کافر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آگ کے لیے پیدا کیا اور آگ کو ان کے لیے بنایا دنیا ان کے لیے رہے گی۔ جنت ان کے لیے حرام کر دی گئی ہے۔ (ابن ابی حاتم:1472/5) ﴿3﴾ جس طرح انہوں نے آیات کی توہین کی اور ان کو جھٹلاتے رہے اسی طرح ان کو ہمیشہ رہنے والے عذاب سے رسوا کیا جائے گا۔ ﴿4﴾ الجشمی نے کہا: یہ آیت رسولوں کی اتباع کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ (تفسیر قاسمی:71/7)

فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوۡ کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یَنَالُهُمۡ نَصِیۡبُهُمۡ مِّنَ الۡکِتٰبِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوۡنَهُمۡ ۙ قَالُوۡۤا اَیۡنَ مَا کُنۡتُمۡ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوۡا ضَلُّوۡا عَنَّا وَشَهِدُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ اَنَّهُمۡ کَانُوۡا کٰفِرِیۡنَ (37)

پھر اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیات کو جھٹلایا؟ یہی لوگ ہیں جن کو لکھے ہوئے میں سے اُن کا حصہ اُنہیں ملے گا، یہاں تک کہ جب ہمارے فرشتے ان کے پاس آ کر اُنہیں وفات دیں گے تو وہ پوچھیں گے: ’’کہاں ہیں وہ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا کرتے تھے؟‘‘ وہ کہیں گے: ’’سب ہم سے گم ہو گئے‘‘ اور وہ اپنے آپ پر گواہی دیں گے کہ بلاشبہ وہی کافر تھے۔ (37)

سوال1: فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوۡ کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ’’پھر اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیات کو جھٹلایا؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اس سے بڑا ظالم اور کون ہے جس نے بہتان طرازی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اور اس کی ذات وصفات کی طرف کوئی نقص منسوب کیا اور اس کی ذات کے ساتھ ایسی بات

کی نسبت کی جو اس نے نہیں کہی۔﴿2﴾ اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ یا اس کی حق بیان کرنے والی واضح آیات کو جھٹلایا جو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتی ہیں۔

سوال2: انسان حق کا انکار کیسے کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان جب کسی اور پر اعتماد کرتا ہے تو حق کا انکار کرتا ہے۔﴿2﴾ کسی کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کے معاملات اتنے درست ہیں کی حق کو نہ مان کر اس کا کچھ بگڑنے والا نہیں تو وہ حق کا انکار کرتا ہے۔﴿3﴾ کسی کو اپنے مال پر بھروسہ ہوتا ہے اس لئے وہ حق کا انکار کرتا ہے۔﴿4﴾ کسی کو اپنی عزت پر بھروسہ ہوتا ہے اس لئے وہ حق کا انکار کرتا ہے۔

سوال3: انسان اپنی گمراہی پر کب گواہی دیتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جب انسان کو یہ پتہ لگ جاتا ہے کوئی بچانے والا نہیں۔﴿2﴾ جب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی موت کو ٹال نہیں سکتا۔﴿3﴾ جب اسے کوئی مددگار نہیں ملتا تو وہ اپنے خلاف خود گواہی دے دیتا ہے۔﴿4﴾ وہ موت کے وقت اپنے خلاف گواہی دے دیتا ہے۔

سوال4: اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ''یہی لوگ ہیں جن کو لکھے ہوئے میں سے ان کا حصہ انہیں ملے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ان کے نصیب کا حصہ انہیں مل جائے گا۔ان جھوٹ بولنے والوں کے چہرے سیاہ ہو کر رہیں گے۔﴿2﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ آپ کہہ دیں یقیناً جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔(یونس:69,70)

سوال5: حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ''یہاں تک کہ جب ہمارے فرشتے ان کے پاس آکر اُنہیں وفات دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی ان کے پاس وہ فرشتے آئیں گے جو ان کی زندگی کی مدت پوری ہونے پر انہیں ان کے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا۔یہ سرکش لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہیں جن کے دلوں میں ایمان نہیں اور جو اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں کوئی ان خود پسندوں کے کام نہیں آئے گا۔اللہ تعالیٰ کے احکامات جھٹلانے اور ٹھکرانے والوں کو ڈرایا جا رہا ہے کہ دنیا کے

تھوڑے سے فائدے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب ان کا مقدر ہوگا۔

سوال6: قَالُوۡٓا اَیۡنَ مَا کُنۡتُمۡ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ''تو وہ پوچھیں گے:'' کہاں ہیں وہ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا کرتے تھے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالُوۡٓا وہ فرشتے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہیں گے۔ ﴿2﴾ اَیۡنَ مَا کُنۡتُمۡ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ تمہارے خودساختہ معبود کہاں ہیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے تھے۔ اب وقت ہے تمہیں ضرورت بھی ہے وہ مدد کر سکتے ہیں، تمہیں بچا سکتے ہیں، تمہاری تکلیف دور کر سکتے ہیں تو انہیں بلاؤ۔

سوال7: قَالُوۡا ضَلُّوۡا عَنَّا وَشَہِدُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ اَنَّہُمۡ کَانُوۡا کٰفِرِیۡنَ '' وہ کہیں گے:'' سب ہم سے گم ہو گئے'' اور وہ اپنے آپ پر گواہی دیں گے کہ بلاشبہ وہی کافر تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالُوۡا ضَلُّوۡا عَنَّا وہ حسرت سے جواب دیں گے ہم سے کھو گئے، کہیں غائب ہو گئے۔ ہمیں ان سے مدد کی، بھلائی کی، فائدے کی کوئی توقع نہیں۔ ﴿2﴾ وَشَہِدُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ اَنَّہُمۡ کَانُوۡا کٰفِرِیۡنَ وہ اپنے اوپر گواہی دیں گے کہ واقعی ہم کافر ہیں ہمیں اپنے کفر اور شرک کا اعتراف ہے۔ ﴿3﴾ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مشرک اپنے شرک کا اعتراف کر کے وفات پاتے ہیں۔

قَالَ ادۡخُلُوۡا فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ فِی النَّارِ ؕ کُلَّمَا دَخَلَتۡ اُمَّۃٌ لَّعَنَتۡ اُخۡتَہَا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَکُوۡا فِیۡہَا جَمِیۡعًا ۙ قَالَتۡ اُخۡرٰىہُمۡ لِاُوۡلٰىہُمۡ رَبَّنَا ہٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوۡنَا فَاٰتِہِمۡ عَذَابًا ضِعۡفًا مِّنَ النَّارِ ۬ؕ قَالَ لِکُلٍّ ضِعۡفٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَعۡلَمُوۡنَ (38)

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:'' آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی:'' اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ انہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں،'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:'' ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' (38)

سوال1: قَالَ ادۡخُلُوۡا فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ فِی النَّارِ '' اللہ تعالیٰ فرمائے گا:'' آگ میں داخل

ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ: فرشتے ان سے کہیں گے ان قوموں میں داخل ہو جاؤ۔ ﴿2﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ: جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکے۔ وہ بھی تمہاری طرح گمراہی میں زندگی بسر کرتے رہے۔ انہوں نے بھی کفر اور شرک کا راستہ اختیار کیا اور ہلاکت کے مستحق ٹھہرے۔ ﴿3﴾ فِي النَّارِ: اب ہمیشہ کے لیے آگ میں رہو۔

سوال 2: كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا '' جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سرکش اور نافرمان لوگوں کی کوئی جماعت جب جہنم میں داخل ہوگی اپنے جیسے مشرک جماعت پر لعنت کرے گی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنہوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور اُن کے آپس کے تعلقات بالکل ٹوٹ جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے: '' کاش ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہوتو ہم بھی ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں جیسا کہ وہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے'' اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ جہنم کی آگ سے کسی صورت نکلنے والے نہیں۔ (البقرہ: 167,166) قیامت کے روز کافر ایک دوسرے کو کافر کہیں گے اور برا بھلا کہیں گے۔ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اور اُس نے کہا کہ تم نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو (معبود) بنایا ہے، دنیا کی زندگی میں اپنے درمیان دوستی کی وجہ سے، قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا اور آگ تمہارا ٹھکانہ ہوگی۔ اور تمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔ (العنکبوت: 25)

سوال 3: حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا '' یہاں تک کہ جب وہ سب اس میں آملیں گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جب جہنم میں پہلے اور پچھلے لیڈر اور پیروکار سب اکھٹے ہو جائیں گے۔

سوال4: قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ''تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی: ''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ اُنہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ ''توان کی پچھلی کہے گی'' توان کے قائدین، سردار، پیشوااور لیڈر کہیں گے۔ ﴿2﴾ لِاُوْلٰىهُمْ ''اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں'' اپنے سرداروں، قائدوں اور لیڈروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ کہ اے ہمارے رب یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ انہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں کیونکہ انہوں نے برے اعمال کو ہمارے سامنے مزین کیا، ہمیں گمراہ کیا، انہیں آگ کا عذاب دے۔

سوال5: آخرت میں عوام اپنے قائدین کے خلاف کیسے ہوجائیں گے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کی آنکھ سے سارے پردے ہٹ جائیں گے اس وجہ سے ایک دوسرے کو حقیقی روپ میں دیکھنے لگیں گے۔ ﴿2﴾ پیروی کرنے والے اپنے لیڈروں پر لعنت بھجیں گے اوراُن کے کام کو جھوٹا تماشا قرار دیں گے۔

سوال6: قائدین اپنے پیروکاروں کے خلاف کیا الزام لگائیں گے؟

جواب: ﴿1﴾ قائدین کہیں گے تمہیں اپنی پسند کا دین چاہیے تھا وہ تمہیں ہم سے مل گیا اس لئے تم ہماری طرف لپکے۔ ﴿2﴾ تمہیں اللہ تعالیٰ کے بندوں نے بلایا لیکن تم نے ایک نہ سنی۔ ﴿3﴾ راہ نما کہیں گے ہم نے اپنی خواہشات کی خاطر قیادت بنائی اور تم نے اپنی خواہشات کی خاطر ہمارا ساتھ دیا دونوں کا درجہ ایک ہے اس لئے تمہیں بھی اپنے اعمال کے عوض سزا بھگتنی ہوگی۔

سوال7: پیروکار اپنے راہ نماؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے کیا مطالبہ کریں گے؟

جواب: ﴿1﴾ پیروکار اپنے راہ نماؤں کے بارے میں اللہ سے کہیں گے انہوں نے ہمیں گمراہ کیا اس لئے انہیں دوگنا عذاب دیا جائے۔ ﴿2﴾ جواب دیا جائے گا ہرایک کے لئے دوگنا ہے مگر تم نہیں جانتے۔

سوال8: قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ''اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہرایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جہنم میں ہرایک کا دوگنا عذاب ہے لیکن عذاب پانے والے نہیں جانتے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: وَ

لَيَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَهُمۡ وَ اَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِهِمۡ ۫ وَ لَيُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ اور يقيناً وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بوجھ بھی اور قیامت کے دن ان سے یقیناً ضرور پوچھا جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔ (العنکبوت:13)《2》لِيَحۡمِلُوۡۤا اَوۡزَارَهُمۡ كَامِلَةً يَّوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ۙ وَمِنۡ اَوۡزَارِ الَّذِيۡنَ يُضِلُّوۡنَهُمۡ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوۡنَ تاکہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ بھی پورے پورے اٹھائیں اور ان کے بوجھوں میں سے بھی جنہیں وہ علم کے بغیر ہی گمراہ کرتے ہیں۔ سن لو! بہت ہی برا ہے وہ بوجھ جو وہ اٹھا رہے ہیں۔ (النحل:25)

وَقَالَتۡ اُوۡلٰٮهُمۡ لِاُخۡرٰٮهُمۡ فَمَا كَانَ لَكُمۡ عَلَيۡنَا مِنۡ فَضۡلٍ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡسِبُوۡنَ (39)

اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی کے لئے کہے گی: ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی تو تم عذاب کا مزہ چکھو، اس کے بدلے میں جو تم کماتے تھے۔'' (39)

سوال1: وَقَالَتۡ اُوۡلٰٮهُمۡ لِاُخۡرٰٮهُمۡ فَمَا كَانَ لَكُمۡ عَلَيۡنَا مِنۡ فَضۡلٍ ''اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی کے لئے کہے گی: ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَقَالَتۡ اُوۡلٰٮهُمۡ لِاُخۡرٰٮهُمۡ سردار، پیشوا اور لیڈر اپنے پیروکاروں سے کہیں گے۔《2》فَمَا كَانَ لَكُمۡ عَلَيۡنَا مِنۡ فَضۡلٍ ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی''، تمہیں ہم پر کون سی فضیلت حاصل ہے۔ ہم گمراہی میں برابر، گمراہی کے راستے پر چلنے کے لیے جو اسباب اختیار کیے اس میں برابر اور آج عذاب میں بھی حاضر ہیں۔

سوال2: پہلا گروہ دوسرے پر اور کیا الزام تراشی کرے گا؟

جواب:《1》اگر ہم پر الزام تھا تو تمہیں بھی کوئی فضیلت حاصل نہ تھی۔《2》اپنی کمائی کے نتیجے میں عذاب کا مزہ چکھو۔

سوال3: فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡسِبُوۡنَ ''تو تم عذاب کا مزہ چکھو، اس کے بدلے میں جو تم کماتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اب اپنی کمائی کے بدلے میں عذاب کا مزا چکھو۔ عذاب تو سب کے لیے ہوگا لیکن گمراہ کرنے والے سرداروں اور لیڈروں کو اپنے پیروکاروں کی نسبت زیادہ عذاب دیا جائے گا۔ رب لاعزت نے فرمایا: اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ زِدۡنٰهُمۡ عَذَابًا فَوۡقَ الۡعَذَابِ بِمَا كَانُوۡا يُفۡسِدُوۡنَ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ہم اُن کے عذاب پر

عذاب کا اضافہ کریں گے اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔(النحل:88)《2》یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جھٹلانے والے جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ان کی محبت آخرت میں دشمنی میں بدل جائے گی۔

رکوع نمبر 12

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ (40)

یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اوران سے تکبر کیا ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہوجائے اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔(40)

سوال 1: اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا ’’یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اوران سے تکبر کیا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے عذاب کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے جنہوں نے اس کی آیات کو جھٹلایا حالانکہ وہ واضح تھیں اور تکبر کیا یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت نہ کی اور منہ پھیر کر چل دیئے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلے میں لوگوں کے اندر تکبر کا مزاج کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے دلیل کی بنیاد پر بلاتے ہیں جب کہ دلیل کے مقابلے میں مادی سہولیات کی قوت ہوتی ہے اس سے مدعو کے اندر اپنی بڑائی کا احساس جاگ اٹھتا ہے کیونکہ دلیل کی طاقت دکھائی نہیں دیتی اور مادی سہولیات دکھائی دیتی ہیں۔یہ فرق لوگوں کے اندر تکبر پیدا کر دیتا ہے۔

سوال 3: لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ ’’ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جھٹلانے والوں،تکبر کرنے والوں کی روحیں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کے لیے آسمان کی طرف جائیں گی اور اجازت مانگیں گی مگر انہیں اجازت نہیں ملے گی۔موت کے بعد انہیں بلندی نہیں ملے گی،جیسے دنیا میں انہوں نے بلندی کا راستہ اختیار نہیں کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت،اس کی محبت،اس پر توکل،اس کے لیے اخلاص کا راستہ اختیار نہیں کیا۔حقیقت

یہ ہے کہ جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔《2》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر میں یہ بھی منقول ہے کہ کافروں کے اعمال اوپر نہیں اٹھائے جاتے اور نہ ان کی دعا اوپر اٹھائی جاتی ہے۔(تفسیر ابن کثیر:213/1)《3》نبی ﷺ نے فرمایا: فرشتے کافر کی روح آسمان پر لے کر چڑھتے ہیں۔ راستے میں فرشتوں کی جو جماعت ملتی ہے، وہ پوچھتی ہے یہ گندی روح کس کی ہے؟ لے جانے والے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ یہ روح فلاں بن فلاں کی ہے۔ آخرکار فرشتے اسے آسمان کے دروازے تک لے جاتے ہیں پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔(ابن ماجہ)《4》اس آیت کا مخالف مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں بلندی کا راستہ اختیار کرنے والی روحوں یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت اور اس کے لیے اخلاص اختیار کرنے والی روحوں کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلندیوں اور اپنے رب کے قریب اس کی رضا پائیں گیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلہ میں تکبر کرنے اور ان کو جھٹلانے کا کیا انجام ہے؟

جواب:《1》ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔《2》ان کا جنت میں داخل ہونا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے میں اونٹ کا داخل ہونا۔《3》جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو نظر انداز کیا اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔《4》جن لوگوں نے دلیل کے آگے جھکنے سے انکار کیا وہ اللہ تعالیٰ کے رحمت میں حصہ نہ پاسکیں گے۔《5》ان کے لئے جہنم کی آگ ہے۔

سوال5: وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ’’اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گیہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہوجائے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اور یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل نہ ہوجائے۔ یہ تعلق بالمحال کے طور پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہوسکتا ہے اور نہ یہ لوگ جنت میں داخل ہوسکتے ہیں۔《2》یہ عربی زبان کا محاورہ ہے جو کسی ناممکن العمل بات کے موقع پر بولا جاتا ہے یعنی جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا ناممکن ہے۔ ویسے شیطان سیرت آدمیوں کا جنت میں داخل ہونا ناممکن ہے اور جنت میں داخل ہونا دور کی بات ہے ایسے لوگوں کی روح کو جب فرشتے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں تو آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا جبکہ نیک لوگوں کا شاندار استقبال کیا جاتا ہے۔ بدکار لوگوں کی روح کو وہیں سے پھینک دیا جاتا ہے اور قبر میں ناکامی کے بعد اسے سجین میں قید کر

دیا جاتا ہے ولج کے معنی کسی تنگ جگہ میں داخل ہونا ہے، گھسنا یا گھسنے کی کوشش کرنا ہے جیسے تلوار کا میان یا بارش میں داخل ہونا ہے اور اولج کے معنی کسی چیز کو تنگ جگہ میں داخل کرنا یا گھسیڑ نا ہے جیسے ارشاد باری ہے (تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ) یعنی اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا (يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ) یعنی رات کو دن پر لپیٹتا اور دن کو رات پر۔ اور (يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ) عربی زبان کا محاورہ ہے۔ یعنی جنت میں داخلے کی خاطر ہر ایک کے لیے ایک ہی مقررہ مقدار عمل ضروری نہیں بلکہ ہر ایک شخص کا اس کی استعداد اور قوت کار کے مطابق ہی امتحان لیا جاتا ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن:2/53)

﴿3﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص کے عذاب کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جس نے اس کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان پر ایمان نہ لایا۔۔۔۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی آیات بالکل واضح تھیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کیا اور ان کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا بلکہ انہوں نے ان کو جھٹلایا اور پیٹھ پھیر کر چل دیے۔۔۔۔۔ یہ ہر بھلائی سے مایوس ہوں گے، ان کی روحیں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آسمان کی طرف بلند ہوں گی اور اجازت طلب کریں گی مگر ان کو اجازت نہیں ملے گی۔ وہ موت کے بعد آسمان کی طرف اس طرح بلند نہ ہو سکیں گی جس طرح انہوں نے ایمان باللہ، اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت کی طرف التفات نہ کیا، کیونکہ جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔ اس آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اہل ایمان کی روحیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مطیع ہیں، اس کی آیات کی تصدیق کرنے والی ہیں، ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوں گی اور عالم علوی میں وہاں پہنچ جائیں گی جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا اور اپنے رب کے قرب اور اس کی رضا کا لطف اٹھائیں گی۔ (تفسیر سعدی:1/873)

سوال6: وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ "اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی کافروں کو اسی طرح ہی بدلہ دیتے ہیں جن میں جرائم اور سرکشی بے انتہا ہے۔ ﴿2﴾ رب العزت کا ارشاد ہے: اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ یقیناً جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ (المائدہ:72)

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (41)

ان کے لیے جہنم کا بچھونا ہے اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔(41)

سوال1: لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ ''اُن کے لیے جہنم کا بچھونا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی ان مجرموں کے نیچے آگ کے بچھونے ہوں گے۔

سوال2: جہنم کیسا بچھونا ہوگا؟

جواب:《1》جہنم آگ کا فرش ہے اس کے لئے بچھونے کا لفظ تحقیر کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔《2》جہنم میں نرمی نہیں ہوگی۔《3》جہنم میں خوشی کا کوئی سامان نہیں ہوگا۔

سوال3: وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ''اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》سرکشوں کے اوپر آگ کے بادل ہوں گے اور وہ ان بادلوں میں گھرے ہوئے ہوں گے۔《2》رب العزت کا فرمان ہے: لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ان کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی۔(الزمر:16)

سوال4: جہنم کیسا غَوَاشٍ ہے؟

جواب: بستر پر لیٹتے ہوئے انسان اپنے جسم پر کچھ اوڑھ لیتا ہے جس سے وہ سکون میں آجاتا ہے۔جہنم میں آگ کے بچھونے ہوں گے اور اوڑھنا بھی آگ ہی کا ہوگا یعنی ہر طرف سے آگ میں گھرے ہوئے ہوں گے۔

سوال5: وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ''اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》کافر ظالم ہیں اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا: وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اور کافر ہی ظالم ہیں۔(البقرہ:254)《2》اللہ تعالیٰ جرم کے مطابق سزا دیتے ہیں وہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(42)

اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اُس کی طاقت کے مطابق، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔(42)

سوال1: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ظالموں اور مجرموں کے عذاب کے تذکرے کے بعد اطاعت گزاروں کی جزا کا ذکر فرمایا ہے۔ ﴿2﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان ہے، جو دل سے ایمان لائے۔﴿3﴾ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ''اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں''، جن کے اعضاء بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اخلاص کے ساتھ شریعت پر عمل کرتے رہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور اس کے محرمات کو چھوڑ کر ظاہری اور باطنی طور پر نیک عمل کرتے رہے۔

سوال 2: جنت کس چیز کے صلے کے طور پر ملے گی؟

جواب:﴿1﴾ جنت رسولوں کی پیروی کے صلے میں ملے گی۔﴿2﴾ جنت شیطان کی مخالفت کے صلے میں ملے گی۔ ﴿3﴾ جنت اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے صلے میں ملے گی۔﴿4﴾ جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بدولت ملے گی۔

سوال 3: لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ''ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ نیک اعمال میں واجب اور مستحب سارے اعمال شامل ہیں بعض اوقات نیک اعمال کرتے ہوئے کہیں اخلاص میں نقص رہ جاتا ہے، کہیں شکر میں، کہیں صبر میں کمی، کہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔﴿2﴾ شیطان کی مخالفت اور شیطان کی نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری انسان کی طاقت سے باہر کام نہیں ہیں جن کے نتیجے میں جنت ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی قدرت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔﴿3﴾ رب العزت کا فرمان ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق۔ (البقرہ:286)﴿4﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے۔ (اطلاق:7)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ وہی چیز فرض کرتا ہے جس کی کوئی طاقت رکھتا ہے۔ فرمایا: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ اور اُس نے دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی۔ (الحج:78)﴿6﴾ رب العزت نے فرمایا: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ (التغابن:16)﴿7﴾ جب انسان عاجز ہو جائے تو واجب کی دائیگی لازم نہیں رہتی اور اضطراری حالت میں حرام سے اجتناب واجب نہیں رہتا۔

سوال 4: اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ''یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ایمان اور عمل صالح کے اوصاف رکھنے والے لوگ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ جنت کے بدلے کچھ اور نہیں چاہیں

گے۔ جنت میں ان پر کوئی اور پابندی نہیں ہوگی۔ جو چاہیں گے پائیں گے انہیں جنت سے نکالا نہیں جائے گا۔ انہیں کسی اور مقام کی طلب نہیں ہوگی۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۗ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (43)

اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے: ''(الحمدللہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے'' اور وہ پکارے جائیں گے: ''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے۔'' (43)

سوال 1: وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ ''اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا اہل جنت پر انعام ہوگا کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارے میں جو مقابلے کی رغبت تھی اللہ تعالیٰ اس کو ختم کردے گا۔ یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھیں گے۔ ﴿2﴾ یہاں لفظ غل استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں خفگی، میل، کدورت، کینہ اور حسد وغیرہ۔ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ جنت میں داخل ہونے والوں میں سے کسی کے دل میں دوسرے کے متعلق کچھ ملال، خفگی، میل اور کدورت اس دنیا میں ہی رہی ہوگی اور کسی ناگوار واقعہ کی یاد کسی کے دل میں موجود ہوگی تو جنت میں داخلے سے بیشتر ایسے ملال کو اللہ تعالیٰ دلوں سے محو کردیں گے انہیں کچھ یاد ہی نہیں رہے گا اور ایک دوسرے کے ساتھ صاف دل کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق درجہ ملے گا اور یہ ممکن ہے کہ نچلے درجے والوں کے دلوں میں اوپر کے درجے والوں کی نسبت حسد پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں ہم ان کے دل سے حسد نکال دیں گے ہر ایک اپنے اپنے درجے پر قانع اور مطمئن ہوگا اور بلند درجے والوں کے لیے اس کے دل میں حسد وغیرہ مطلقاً نہ ہوگا۔ یہ آیت اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیم اور لوگوں کے باہمی معاملات کو استوار اور خوشگوار رکھنے کا ایک نادر نمونہ ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ متضاد باتیں بھی

معلوم ہورہی ہیں۔(تیسیر القرآن:52/2:2)﴿3﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب مومنین دوزخ سے چھوٹ جائیں گے(یعنی پل صراط سے پار ہوجائیں گے)توان کو جنت دوزخ کے درمیان ایک پل پرروک دیاجائے گااور آپس میں ایک دوسرے پر دنیامیں جوکوئی ظلم اورزیادتی ہوگئی تھی اس کابدلہ دیاجائے گا(تاکہ جنت میں رنجش اورکدورت کے ساتھ داخل نہ ہوں گے)یہاں تک کہ جب(حقوق کی ادائیگی میں)صاف ستھرے ہوجائیں گے توانہیں جنت میں داخلہ کی اجازت ہوجائے گی(یہ بیان کرنے کے بعدارشادفرمایا)قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے یہ لوگ اپنے جنت والے گھرکواس سے زیادہ پہچاننے والے ہوں گے جوان کا گھردنیامیں تھا۔(بخاری:967)﴿4﴾ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جنت میں جوپہلی جماعت داخل ہوگی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاندکی طرح ہوں گے پھرجولوگ ان کے بعدداخل ہوں گےان کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے کوئی بہت روشن ستارہ ہو۔ان سب کے دل ایک شخص کے دل کی طرح ہوں گے نہ ان کے درمیان اختلاف ہوگااورنہ آپس میں کچھ بغض ہوگا(یہ جوفرمایاکہ ان کے دل ایک ہی شخص کے دل پرہوں گے اس کامطلب یہ ہے کہ ان کے قلوب میں ایسی یگانگت ہوگی کہ گویاسب شخص واحدمیں۔ان کے درمیان باہمی کسی طرح کی کوئی رنجش نہ پائی جائے گی۔(صحیح بخاری:460/1:)﴿5﴾ رب العزت کافرمان ہے:وَنَزَعۡنَامَافِيۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًاعَلٰى سُرُرٍمُّتَقٰبِلِيۡنَ اوران کے سینوں میں سے کینہ ہم کھینچ نکالیں گے،وہ آمنے سامنے تختوں پر بھائی بھائی ہوں گے۔(الحجر:47)﴿6﴾ جنت میں حسداوربغض کے تمام اسباب ختم ہوجائیں گےاوروہاں کی عشرت حقیقی ہوگی۔

سوال2:غل(سینے کی تنگی)کیسے پیداہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ ایک دوسرے پرخفا ہونے سے۔﴿2﴾ ناراضگی کو چھپا لینے سے۔﴿3﴾ ایک دوسرے کے خلاف دل میں باتیں رکھنے سے۔

سوال3:کیاغل(کدورت)پردنیامیں قابوپایاجاسکتاہے؟

جواب:﴿1﴾ اگرناراضگی کے اسباب دورکردیے جائیں توکدورت پرقابوپایاجاسکتاہے۔﴿2﴾ منفی رخ سے سوچنے کی بجائے صحیح رخ سے سوچاجائے۔﴿3﴾ بدگمانیوں سے بچاجائے۔

سوال4:کیاغل(کدورت)کےاثرات باقی رہتے ہیں؟

جواب: کدورت پر غلبہ پانے کے باوجود کچھ کدورتوں کے اثرات آخر تک موجود رہتے ہیں۔

سوال5: قیامت کے دن اہل جنت کی کدورت کیسے نکالی جائے گی؟

جواب: ﴿1﴾ کدورت مومنوں کے دلوں سے کھینچ کر نکال دی جائے گی۔ ﴿2﴾ قرطبی اپنی تفسیر احکام القرآن میں کہتے ہیں غل کدورت جنت کے دروازوں کے باہر پڑی ہوگی جس طرح اونٹنیوں کی مینگنیاں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے دلوں سے اس کو نکال پھینکا ہوگا۔

سوال6: تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ''اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جنت میں اہل جنت جہاں سے چاہیں گے نہریں نکال لیں گے، چاہیں تو محلات میں لے جائیں گے اور چاہیں تو باغات میں لے جائیں گے۔

سوال7: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ''اور وہ کہیں گے: ''(الحمدللہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اہل جنت پکار اٹھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں علم نافع اور عمل صالح کی ہدایت دی۔ اور ہم نے ایسے اعمال کیے جنہوں نے ہمیں نعمتوں بھری جنتوں کا وارث بنا دیا۔

سوال8: وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ''اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اہل جنت اعتراف کریں گے کہ ہم میں ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔ ﴿2﴾ وہ کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں علم نافع اور عمل صالح کی ہدایت نہ دیتا، ہماری راہ نمائی نہ کرتا، ہمیں رسولوں کی اتباع کی توفیق نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاسکتے۔ ﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جہنمی جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھے گا اور حسرت کرے گا کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت دیتا اور ہر جنتی جب جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھے گا تو شکر کرے گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت نہ دیتا تو میرا یہ ٹھکانا ہوتا۔ (ابن جریر، نسائی)

سوال9: لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ''بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اہل جنت جب جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہورہے ہوں گے اس وقت انبیاء ومرسلین کی خبروں کی تصدیق کریں گے۔ کیونکہ یقینی علم کی بات کو آنکھوں سے دیکھ کر حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ جائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہم نے دیکھے بغیر بھی تصدیق کی تھی، ہم ایمان بالغیب لائے تھے آج دیکھ کر یقین اور بڑھ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے توسط سے جو وعدے ہم سے کیے وہ سچے تھے۔

سوال10: اہل دوزخ کے آخرت میں تعلقات کیسے ہوں گے؟

جواب: اہل دوزخ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے جھگڑیں گے، ان کے دل بغض اور دشمنی سے جوش ماریں گے، باوجود اس کے کہ دنیا میں سب اکٹھے رہتے تھے اور دوست تھے۔ ان کے مقابلے میں اہل جنت بھائی بھائی اور محبت کرنے والے دوست ہوں گے محبت اور سلامتی ان پر سایہ کرے گی۔

سوال11: اہل دوزخ اور اہل جنت کی سرگرمیوں میں کیا فرق ہوگا؟

جواب:﴿1﴾ اہل دوزخ ایک دوسرے کو کوس رہے ہوں گے، لعنت ملامت اور دست وگریباں ہونے کے سوا ان کی کوئی سرگرمی نہ ہوگی۔ چیخ وپکار اور آہ وفریاد ہوگی مایوسی ہوگی۔﴿2﴾ اہل جنت اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کے احسانات کا اعتراف کر رہے ہوں گے۔ ان کی زبانیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے تر ہوں گی وہ اللہ تعالیٰ کو سہارا بنانے پر خوشی محسوس کر رہے ہوں گے۔ وہ رسولوں اور حق کی طرف بلانے والوں کی خبروں پر خوش ہو رہے ہوں گے۔ ایک دوسرے سے محبت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات پر شکر ادا کریں گے کہ اس نے ہدایت قبول کرنے کی توفیق دی۔

سوال12: اہل دوزخ اور اہل جنت کے ماحول میں کیا فرق ہوگا؟

جواب: اہل دوزخ آگ میں گھرے ہوں گے اور اہل جنت باغات میں ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گیں۔ ان نہروں کی وجہ سے پوری فضا میں خوشی وسرمستی ہوگی۔

سوال13: اہل دوزخ اور اہل جنت کی اندرونی کیفیت کیسی ہوگی؟

جواب: اہل دوزخ کے پاس تلخ یادوں کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ ان کا سینہ حسرت ویاس کا مدفن ہوگا۔ اہل جنت کے دلوں میں خوش گوار یادیں ہوں گی۔ خوشی ان کے دلوں سے پھوٹے گی۔ رسولوں کی راہ نمائی پر، حق کو پالینے پر اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے احساس سے سینے معمور ہوں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت پانے والوں میں نہ ہوتے۔ وہ حق کی خبر پا کر خوش

ہو رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ کے احسان پر شکر گزار ہوں گے کہ حق کی طرف بلانے والوں کا ساتھ دینے کی توفیق دی۔

سوال14: وَنُوۡدُوۡۤا اَنۡ تِلۡكُمُ الۡجَـنَّةُ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ''اور وہ پکارے جائیں گے:'' یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَنُوۡدُوۡۤا ''اور وہ پکارے جائیں گے''انہیں احتراماً پکارا جائے گا، سلام کہا جائے گا اور ان کا کرام ہوگا۔ ﴿2﴾ اَنۡ تِلۡكُمُ الۡجَـنَّةُ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا '' یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو'' یہ جنت تمہاری وراثت ہے اور اس کے مقابلے میں کافروں کی وراثت جہنم ہوگی۔ ﴿3﴾ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ''اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے'' اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ تم اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں پہنچے ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں آئے ہو۔ ﴿4﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: یقین مانو تم میں سے کسی کا عمل اسے جنت میں نہیں لے جا سکتا۔ صحابہ نے پوچھا: کیا آپ ﷺ بھی اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جا سکیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں بھی اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جا سکتا جب تک کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل نہ ہو۔ ﴿5﴾ حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص اس دنیا میں کتنے ہی نیک اعمال کر لے وہ اللہ کے سابقہ احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا پھر جنت کا حق دار کیسے ہو سکتا ہے اسی حقیقت کو رسول اللہ کو ﷺ نے ایک دفعہ بیان فرمایا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ بھی اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں نہ جا سکیں گے؟ فرمایا ''میں بھی نہیں'' پھر فرمایا (الا ان یتغمدنی اللہ برحمۃ) (الا یہ کہ اللہ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے) (بخاری۔ کتاب الرقاق) ﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک منادی ندا کرے گا'' اے جنت والو! تم تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ جوان رہو گے، تم پر کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا، عیش میں زندگی گزارو گے تمہیں کبھی حزن وملال نہ ہوگا'' یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا {وَنُوۡدُوۡۤا اَنۡ تِلۡكُمُ الۡجَـنَّةُ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ} (مسلم۔ کتاب الجنۃ)

وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ اَصۡحٰبَ النَّارِ اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلۡ وَجَدْتُّمۡ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمۡ حَقًّا ؕ قَالُوۡا نَعَمۡ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ ۢ بَيۡنَهُمۡ اَنۡ لَّعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ (44)

اور جنت والے آگ والوں کو پکاریں گے کہ'' جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا یقیناً ہم نے اس کو سچا پایا پھر کیا تم نے

بھی اس وعدے کو سچا پایا جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''ہاں!'' پھر ایک پُکارنے والا اُن کے درمیان میں پُکارے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے!(44)

سوال1: وَنَادٰٓى اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ اَصۡحٰبَ النَّارِ ''اور جنت والے آگ والوں کو پُکاریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب اہل جنت اور اہل جہنم اپنے اپنے ٹھکانوں میں چلے جائیں گے اور وہاں وہ سب کچھ پائیں گے جس کی انبیاء نے خبر دی تو اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے۔

سوال2: اہل جنت کی طرف سے اہل دوزخ کو پکارنا کیا ثابت کررہا ہے؟

جواب: دنیا میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہوتا ہے آخرت میں وہ دوزخ والوں سے یہ سوال اس لیے کریں گے کہ دنیا میں جس بات کا تم یقین نہیں کرسکے آگ میں پہنچ کر یقین آ گیا ہے؟ یہ با تو وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو سچ ثابت کرنے کے لیے کہیں گے اور ان کی ''ہاں'' پر بات کٹ جائے گی کیونکہ مقصد پورا ہو جائے گا۔

سوال3: قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا'' جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا یقیناً ہم نے اس کو سچا پایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جنت کی نعمتوں اور اکرام کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے اور عمل صالح کرنے پر کیا تھا ہم نے اس وعدے کو سچا پایا ہے۔ اس نے ہمیں جنت میں وہ سب کچھ عطا کردیا ہے۔ ہم نے وہ سب کچھ ہمیشہ کے لیے پالیا ہے۔

سوال4: فَهَلۡ وَجَدْتُّمۡ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمۡ حَقًّا قَالُوۡا نَعَمۡ'' پھر کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پایا جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ''ہاں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اہل جنت پوچھیں گے کہ تمہارے رب نے جو تم سے تمہارے کفر اور نافرمانیوں پر وعدے کیے تھے، کیا تم نے بھی رسوائی اور عذاب کے وعدے کو سچا پایا ہے؟ ﴿2﴾ قَالُوۡا نَعَمۡ وہ کہیں گے: ''ہاں'' وہ جواب دیں گے ہاں ہم نے سچ پایا اس طرح ساری مخلوق پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے۔ وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيۡلًا اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے۔ (النساء:122) ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: هٰذِهِ النَّارُ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ ۝١٤ اَفَسِحۡرٌ هٰذَاۤ اَمۡ اَنۡتُمۡ لَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝١٥ اِصۡلَوۡهَا فَاصۡبِرُوۡۤا اَوۡ لَا تَصۡبِرُوۡا ۚ سَوَآءٌ عَلَيۡكُمۡ ؕ اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ اُس جہنم میں داخل ہو جاؤ، پھر تم صبر کرو یا نہ کرو، تم پر برابر ہے۔ تمہیں انہی اعمال کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ (الطور:14-16) ﴿4﴾ نبی ﷺ نے بدر کے میدان

میں مشرکوں کی لاشوں سے جو الگ گھڑے میں تھیں شرمسار کرنے کے لیے خطاب فرمایا کہ اے ابوجہل،اے عتبہ،اے شیبہ،اے فلاں ،اے فلاں ،ہم نے تو اپنے رب کا وعدہ سچا پالیا کیا تم نے بھی اپنے رب کا سچا وعدہ پالیا؟ عمر رضی اللہ عنہ بولے : یارسول اللہ آپ ان سڑی ہوئی لاشوں سے خطاب فرمارہے ہیں؟ فرمایا: اللہ کی قسم ان سے زیادہ میری بات کو تم بھی نہیں سن سکتے لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے۔ (مختصر ابن کثیر:584/1)

سوال5: آخرت کے دلائل لوگوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آتے ؟

جواب: کسی دلیل کو انسان اس وقت سمجھ سکتا ہے جب اس کے بارے میں سنجیدہ ہو۔ جو لوگ آخرت کے بارے میں سنجیدہ نہیں اس کو اہمیت نہیں دیتے وہ دلائل کا وزن محسوس نہیں کرتے ان کا غیر سنجیدہ ذہن اس میں کوئی نہ کوئی نقص تلاش کر لیتا ہے اس لیے انہیں آخرت کے دلائل سمجھ نہیں آتے۔

سوال6: فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ '' پھر ایک پُکارنے والا اُن کے درمیان میں پُکارے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ پکارنے والا اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان اعلان کرے گا۔ ﴿2﴾ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جن پر اس نے اپنی رحمت کے دروازے کھولے،علم نافع اور عمل صالح پر کاربند کرنے کے لیے ان کے پاس رسول بھیجے،مگر انہوں نے ظلم کی وجہ سے ان سے منہ موڑا۔خود بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے رکے اور دوسروں کو بھی روکا،خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

سوال7: آخرت میں ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ان کے کن اعمال کی وجہ سے ہوگی؟

جواب: ﴿1﴾ حق کے دلائل پر اعتراضات کی وجہ سے۔ ﴿2﴾ خود شک میں مبتلا ہوئے اور دوسروں کو مبتلا کرنے کی وجہ سے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے کو ٹیڑھا کرنے کی وجہ سے۔ ﴿5﴾ آخرت کے انکار کی وجہ سے آخرت میں ظالم اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ہونگے خواہ دنیا میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سب سے زیادہ حق دار سمجھتے رہے ہوں۔

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ (45)

جواللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھےاور وہ اس میں کجی تلاش کرتے تھےاور وہی آخرت کا انکار کرنے والے تھے۔(45)

سوال1:الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ''جواللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جن لوگوں نے کفر کیا وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے رکتے ہیں اور ہر بھلائی سے محروم رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں۔《2》وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی پیروی سے اور شریعت کی اطاعت سے لوگوں کو روکا کرتے تھے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے جو تحریک اٹھتی ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لئے ہوتی ہے۔《2》اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلانے کے لئے جو لوگ اٹھتے ہیں ان کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہونا ان پر اعتراضات کرنا۔《3》ان کے خلاف پروپیگنڈا کرنا۔انسانوں کو بے فائدہ اور فضول کاموں میں الجھادینا مثلاً لھوولعب، موسیقی وغیرہ دراصل اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا۔《4》خود اسلام کی سچائی کا انکار کرنا《5》طاقت کے ذریعے زبردستی اسلام کے راستے سے روکنا۔

سوال3:وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ''اور وہ اس میں کجی تلاش کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی وہ سیدھے راستے سے ہٹا ہوا راستہ تلاش کرتے ہیں۔انہیں شہوات اور خواہشات کے راستے پر چلاتے ہیں۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کے راستے کو ٹیڑھا کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب:《1》ٹیڑھا راستہ چاہنے کی وجہ《2》ٹیڑھا راستہ تجویز کرنے کی وجہ سے《3》عمل کی کجی کا آغاز انسان کے ذہن کی کجی سے ہوتا ہے ذہنی کجی کے لیے یہ اعتراضات کرتے ہیں،شک میں ڈالتے ہیں تاکہ لوگ سیدھے راستے پر چلنے کا سوچ بھی نہ سکیں

سوال5:وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ''اور وہی آخرت کا انکار کرنے والے تھے'' اللہ تعالیٰ کے راستے کو کون ٹیڑھا کرنا چاہتا ہے اور اس راستے سے کون روکتا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کے راستے کو وہ ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں جو آخرت کا انکار کرتے ہیں۔《2》یہی کفر سیدھے راستے سے انحراف کا باعث بنتا ہے۔یہی کفر نفس کی شہوت کو زندگی کا محور و مرکز بناتا ہے،یہی کفر ہے جو آخرت کے عذاب کا منکر بنتا ہے

اور یہی کفر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ثواب سے ناامیدی کے مقام تک پہنچا تا ہے۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ (46)

اور اُن دونوں کے درمیان ایک پردہ ہوگا اور بلندیوں (اعراف) پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر ایک کو ان کی خاص علامتوں ہی سے پہچان جائیں گے اور وہ جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو! وہ ابھی تک جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور وہ طمع رکھتے ہوں گے۔(46)

سوال1: وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ''اور اُن دونوں کے درمیان ایک پردہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جنت اور جہنم کے درمیان ایک دیوار حائل ہے جو جنت والوں کو جہنم والوں سے جدا رکھتی ہے، یہ وہی دیوار ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔'' کہا جائے گا: اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر کچھ نور تلاش کرو' چنانچہ ان کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کے اندرونی حصّے میں رحمت ہوگی اور اس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف عذاب ہوگا۔(الحدید:13)(مختصر ابن کثیر:385/1)

سوال2: اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان (حجاب) آڑ کیوں ہوگی؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت آئے تو مومن اور کافر یکساں طور پر شریک ہوجاتے ہیں آخرت میں ان کے درمیان آڑ ہوگی مومنوں کو ملی ہوئی نعمتوں کی خوشبو بھی نہیں ملے گی۔﴿2﴾ دنیا میں اگر سختیاں اور مصیبتیں آتی ہیں تب بھی مومن اور کافر یکساں طور پر دوچار ہوتے ہیں آخرت میں ایسا نہیں ہوگا ان کے درمیان آڑ ہوگی۔ کافروں کو ملنے والی تکلیفوں کا کوئی اثر اہل جنت تک نہیں پہنچے گا۔

سوال3: وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ''اور بلندیوں (اعراف) پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر ایک کو ان کی خاص علامتوں ہی سے پہچان جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جنت اور جہنم کے درمیان ایک حجاب ہوگا جسے مقام اعراف کہا گیا ہے۔《2》یہ مقام نہ جنت میں ہوگا نہ جہنم میں۔《3》اس مقام سے جنت اور جہنم دونوں کو جھانکا جاسکے گا۔《4》وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ مقام اعراف پر کچھ لوگ اہل جنت اور اہل جہنم کو ان کی علامات سے پہچان لیں گے۔

سوال4: اہل اعراف کون لوگ ہوں گے؟

جواب:《1》اصحاب اعراف وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں گی نہ نیکی انہیں جنت لے جاسکے گی نہ برائی جہنم میں۔《2》یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے انتظار میں ہوں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ اعراف پر قیام کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے۔《3》جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے ان کے بارے میں پوچھا گیا جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گیں۔ فرمایا: یہ اعراف والے ہوں گے جو جنت میں داخل نہ ہوں گے مگر دخول جنت کے امیدوار رہوں گے۔ (ابن مردویہ)

سوال5: يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ''جو ہر ایک کو ان کی خاص علامتوں ہی سے پہچان جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: مقام اعراف پر جو لوگ ہوں گے وہ اہل جنت اور اہل جہنم کو ان کی علامات کے ذریعے پہچانیں گے۔ جو ان کی امتیازی علامات ہوں گیں۔

سوال6: اصحاب اعراف جنت والوں کو ان کی کن نشانیوں سے پہچانیں گے؟

جواب: اہل جنت کے چہروں کی بشاشت سے، ایمان کے نور سے اور ان کے آگے نور کے جاری ہونے سے۔

سوال7: وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ''اور وہ جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو'' اصحاب اعراف جنت والوں کو دیکھتے ہی کیا کہیں گے؟

جواب: اصحاب اعراف اہل جنت کو دیکھ کر سلام کہیں گے اور امید کریں گے کہ جلد ہی اس جنت کے مستحق بن جائیں گے۔

سوال8: لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ''وہ ابھی تک جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور وہ طمع رکھتے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وہ جنت میں داخلے کے امیدوار رہوں گے۔《2》یہ امید رب العزت کی جانب سے ہوگی۔《3》یہ امید اللہ

تعالیٰ تب ہی جا گزیں کرتے ہیں جب اس کا اپنے فضل وکرم سے نوازنے کا ارادہ ہوتا ہے۔

وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ ۙ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (47)

اور جب اُن کی نگاہیں آگ والوں کی جانب پھیر دی جائیں گی، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمیں اِن ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کرنا۔'' (47)

سوال1: وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ '' اور جب ان کی نگاہیں آگ والوں کی جانب پھیر دی جائیں گی'' اصحاب اعراف کی نظر اہل جہنم پر کیسے پڑے گی؟

جواب: یہ نظر ارادے سے نہیں ہوگی نہ وہ ان پر نگاہ ڈالنا پسند کریں گے۔ ان کی نگاہیں آگ والوں کی طرف پھیر دی جائیں گیں اور ایک قبیح منظر دیکھنے کو ملے گا۔

سوال 2: قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ '' وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمیں اِن ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کرنا'' اصحاب اعراف اہل جہنم کو دیکھتے ہی کیا کہیں گے؟

جواب: اصحاب اعراف اہل جہنم کو دیکھتے ہی اللہ کی پناہ مانگنے لگیں گے کہ ہمیں ظالموں کا ساتھی نہ بنانا۔

سوال3: اصحاب اعراف جہنم والوں کو کیسے پہچانیں گے؟

جواب: اصحاب اعراف اہل جہنم کے چہروں کی سیاہی سے پہچانیں گے۔ (ابن عباس)

رکوع نمبر13

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُم بِسِيمَاهُمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ (48)

اور بلندیوں والے کچھ مَردوں کو پکاریں گے جنہیں وہ اُن کی نشانیوں سے ہی پہچانتے ہوں گے، وہ کہیں گے کہ تمہارا گروہ تمہارے کام نہ آیا اور نہ وہ جو تم بڑے بنتے تھے۔ (48)

سوال1: وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُم بِسِيمَاهُمْ '' اور بلندیوں والے کچھ مردوں کو پکاریں گے جنہیں وہ ان کی نشانیوں سے ہی پہچانتے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رسول اللہ ﷺ سے اعراف والوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے

فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا سب سے آخر میں فیصلہ کیا جائے گا۔ جب رب العزت بندوں میں فیصلہ کر کے فارغ ہوگا تو فرمائے گا تمہاری نیکیوں نے تمہیں آگ سے بچالیا اب تم جنت میں داخل ہو جاؤ جنت میں مزے کرو اور جہاں چاہو کھاؤ پیو۔ (مختصر ابن کثیر:585/1)《2》يَعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ '' جنہیں وہ ان کی نشانیوں سے ہی پہچانتے ہوں گے'' ہر ایک کو پہچانتے ہوں گے کہ کون سعادت مندوں میں سے ہے اور کون بدبختوں میں سے ہے؟ (الاساس:1902/4)《3》اصحاب اعراف پہچان لیں گے کہ کون اہل جنت میں سے ہے اور کون اہل دوزخ میں سے ہے؟ وہ چہرے کی سفیدی اور نعمتوں کی تازگی سے اہل جنت کو پہچان لیں گے۔ اور چہرے کی سیاہی اور نیلاہٹ سے اہل دوزخ کو پہچان لیں گے۔ (ایسر التفاسیر:452)
《4》اعراف والے کچھ مردوں کو پکاریں گے اور وہ جہنم والے ہوں گے جن کے پاس دنیا میں کثیر مال تھا ان کو اکیلے عذاب میں مبتلا دیکھ کر ان سے سوال کریں گے۔ آج تم بری طرح عذابوں میں جکڑ دیئے گئے ہو۔

سوال 2: بڑے بڑے مجرموں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: اس سے مراد وہ معروف لوگ ہیں جن پر جہنم کی علامات واضح ہیں۔

سوال 3: قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ '' وہ کہیں گے کہ تمہارا گروہ تمہارے کام نہ آیا اور نہ وہ جو تم میں بڑے بنتے تھے'' اصحاب اعراف معروف شخصیات کے بارے میں کیا سوال کریں گے؟

جواب: 《1》اصحاب اعراف معروف شخصیات سے کہیں گے تمہاری کثرت تعداد کہاں ہے! تمہاری تو Following بہت تھی اپنے حالات دیکھو کہاں پہنچ گئے ہو؟ تمہارے تکبر نے تمہیں اس آگ سے محفوظ رکھا؟ تمہاری گروہ بندی نے تمہیں کیا فائدہ دیا؟ آج تم بری طرح عذابوں میں جکڑ دیئے گئے ہو۔

اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ(49)

کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم نے قسمیں کھائیں تھیں کہ اُنہیں اللہ تعالیٰ کوئی رحمت نہ پہنچائے گا، جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔(49)

سوال 1: اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ '' کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم نے قسمیں کھائیں تھیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کوئی رحمت نہ پہنچائے گا'' اصحاب اعراف بڑے مجرموں سے کیا کہیں گے؟

جواب:﴿1﴾ اَهٰٓـؤُلَآءِ کیا یہی لوگ جو جنت میں داخل ہوگئے ہیں؟﴿2﴾ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ”جن کے بارے میں تم نے قسمیں کھائیں تھیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کوئی رحمت نہ پہنچائے گا“ جن کے بارے میں تم خود پسندی اور تکبر کے ساتھ قسمیں کھاتے تھے نفرت اور حقارت کا اظہار کرتے تھے۔﴿3﴾ اصحاب اعراف کہیں گے کہ تم اہل ایمان کے بارے میں کہتے تھے یہ گمراہ ہوگئے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہیں۔ دیکھ لو حقیقت کیا تھی اور تم نے کیا سمجھی تھی؟ اب دیکھو کامیاب کون ہے اور ناکام کون؟

سوال2: حق کا انکار کرنے والے حق قبول کرنے والوں کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ حق کا انکار کرنے والوں کی حیثیت مضبوط ہوتی ہے۔﴿2﴾ وہ جمے ہوئے نظام کے ستون ہوتے ہیں۔﴿3﴾ حق کا ساتھ دینے والوں کی حیثیت کمزور ہوتی ہے۔﴿4﴾ حق کا ساتھ دینے کے بعد جمے ہوئے نظام کی سرپرستی انہیں حاصل نہیں رہتی۔﴿5﴾ ان وجوہات کی بنیاد پر حق کا انکار کرنے والے حق قبول کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

سوال3: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ”جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ کمزور اور ناتواں لوگوں سے کہا جائے گا اپنے صالح اعمال اور نیکیوں کی وجہ سے بڑے احترام کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔﴿2﴾ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ تمہیں مستقبل کا کوئی دھڑکا نہیں۔﴿3﴾ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ”اور نہ تم غمگین ہو گے“ اور ماضی کے بارے میں تم غم زدہ نہیں ہو گے۔﴿4﴾ رب العزت کا فرمان ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ وہ لوگ جنہوں نے جرم کیے وہ ان پر جو لوگ ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے۔ اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔ اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آتے تو مزے لیتے ہوئے واپس آتے تھے۔ اور جب اُنہیں دیکھتے تو کہتے: ”یقیناً یہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔“ حالانکہ وہ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ سو آج جو لوگ ایمان لائے ہیں، کافروں پر ہنستے ہیں۔ تختوں پر بیٹھے وہ دیکھ رہے ہیں۔ (المطففین: 35-29)

وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ (50)

اوردوزخ والے جنت والوں کوپکاریں گے کہ ہم پر کچھ پانی بہادویااس میں سے جواللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیاہے۔وہ جواب دیں گے:''یقیناًاللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پرحرام کردی ہیں۔''(50)

سوال1:وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ'' اوردوزخ والے جنت والوں کوپکاریں گے کہ ہم پر کچھ پانی بہادویااس میں سے جواللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ جب دوزخ والوں کوعذاب پوری طرح قبضے میں لے لے گااوروہ بھوک پیاس سے بے تاب ہوں گے تواہل جنت کومدد کے لیے پکاریں گے۔《2》اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ'' کہ ہم پر کچھ پانی بہادویااس میں سے جواللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیاہے'دوزخ والے جنت والوں سے کہیں گے ہمیں بھی کچھ کھانااورپانی دے دواس میں سے جواللہ تعالیٰ نے آپ کورزق دیاہے۔یہ دوزخ والوں کی ذلت وخواری کاذکرہے، کیسے وہ اپنے قریبی عزیزوں،اپنے ماں باپ اورقریبی رشتہ داروں کے آگے گڑگڑائیں گے کہ ہم جل بھن گئے،پیاس سے تڑپ رہے ہیں،تھوڑاساپانی پلادو،ہم بھوک سے جاں بلب ہیں،ہمیں اپنے کھانے میں سے تھوڑاسادےدو۔

سوال2:جہنم والوں کی پکارکیسی ہے؟

جواب:اس پکارمیں امیدبھی ہےاوررحم طلبی بھی۔

سوال3:قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ'' وہ جواب دیں گے:''یقیناًاللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پرحرام کردی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:جنت والے جواب دیں گے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کوکافروں کے لیےحرام کردیاہے جنت کےکھانے اور پانی کافروں کے لیےنہیں ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کاان پرظلم نہیں ہے بلکہ ان کے اعمال کی جزاہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کا نکار کیا،اس کی آیات کاانکارکیا،انہوں نے دین کوکھیل اورتماشابنالیا۔

سوال4:آخرت کےرزق سےکافروں کوکیوں محروم رکھاجائے گا؟

جواب: جس انسان نے اپنی روح کی پرورش دنیا کی چیزوں سے کی ہو آخرت کے رزق سے غذا نہیں پا سکتے۔

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (51)

جن لوگوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔(51)

سوال1: الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا '' جن لوگوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنایا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کافروں کے اعمال کا ذکر ہے کہ انہوں نے دین کو دل لگی اور کھیل بنالیا تھا یعنی ان کے دل دنیا میں سرشار اور مست ہیں اور آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں۔اسی وجہ سے وہ دین سے گریزاں ہیں انہوں نے دین کا مزاق اڑایا، انہوں نے دین کے عوض کھیل، تماشوں کو اہمیت دی اور آخرت سے غافل ہو گئے۔

سوال2: اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنانے سے مراد اپنے دین کو اہمیت نہ دینا ہے۔اس وجہ سے انسان کے اندر سے لطیف احساسات مثلاً حیاء، شرافت، وسعت ظرفی اور پاکیزہ طریقوں کو پسند کرنا وغیرہ ختم ہو جاتے ہیں، یہ احساسات انسان کے اندر چوکیدار کا کام کرتے ہیں۔اسے برائیوں سے روکتے ہیں۔لیکن جب یہ احساسات ختم ہو جاتے ہیں تو انسان حیوانی سطح پر اتر آتا ہے، اس کی انسانیت مسخ ہوتی ہے اس طرح وہ اپنے دین کو کھیل اور تماشہ بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انتقام کا مستحق بن جاتا ہے۔《2》دین کو اپنے لئے زندگی کا ضابطہ قرار دے کر اس کا صحیح مقام اسے نہ دینا اسے پروقار نہ بنانا۔《3》دینی موضوعات پر بات کرنا اور اسلامی احکامات کو ہلکا سمجھ کر ان کی تضحیک کرنا اور مذاق اڑانا۔مثلاً غیبی معاملات کا مذاق اڑانا۔ (ایسی جنت سے کیا حاصل) جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں۔

سوال3: وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا '' اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》دنیا کی زیب وزینت نے اور دنیا کی ترغیب دلانے والوں کی کثرت نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا کہ زندگی

تو بس یہی زندگی ہے۔کھالے، پی لے، جی لے اورمن کی مان لے وغیرہ۔﴿2﴾ وہ دنیا سے مطمئن ہوکراس سے خوش اور راضی ہو گئے۔اورآخرت سے منہ موڑ کرا سے بھول گئے۔

سوال4: فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ''تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ ''تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں''اس سے مراد ہے کہ ان سے خیر کے معاملے کو بھلا دیتا ہے۔کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اسے کچھ نہیں بھولتا۔رب العزت کا فرمان ہے: لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى میرا رب نہ بھولتا ہے اور نہ وہ غلطی کرتا ہے۔(طٰہٰ:52) قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اوراسی طرح آج تو بھلایا جارہا ہے۔''(طٰہٰ:126)﴿2﴾ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا انسان کے سامنے جب کوئی اور مقصداور جزا ہوتو وہ آخرت کی ملاقات بھلا دیتا ہے۔

سوال5: انسان آخرت کی ملاقات کو کیوں بھول جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ انسان اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو اس لیے بھول جاتا ہے کہ دنیا کی رونقوں میں گم ہو جاتا ہے۔گویا وہ صرف دنیا کے لیے پیدا ہوا ہے۔﴿2﴾ وہ ظاہر ہونے والی چیزوں کی طرف جھکتا ہے تو اپنے رب کی ملاقات کو بھول جاتا ہے۔

سوال6: فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ ''تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں'' اللہ تعالیٰ انسان کو آخرت میں کیوں بھلا دیں گے؟

جواب: انسان کے بھلا دینے کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ انسان کو بھلا دیں گے۔اس لیے کہ جو انسان موت سے پہلے والی زندگی میں آخرت کو چھوڑتا ہے اس کو موت کے بعد والی زندگی میں آخرت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب میں چھوڑ دیں گے۔

سوال7: وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ''اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ان کا انکار اس بنا پر تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سمجھنے سے قاصر تھے۔

سوال8: اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کون لوگ کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔﴿2﴾ جو اپنی ذات کو بڑا دیکھے۔﴿3﴾ جو دنیا کی رونقیں پاکر خوشیاں حا

صل کرے۔﴿4﴾ جو مادی ساز وسامان پا کر اپنے آپ کو کامیاب سمجھے۔﴿5﴾ جو اپنے رب اور آخرت کو بھول جائے۔ ایسے شخص کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کی آیات آتی ہیں تو وہ غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو اپنے لئے سنجیدہ معاملہ نہیں سمجھتا اور انکار کر دیتا ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ(52)

اور بلاشبہ ہم ان لوگوں کے پاس یقیناً ایک ایسی کتاب لائے ہیں جس کو ہم نے علم کی بنیاد پر مفصل بنایا ہے اور ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔(52)

سوال1: وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ''اور بلاشبہ ہم اُن لوگوں کے پاس یقیناً ایک ایسی کتاب لائے ہیں جس کو ہم نے علم کی بنیاد پر مفصل بنایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ ہم ان کے پاس ایسی کتاب لے کر آئے ہیں جس میں ہم نے ان چیزوں کو کھول کر بیان کر دیا ہے جس کی انسانوں کو ضرورت ہوتی ہے۔﴿2﴾ عَلٰى عِلْمٍ علم کی بنیاد پر یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔وہ ہر زمان ومکان کا بھی علم رکھتا ہے۔اور اپنے بندوں کے حالات کا بھی۔اس نے اپنے علم سے انسانوں کے لیے اس کتاب میں فیصلے کیے ہیں کہ کیا چیز انسانوں کے لیے درست ہے اور کیا چیز درست نہیں ہے۔رب العزت نے فرمایا: اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ اس نے اسے اپنے علم سے اتارا ہے۔(النساء:166)

سوال2: قرآن مجید انسان کے لئے ہدایت اور رحمت کیسے بنتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ قرآن مجید انسان کی زندگی کے لئے راہ نمائی دیتا ہے۔﴿2﴾ قرآن مجید اس زندگی میں موت کے بعد آنے والی زندگی میں پیش آنے والے معاملات کو واضح کرتا ہے۔﴿3﴾ قرآن مجید انسانوں کو حساب کتاب سے آگاہ کرتا ہے۔﴿4﴾ جو لوگ قرآن حکیم کی ہدایات کو قبول کر لیتے ہیں وہ اپنی زندگی کی اصلاح کر لیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاتے ہیں یوں یہ کتاب ہدایت اور رحمت کا باعث بنتی ہے۔

سوال3: هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ''اور ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾هُدًى یعنی اس کتاب کے ذریعے سے اہل ایمان کے لیے گمراہی میں سے ہدایت واضح ہوجاتی ہے۔حق وباطل اور رشدوضلالت کے درمیان فرق واضح اور نمایاں ہوجاتا ہے۔﴿2﴾وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بن جاتے ہیں اور یہ دنیاوآخرت میں بھلائی اور سعادت کا نام ہے اوران سے اس رحمت کے ذریعے سے گمراہی اور شقاوت دور ہوجاتی ہے۔(تفسیر سعدی:881/1)

سوال4:قرآن کن لوگوں کے لئے زندگی اور یقین کا خزانہ بن جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جولوگ اپنی فطرت کونہیں بگاڑتے وہ قرآن کواپنے دل کی آواز بنالیتے ہیں۔﴿2﴾جولوگ فطری زندگی گزارتے ہیں حق کی تلاش میں ہوتے ہیں جب وہ قرآن سنتے ہیں تووہ ان کے لئے زندگی اور یقین کا خزانہ بن جاتا ہے۔

هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا تَاۡوِيۡلَهٗ ؕ يَوۡمَ يَاۡتِىۡ تَاۡوِيۡلُهٗ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ نَسُوۡهُ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَـقِّ‌ ۚ فَهَلۡ لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُوۡا لَنَاۤ اَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَـعۡمَلُ‌ ؕ قَدۡ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ(53)

نہیں وہ انتظار کرتے مگراس کے انجام کا جس دن اس کا انجام آجائے گا،جن لوگوں نے اس سے پہلے ہی اُسے بھلا دیا تھا وہ بول اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول یقیناً حق لائے تھے تو کیا اب ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں؟ یاہم واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم اس سے مختلف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے یقیناً انہوں نے اپنی جانوں کوہی خسارے میں ڈالا اوراُن سے گم ہوگیا جوجھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے۔(53)

سوال1:هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا تَاۡوِيۡلَهٗ ''نہیں وہ انتظارکرتے مگراس کے انجام کا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کیااب وہ اس کے انتظار میں ہیں کہ جنت جہنم کی خبراب واقع ہوجائے؟

سوال2:قرآن آخرت کے حالات سے آگاہ کرتا ہے پھرانسان چوکنا کیوں نہیں ہوتا؟

جواب:قرآن کی خبریں جوآخرت کے حالات سے متعلق ہیں ابھی واقعات کی صورت میں ظاہرنہیں ہوئیں۔ابھی وہ انسان سے چھپی ہوئی ہیں غافل انسان اس لئے چوکنانہیں ہوتا کیونکہ وہ ان حقائق کوغیراہم سمجھتا ہے۔

سوال3:يَوۡمَ يَاۡتِىۡ تَاۡوِيۡلُهٗ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ نَسُوۡهُ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَـقِّ فَهَلۡ لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُوۡا لَنَا'' جس

دن اس کا انجام آ جائے گا، جن لوگوں نے اس سے پہلے ہی اسے بھلا دیا تھاوہ بول اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول یقیناً حق لائے تھےتو کیااب ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ يَوۡمَ يَأۡتِي تَأۡوِيلُهٗ ''جس دن اس کا انجام آ جائے گا'' جس دن اس کا نتیجہ ظاہر ہوگا، آج کی خبریں واقع ہو جائیں ،اورظاہر ہے وہ قیامت کا دن ہوگا۔ ﴿2﴾ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبۡلُ ''جن لوگوں نے اس سے پہلے ہی اسے بھلا دیا تھاوہ بول اٹھیں گے'' جس دن وہ انجام سامنے آ جائے گا جس کی خبریں دی جا رہی ہیں تو وہ لوگ حسرت سے بول اٹھیں گے جنہوں نے پہلے اسے بھلا دیا تھا اپنے گناہوں کی بخشش کی سفارش تلاش کرتے ہوئے اوراس کا اقرار کرتے ہوئے جسے رسول لے کرآئے تھے۔ ﴿3﴾ قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ فَهَل لَّنَا مِن شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُواْ لَنَآ أَوۡ نُرَدُّ ''ہمارے رب کے رسول یقیناً حق لائے تھےتو کیااب ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں یا ہم واپس بھیج دیئے جائیں'' وہ اعتراف کریں گے کہ ہمارے رب کے رسول حق لے کرآئے تھے۔کاش ہمارا کوئی معبود ہے جسے ہم دنیا میں پوجا کرتے تھے ہماری سفارش کے لیے کھڑا ہو جاتا۔ یا پھر ہمیں دنیا میں بھیج دیا جاتا اوراس کے برعکس ہم کرتے ۔رب العزت نے فرمایا: وَلَوۡ تَرَىٰٓ إِذۡ وُقِفُواْ عَلَى النَّارِ فَقَالُواْ يَٰلَيۡتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِينَ ۝٢٧ بَلۡ بَدَا لَهُم مَّا كَانُواْ يُخۡفُونَ مِن قَبۡلُۖ وَلَوۡ رُدُّواْ لَعَادُواْ لِمَا نُهُواْ عَنۡهُ وَإِنَّهُمۡ لَكَٰذِبُونَ اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اورہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں۔اورہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھااور بلا شبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔(الانعام:27,28)

سوال4: جس دن غیب کا پردہ پھٹ جائے گااس دن غافل انسان کی کیا صورت حال ہو جائے گی؟

جواب: ﴿1﴾ جس دن غیب کا پردہ پھٹ جائے گا اس دن غافل انسان اپنے آپ کو بے سہارا پائے گا۔ ﴿2﴾ اس دن وہ سارے مسائل بے حقیقت نظرآئیں گے جن میں وہ الجھا رہا۔ ﴿3﴾ اس دن اس کی امیدیں، خوش فہمیاں ثابت ہوں گی۔ ﴿4﴾ اس دن وہ سب ساتھ چھوڑ چکے ہوں گے جن پر اس نے بھروسہ کیا۔ ﴿5﴾ اس دن وہ آخرت کو ماننے کے لئے مجبور ہو جائے گا۔ ﴿6﴾ اس دن وہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول حق لے کرآئے تھے۔ ﴿7﴾ اس دن وہ تمنا کرے گا کاش کوئی ہماری سفارش کرے۔ ﴿8﴾ اس دن غافل چاہے گا ایک بار دنیامیں واپس بھیج دیا جائے تو ہم مختلف عمل کریں اس سے

جو پہلے کر رہے ہیں۔

سوال5: اَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَعۡمَلُ ''یا ہم واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم اس سے مختلف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اَوۡ نُرَدُّ ''یا ہم واپس بھیج دیئے جائیں'' یا ہم دنیا میں واپس بھیج دیئے جائیں حالانکہ لوٹنے کا وقت تو گزر چکا۔《2》وہ کہیں گے ہم شرک، شر اور فساد نہیں کریں گے۔《3》تو ہم اس کے برعکس عمل کریں گے حالانکہ اگر وہ لوٹا بھی دیئے جائیں تو وہی کام کریں گے جن سے روکا گیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ پر توکل کیا، ان سے امیدیں باندھیں، تو آج ان کا کوئی حمایتی نہیں جو عذاب سے بچالے۔《4》فَمَا تَنۡفَعُهُمۡ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيۡنَ چنانچہ سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کو کوئی نفع نہ دے گی۔ (المدثر:48)《5》لَئِنۡۢ بَسَطْتَّ اِلَىَّ يَدَكَ لِتَقۡتُلَنِىۡ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِىَ اِلَيۡكَ لِاَقۡتُلَكَ ۚ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ (الانعام:28)

سوال6: کیا موت کے بعد انسان کو دنیا میں دوبارہ بھیجا جا سکتا ہے؟

جواب: موت کے بعد زندگی کا موقع کبھی ملنے والا نہیں۔

سوال7: قَدۡ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ''یقیناً انہوں نے اپنی جانوں کو ہی خسارے میں ڈالا اور اُن سے گم ہو گیا جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قَدۡ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ انہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا۔ یہ ایسا خسارہ ہے جس میں مال، اولاد، اثاثے سب کچھ گیا۔ منافع سے محروم ہوئے اور خسارہ پانے والوں کی تلافی بھی نہیں ہو سکتی۔《2》وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: جو دنیا میں وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے وہ ان سے گم ہو جائے گا۔ (ابن ابی حاتم:5/1496)
《3》دنیا میں شیطان کے وعدوں اور نفس کی خواہشات کے مطابق جو جھوٹ وہ گھڑتے تھے وہ سب گم ہو جائے گا۔ اب وہ چیز سامنے آ گئی جس کا کبھی تصور نہیں کیا تھا۔ ان کے سامنے حق اور باطل صاف واضح ہو گیا۔

سوال8: انسان اپنے آپ کو گھاٹے میں کیسے ڈال دیتا ہے؟

جواب:《1》انسان جس دنیا پر بھروسہ کرتا ہے۔جس میں مشغول رہتا ہے، جس کو سب کچھ سمجھتا ہے، موت کے بعد وہ اس کے ہاتھ نہیں آئے گی۔《2》انسان آخرت کے معاملے کو غیر اہم سمجھتا ہے تو جہ نہیں دیتا اور آخرت آجاتی ہے جب کہ کوئی تیاری نہیں ہوتی، یوں دنیا بھی گئی اور آخرت بھی، یہی اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالنا ہے۔

رکوع نمبر 14

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ(54)

بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج، چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔(54)

سوال1: اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ''بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اِنَّ رَبَّكُمُ ''بلاشبہ تمہارا رب'' جو پسند کرتا ہے کہ وہ سب اس کی عبادت کریں، اس کو پکاریں اور اس کا قرب حاصل کریں اور اس کی اطاعت کریں۔(ایسر التفاسیر:454,455)《2》اے لوگو! تمہارا آقا اور تمہارے امور کی اصلاح کرنے والا وہی معبود ہے جس کے لیے ہر طرح کی عبادت ہے۔(جامع البیان:214/8)《3》بے شک تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔آسمان وزمین کتنے عظیم اور کتنے محکم ہیں۔اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے انتہائی مہارت سے کھڑا کیا۔آسمان انوکھی تخلیق ہیں۔《4》وہی تمہارا حقیقی رب اور تمہارا معبود ہے اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا تمہارا کوئی رب نہیں اور بتوں میں سے کوئی ایک تمہارا معبود نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ مخلوق ہیں خالق نہیں اور خود اپنے آپ کو نفع پہنچانے سے بھی عاجز ہیں اور نقصان سے بچانے سے قاصر ہیں تو دوسروں کو کیسے پہنچا سکتے ہیں؟ بے شک تمہارا رب اور تمہارا معبود حق ہے، جس نے ہر چیز کو تخلیق کیا، ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے، وہی تصرف

کا اختیار رکھتا ہے، اسی کا حکم چلتا ہے۔ وہ اپنی بادشاہت میں جو جی چاہتا ہے کرتا ہے، اوپر کے جہانوں میں بھی اور نیچے کے جہانوں میں بھی تمہیں بھی بڑا برکت والا ہے رب العالمین۔ (ایسر التفاسیر: 455,454)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو کیسے بنایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ''چھ دنوں میں'' چھ دنوں میں سے پہلا دن اتوار تھا اور آخری دن جمعہ تھا۔ اتوار کے دن تخلیق کا آغاز کیا اور پھر تخلیق پوری کرنے کے بعد ان کے تمام امور انہیں سپرد کیے۔ ﴿2﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ''بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو حد درجہ کامل اور حکیمانہ نظام کے تحت بنایا ہے۔ اس نے ہر چیز کو ایسے چلا دیا ہے کہ وہ ٹھیک وہی کام کرے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن مٹی کو تخلیق کیا اتوار کے دن پہاڑوں کو، پیر کے دن درختوں کو، منگل کے دن مکروہ چیزوں کو، بدھ کے دن نور کو، جمعرات کے دن پہاڑ پھیلائے اور جمعے کے دن عصر کے بعد آدم علیہ السلام کو۔ آخری تخلیق جمعہ کی آخری گھڑی میں عصر اور رات کے درمیان۔ (مسلم: 27)

﴿3﴾ یہاں دن سے مراد ہمارا یہ 24 گھنٹے کا دن نہیں جو سورج سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ یہ سورج تو اس وقت موجود ہی نہیں تھا۔ قرآن کریم میں ایک اور مقام پر یوم کی مقدار ایک ہزار سال کا ذکر ہے (22:47) اور دوسرے مقام پر پچاس ہزار سال کا (70:4) لہٰذا یہاں چھ دن سے مراد چھ ادوار ہی مراد لیے جا سکتے ہیں۔ (تیسیر القرآن: 58.59/2) ﴿4﴾ رب العزت کا فرمان ہے: قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ﴿۹﴾ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِیْهَا وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِیْنَ ﴿۱۰﴾ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىِٕعِیْنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ آپ کہہ دیں کہ کیا واقعی تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں بنایا اور تم اُس کے لیے شریک بناتے ہو؟ وہی تو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے زمین میں اس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنا دیے اور اس میں برکتیں رکھ دیں اور اس میں اس کی غذائیں اندازے سے رکھ دیں چار دنوں میں، (جواب) برابر ہے سوال کرنے والوں کے لیے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا: ''تم دونوں آ جاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔'' دونوں نے کہا: ''ہم خوش ہو کر آ گئے ہیں تو اس نے

دودنوں میں ان کو پورا سات آسمان بنادیااوراس نے ہرآسمان میں اس کا کام وحی کردیااور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور محفوظ کردیا، یہ اندازہ ہے سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا۔ (فصلت:9۔12)﴿5﴾ اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا ؕ وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ اور جن لوگوں نے کفر کیاانہوں نے دیکھانہیں کہ یقیناً آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے؟ تو ہم نے ان دونوں کو پھاڑ کر جدا کیااور ہم نے پانی سے ہرزندہ چیز کو بنایا، تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے ؟ (الانبیاء:30)

سوال3: وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمۡرِہٖ ''اور سورج، چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَّالشَّمۡسَ یعنی سورج، چانداور ستارے اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر سے مسخر کررکھے ہیں۔﴿2﴾ ان کی تخلیق اوران کی وسعت اللہ تعالیٰ کی قدرت کامل کی دلیل ہے۔﴿3﴾ کائنات کامنظّم ہونا اللہ تعالیٰ کی حکمت کی دلیل ہے۔﴿4﴾ سورج، چانداور ستاروں میں فوائد کا ہونا اس کے کمال علم اور کمال رحمت کی دلیل ہے۔﴿5﴾ اس کائنات کی ہر چیز اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود برحق ہے۔اوراس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے کائنات کے بارے میں کیا وضاحت کی ہے؟

جواب:﴿1﴾ کائنات پر اللہ تعالیٰ حاوی ہے۔﴿2﴾ کائنات کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور تدبیر سے چلاتا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ رات کو دن پرڈھانپ دیتا ہے اور دن کو رات کے پیچھے لگا دیتا ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند، ستاروں کو اپنے قبضے میں کررکھا ہے۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق پر نگہبان ہے۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم اس کائنات میں چلتا ہے۔

سوال5: ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّہَارَ یَطۡلُبُہٗ حَثِیۡثًا '' پھر وہ عرش پر بلند ہوا وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّہَارَ '' وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے'' اللہ تعالیٰ اندھیری رات سے روشن دن کو ڈھانپ دیتا ہے اور زمین پر اندھیرا چھاجاتا ہے۔رات کو رب العزت نے آرام کے لیے بنایا ہے رات میں تمام انسان اور ساری مخلوقات آرام کرتے ہیں اور اپنی تھکاوٹ دور کرتے ہیں۔﴿2﴾ یَطۡلُبُہٗ حَثِیۡثًا '' وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے'' پھر سیاہ رات کے جانے کے بعد دن آجاتا ہے۔لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوجاتے ہیں رب العزت کا فرمان ہے: وَّ جَعَلۡنَا النَّہَارَ

مَعَاشًااور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔(النباء:11)《3》رب العزت نے فرمایا: لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿٤٠﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿٤١﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٤٤﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ڰ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔اور ان کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔اور ہم نے ان کے لیے اس جیسی اور چیزیں پیدا کی ہیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔اور اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں پھر نہ ہی ان کا کوئی فریادرس ہوگا اور نہ ہی وہ بچائے جائیں گے۔مگر یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور ایک خاص وقت تک فائدہ دینا ہے۔اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس سے بچو جو تمہارے آگے اور تمہارے پیچھے ہے تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔اور ان کے پاس اُن کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ ہی موڑنے والے ہوتے ہیں۔اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو جنھوں نے کفر کیا ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ کیا ہم اس کو کھلائیں جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟ نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں۔(یٰس:40۔47) رات دن کا یہ سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور بندے اس دنیا سے اگلے جہان میں منتقل ہو جائیں گے۔

سوال6: اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ''سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اَلَا لَهُ الْخَلْقُ ''سن لو! پیدا کرنا اسی کا کام ہے'' اللہ تعالیٰ خالق ہے اور وہ اپنی مخلوقات کا مالک ہے۔اسی نے اپنی مخلوق کے اوصاف اور افعال تخلیق کیے۔《2》وَالْاَمْرُ ''اور حکم دینا اسی کا کام ہے'' اللہ تعالیٰ ہی کا امر ہے وہ اپنے امر کا مالک ہے۔《3》تخلیق اس کے احکام کونی وقدری کو اور ''امر'' احکام دینی کے بارے میں ہے۔اور احکام جزائی اس جہان کے فنا کے بعد ہوں گے۔رب العزت نے فرمایا: اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یقیناً جب ہم کسی چیز کا ارادہ کر لیں تو ہم اسے کہتے ہیں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔(النحل:40)

سوال7: تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ''اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ برکت کا مطلب یہ ہے کہ جن متوقع فوائداور خیروبھلائی کے لیےکوئی چیز پیدا کی گئی ہے وہ پورے کے پورے فوائداس سے حاصل ہوجائیں یہاں اللہ تعالیٰ کے بابرکت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی کوئی بھی چیز جس مقصد اور خیروبھلائی کے لیے بنائی تھی اس سے پورے کے پورے مقاصد حاصل ہورہے ہیں۔(تیسیر القرآن:60/2)

﴿2﴾ یعنی وہ بلنداورعظمت والا ہے اس کی بھلائی اوراحسان بہت زیادہ ہے،وہ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اپنی عظمت اوصاف اورکمال صفات کی بناپر بہت بابرکت ہےاورمخلوق کو بے پایاں بھلائی اور بے شمار نیکی سےنوازکردوسروں کوبھی برکت عطا کرتاہے۔اس اس کائنات میں جو برکات نظرآتی ہیں وہ اس کی رحمت کے آثار ہیں۔(تفسیر سعدی:883/1)

اُدۡعُوۡا رَبَّكُمۡ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُعۡتَدِيۡنَ(55)

تم اپنے رب کوگڑگڑا کراور چپکے چپکے سے پکارو، یقیناًوہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔(55)

سوال1:اُدۡعُوۡا رَبَّكُمۡ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً ''تم اپنے رب کوگڑگڑا کراور چپکے چپکے سے پکارو'' خُفۡيَةً سے کیامراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اُدۡعُوۡا رَبَّكُمۡ :اپنے رب کو پکارو۔اے لوگو!اپنے ایک رب کو پکارو۔اس کے لیے دعا کوخالص کرو۔دعائیں مانگنے کاشوق دلایاجارہاہے۔اس سے دنیا بھی سنورتی ہےاورآخرت بھی۔(جامع البیان)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ سے اپنی دنیاوی اور اخروی ضروریات مانگو بے شک وہ تمہارارب ہے۔اس سے سوال کرتے ہوئے حیانہ کرو۔(ایسرالتفاسیر:455)

﴿3﴾ تَضَرُّعًا عاجزی سے۔یعنی گڑگڑا کراللہ تعالیٰ سے مانگیں۔دعاعبودیت کاعظیم عمل ہے۔اللہ تعالیٰ کی معرفت کاعنوان ہے۔جب ہم اس کے آگے ہاتھ بلند کرتے ہیں اوراسے ہکارتے ہیں تواعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے وہ سب کچھ سننے والا سمیع اور ہرچیز پرقدرت رکھنے والا ہے۔اورہی ہے جوغم دورکرتاہےاوردعائیں قبول کرتاہے۔دعاخضوع اور عاجزی کاراز ہے اس لیے دعائیں کثرت سے کرنی چاہیں۔اور جم کراللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیے۔نبی ﷺ نے فرمایا:**الدعاء مخ العبادة**۔(ترمذی)﴿4﴾ وَّخُفۡيَةً 'اور چپکے سے'یعنی دل کےخضوع اوراس کی وحدانیت پریقین رکھتے ہوئے چھپ چھپ کرخالص اللہ تعالیٰ کے لیے آہ وزاری کریں۔بلندآواز سے اعلانیہ نہ گڑگڑائیں،جس سے ریاکاری کا اندیشہ ہو۔سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:لوگوں نے زورزور سے دعائیں مانگنی شروع کیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا:اپنے اوپررحم کروکیونکہ تم کسی بہرے اورغیر موجودکونہیں پکاررہے۔تم جسے پکاررہے ہووہ خوب سننے والا اورتمہارے پاس

ہی ہے۔اللہ تعالیٰ سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگو۔قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریاعَلَیْہِ السَّلَام کی دعا کا ذکر فرمایا ہے: اِذْنَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا جب اس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا۔(مریم:3) رب العزت کا فرمان ہے: وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا۔(المؤمن:60) وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں، میں پکارنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں۔(البقرہ:186)

سوال2: اُدْعُوْا رَبَّکُمْ ''تم اپنے رب کو پکارو'' دعا کیا ہے؟

سوال3: خفیہ دعائیں کون کرتا ہے؟

جواب: جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ہوتی ہے۔

سوال4: اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ''یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ میں الْمُعْتَدِیْنَ سے دعا میں حد سے بڑھ جانے والے مراد ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کسی بھی معاملے میں حد سے تجاوز کرنے والں کو پسند نہیں کرتے۔﴿3﴾ یہ بھی حد سے تجاوز ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ایسی چیزوں کا سوال کرے جو اس کے لیے درست نہیں۔سنن ابوداود میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو یوں دعا کرتے ہوئے سنا: **اللھم انی اسئلک القصر الابیض عن یمین الجنۃ** اے اللہ! میں آپ سے جنت کی دائیں جانب سفید محل کا سوال کرتا ہوں'' یہ سن کر سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بیٹا! تو اللہ سے جنت کا سوال کر اور دوزخ سے پناہ مانگ (اپنی طرف سے سفید محل تجویز نہ کر) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو طہور (وضو، غسل وغیرہ میں) اور دعا میں اعتداء یعنی زیادتی کریں گے۔(سنن ابوداود:13/1) ﴿4﴾ یہ بھی حد سے تجاوز ہے کہ بندہ سوال کرنا ہی چھوڑ دے۔﴿5﴾ یہ بھی حد سے تجاوز ہے کہ بندہ بہت زیاددہ بلند آواز میں دعا مانگے۔

سوال5: دعا کے آداب وشرائط کیا ہیں؟

جواب: دعا کے آداب:

دعا مانگتے ہوئے مندرجہ ذیل آداب کوملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے:

《1》اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ مانگا جائے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کر اور جب مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر۔(ترمذی)《2》دعا کے شروع اورآخرمیں اللہ تعالیٰ کی حمدوثناء اور نبی ﷺ پر درود بھیجنا چاہیے۔نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر دعا معلّق رہتی ہے جب تک کہ دعا کے ساتھ (اوّل وآخر) نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجا جائے۔' (صحیح الجامع 4389/4)《3》اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہیے، یہ قبولیت کا اصل اور قریب ترین سبب ہے۔《4》دعا مانگتے ہوئے قبولیت کا مکمل یقین رکھنا چاہیے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا مانگا کرو۔(ترمذی:3479)سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''جب تم دعا کرو تو یہ مت سمجھو کہ ہم گناہ گار ہیں ہماری دعا قبول نہیں ہوگی۔مخلوق میں شیطان سے بڑھ کر کون گناہ گار ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی دعا رد نہیں فرمائی۔''《5》دعا پوری رغبت،توجہ اوریکسوئی کے ساتھ کرنی چاہیے۔سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَآءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَّاهٍ اورجان رکھو!اللہ تعالیٰ غافل اور بے دھیان دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔(ترمذی:379)ا《6》دعا میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:ہر مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ تھڑ دلا اور جلد باز ہو کر یہ نہ کہے کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگیں لیکن قبول نہیں ہوتیں۔''صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ! جلد بازی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''دعا مانگنے والا کہے میں نے دعا مانگی،پھر مانگی لیکن مجھے دعا قبول ہوتی نظر نہیں آتی اور اس پر دعا مانگنا چھوڑ دے۔(مسلم:6936)《7》دعا مانگتے ہوئے آواز پست رکھنی چاہیے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:پست آواز سے دعا مانگو،تم کسی بہرے یا غائب ہستی کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم ایک سمیع اور بصیر ذات کو پکار رہے ہو۔(بخاری ومسلم)《8》دعا میں تصنّع اور قافیہ بندی نہیں کرنی چاہیے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے :اس بات کا خیال رکھو کہ تمہاری دعائیں تکلف اور قافیہ آرائی سے پاک ہونی چاہئیں کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیکھا ہے کہ وہ اس قسم کی باتوں سے بچا کرتے تھے۔(صحیح بخاری)《9》اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کرنی چاہیے۔《10》دل کو حاضر رکھنا چاہیے۔《11》دعا کو تین تین بار دہرانا چاہیے۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ

جب اپنے رب سے سوال کرتے یا دعا مانگتے تو تین تین بار دہرایا کرتے تھے۔ (متفق علیہ) ﴿12﴾ قبلہ رو ہو کر بیٹھنا چاہیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جنگِ بدر میں مشرکین کی طرف نظر دوڑائی تو ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین 319 تھے تو نبی ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کیا، ہاتھ پھیلا دیے اور پکار کر دعا کرنے لگے۔ (مسلم:1158) ﴿13﴾ دعا میں ہاتھ بلند کرنے چاہئیں۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَّسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ فَيَرُدَّهُمَا صِفْرًا (ابن ماجہ) تمہارا رب بڑا حیا کرنے والا اور سخی ہے، جب بندہ اس کے حضور ہاتھ اٹھاتا ہے تو انہیں خالی لوٹاتے ہوئے اسے شرم آتی ہے۔'' ﴿14﴾ دعا مانگنے والے کا رزق حلال ہونا چاہیے۔ ﴿15﴾ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے حوالے سے دعا کرنی چاہیے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا اور سب اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں سو اسے ان کے ساتھ پکارو۔ (الاعراف:180) ﴿16﴾ قطع رحمی یا گناہ کی دعا نہیں مانگنی چاہیے۔ ﴿17﴾ دعا دلجمعی اور دوٹوک الفاظ میں کرنی چاہیے سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ سے پختہ ارادے کے ساتھ سوال کرے اور یوں نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو عطا فرما اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی زبردستی نہیں کر سکتا۔ (جو اسے دعا قبول کرنے سے روک لے) (بخاری)۔ ﴿18﴾ دعا مانگنے سے پہلے اپنے گناہوں کا اعتراف اور اظہارِ ندامت کرنا چاہیے۔ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کا ذکر کرتے اور اس کے لیے دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا فرماتے۔ (ترمذی) ﴿19﴾ اپنے نیک کاموں کو وسیلہ بنا کر مانگنا چاہیے۔ صحیحین میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے تین اشخاص نے ایک غار میں بارش کی وجہ سے پناہ لے رکھی تھی کہ ایک پتھر سے غار کا منہ بند ہو گیا اور وہ غار میں پھنس گئے۔ ان میں سے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اپنے نیک کام کو وسیلہ بنا کر دعا مانگی اور ان کی دعا قبول ہوئی اور غار کے منہ سے پتھر ہٹ گیا۔
(مسلم و بخاری)

سوال 7: یہاں حد سے گزرے ہوئے رویے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دعا میں حدود سے باہر نکلنا جیسے مسجع و مقفع دعائیں۔ ﴿2﴾ دعا میں تصنّع اور قافیہ بندی نہیں کرنی چاہیے۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (56)

اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو اور خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ اُسی کو پکارو یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔(56)

سوال1: وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ''اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》شرک اور نافرمانیوں سے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔《2》بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ''اس کی اصلاح کے بعد'' یعنی توحید اور اطاعت اور نیکیوں کے ذریعے اطاعت کر لینے کے بعد زمین میں نافرمانیاں نہ کریں۔نیکیوں سے اخلاق، رزق، اعمال اور دنیا وآخرت کے حالات کی اصلاح ہوتی ہے۔نافرمانیاں رزق، اخلاق اور اعمال کو بگاڑ دیتی ہیں۔رب العزت نے فرمایا: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہو گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض کاموں کا انہیں مزہ چکھائے تا کہ وہ پلٹ آئیں۔(الروم:41)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی رحمت کن لوگوں کا حصّہ ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی رحمت ان لوگوں کا حصّہ ہے جو اس سے قریب ہو کر اپنے جذبوں کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیں۔وہ اللہ تعالیٰ کو پکاریں اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کریں۔《2》جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قربت چاہتے ہیں وہ بھی ان کو اپنے قریب جگہ دے دیتا ہے۔

سوال3: وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ''اور خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ اسی کو پکارو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》تمام انبیاء عَلَیہِم السَّلام جو دنیا میں آئے عموماً ان حالات آئے کہ معاشرے میں طرح طرح کا بگاڑ پیدا ہو چکا تھا، تو انہوں نے اپنی دعوت کا آغاز توحید ہی سے کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی دوسرے کی بندگی سے اجتناب کو شرط اول قرار دیا یہ اصول اپنانے کے بعد معاشرہ سے برائیاں خود بخود رخصت ہوتی چلی جاتی ہیں۔خوف وطمع سے پکارنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی تمام امیدیں اللہ تعالیٰ سے وابستہ رکھے اور اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو اور ڈرنا اس بات سے چاہیے کہ کسی غلطی یا تقصیر کی وجہ سے کہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مردود ہی نہ ہو جاؤں۔دونوں پہلوؤں کو بہر حال ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔تاہم اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کا پہلو غالب رہنا چاہیے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے: جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے تین دن پہلے فرمایا ''تم میں ہر شخص کو مرتے وقت اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا ضروری

ہے۔''(تیسیر القرآن:61/2:2) ﴿2﴾اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اوراس کے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اسے پکارو، نیز یہ کہ امید بھی رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرمائے گا اوراس بات سے بھی ڈرو کہ کہیں اللہ تعالیٰ دعا کو رد نہ کردے۔اس بندے کی طرح دعا نہ مانگو جو ناز وادا کے ذریعے سے اپنے رب کے سامنے جرات اور گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے۔جو خود پسندی کا شکار ہے اور جس نے اپنے نفس کو اس کی اصل حیثیت سے بڑھ کر حیثیت دی ہے اور نہ اس شخص کی طرح دعا مانگو جو غافل دل کے ساتھ دعا مانگتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدابِ دعا کے بارے میں جو کچھ ذکر فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ دعا میں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہو اور دعائے خفی اللہ تعالیٰ کے اخلاص کو متضمن ہے۔(تفسیر سعدی:884,85/1) ﴿3﴾ طمع میں یہ چیز بھی داخل ہے کہ انسان دعا کے بعد مایوس نہ ہو جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا''تم میں سے کسی کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلدی نہ کرے اور جلدی یہ ہے کہ انسان یہ کہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی مگر اس نے قبول نہ کی۔(بخاری ومسلم) ﴿4﴾اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **انامع عبدی اذ اذکرنی وتحرکت بی شفتاہ**۔میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرے اور جب اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے ہوں۔(مشکوۃ المصابیح:199) ﴿5﴾ نبی ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جس کا سفر لمبا ہو بال بکھرے ہوئے ہوں غبار سے اٹا ہوا ہو وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر یارب یارب کہتا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہو، پینا حرام ہو اور لباس حرام ہو اور اسے حرام سے غذا دی گئی ہو ان چیزوں کے ہوتے ہوئے اس کی دعا کہاں قبول ہوگی؟(صحیح مسلم:326/1) ﴿6﴾ دعا کا چھپانا اوراس کا اخفاء یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ سے خائف ہو اوراس کے ساتھ ساتھ دعا کی قبولیت کی امید رکھتا ہو، غافل دل کے ساتھ دعا نہ کرے، اپنے آپ کو مامون نہ سمجھے اور نہ قبولیت دعا کے بارے میں بے پروائی کا اظہار کرے اور یہ چیز دعا میں احسان کا درجہ رکھتی ہے۔کیونکہ ہر عبادت میں احسان یہ ہے کہ بندہ اس عبادت میں اپنی پوری جدوجہد صرف کردے، اسے نہایت کامل طریقے سے ادا کرے اور کسی طور بھی اس میں نقص واقع نہ ہونے دے۔اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مقام احسان پر پہنچنے والے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے والے لوگ پس بندہ جتنا زیادہ احسان کے مقام پر فائز ہوگا اتنی ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے قریب ہوگی۔اس آیت کریمہ میں احسان کی ترغیب ہے، جو مخفی نہیں۔(تفسیر سعدی:884,85/1)

سوال4: اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے''محسن کون ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ سے اچھا گمان رکھنے والا۔ ﴿2﴾ اس سے امید کا رشتہ رکھنے والا۔ ﴿3﴾ خوف کا رشتہ رکھنے والا۔ ﴿4﴾ طمع کا رشتہ رکھنے والا۔ ﴿5﴾ سب کچھ اس کو سمجھنے والا محسن ہوتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (57)

اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے آگے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب وہ بھاری بادل اُٹھا لیتی ہیں، ہم اُسے کسی مردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر ہم اس سے پانی اُتارتے ہیں پھر اس سے ہر قسم کے کچھ پھل نکالتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے تا کہ تم نصیحت قبول کرو۔(57)

سوال1: وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ''اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے آگے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق ہے اور کائنات میں کسی کی شراکت کے بغیر تصرفات اور اختیارات رکھتا ہے۔ ﴿2﴾ بُشْرًا ''خوش خبری بنا کر'' اس نے اپنی قدرت اور رحمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وہ ہوائیں جو پاس کی خوش خبری دیتی ہیں۔ سورت روم میں فرمایا: وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔(الروم:46) یہ ہوائیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادلوں کو اڑاتی ہیں۔ ﴿3﴾ رَحْمَتِهٖ رحمت سے مراد باران رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دیکھ کر اس کی مخلوق خوش ہوتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔(الشوریٰ:28) بارش کے برسنے سے پہلے ہی دل خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں۔

سوال2: ہوائیں کیسے چلتی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ہوا ہر وقت چلتی ہے۔ ﴿2﴾ ہوا بادلوں کو اڑاتی اور دوڑاتی ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ہی ہواؤں کو چلاتا ہے۔

《4》ہوائیں اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق چلتی ہیں۔《5》ہواؤں کا کسی خاص وقت اور خاص خطہ میں چلنا اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔

سوال3: حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتۡ سَحَابًا ثِقَالًا سُقۡنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنۡزَلۡنَا بِهِ الۡمَآءَ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ '' حتیٰ کہ جب وہ بھاری بادل اٹھالیتی ہیں، ہم اسے کسی مردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر ہم اس سے پانی اتارتے ہیں پھر اس سے ہر قسم کے کچھ پھل نکالتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتۡ سَحَابًا ثِقَالًا یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادلوں کو اٹھالاتی ہیں۔بعض ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں،بعض اکٹھا کرتی ہیں،اور کچھ ہوائیں ان کو بارآور کرتی ہیں۔《2》سُقۡنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ '' ہم اسے کسی مردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں'' وہ علاقہ جہاں نہ نباتات ہوتی ہے، نہ گھاس اور اس علاقے کے جانور بھی ہلاکت کے قریب ہوتے ہیں۔اور وہاں کے رہنے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔《3》فَاَنۡزَلۡنَا بِهِ الۡمَآءَ پھر ہم بادلوں کے ذریعے زمین پر خوب پانی برساتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایک ہوا کو مسخر کرتے ہیں کہ وہ بادلوں کو پانی سے بھر دے اور دوسری ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادلوں کو بکھیر دیتی ہے۔《4》فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ بارش کے پانی سے زمین طرح طرح کے پھل پیدا کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔تو لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خوش ہو جاتے ہیں اور خوب خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔

سوال4: اسلامی تصوّر حیات کے مطابق ہر واقعہ کیسے وقوع پذیر ہوتا ہے؟

جواب:《1》اسلامی تصوّر حیات کے مطابق کوئی واقعہ آزادانہ یا اتفاقی طور پر وقوع پذیر نہیں ہوتا۔ہر حرکت ہر تبدیلی اللہ کی تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔《2》ہر واقعہ کی حرکت کی مقدار مقرر ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔

سوال5: یہ تصور مومن کے دل پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟

جواب:《1》دل مومن ہر حرکت سے چاک اٹھتا ہے اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور سنت کو دیکھتا ہے۔《2》یہ تصویر حیات مومن کے اندر جوش اور ادراک پیدا کرتی ہے۔وہ ہر حرکت میں، ہر حادثے میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور سنت کو دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔

سوال6: كَذٰلِكَ نُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ '' ،اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے تاکہ تم نصیحت قبول کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتے ہیں جسے بارش سے زمین زندہ ہوتی ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے زمین پر زندگی پیدا کی وہ قدرت رکھتا ہے کہ آخرت میں انسان کو دوبارہ زندہ کردے جو قدرت اور قوت یہاں مردہ وجود کو زندگی میں لے سکتا ہے وہ دوبارہ مردوں کو زندگی کیوں نہیں بخش سکتی۔﴿3﴾ کَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ جیسے زمین کی موت کے بعد اسے زندگی عطا کرتے ہیں اسی طرح مردوں کو زمین سے نکالیں گے۔رب العزت کا فرمان ہے: وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس میں سے اناج نکالا تو اس میں سے وہ کھاتے ہیں۔اور ہم نے اس میں کھجوروں اور اناروں کے باغ بنائے اور ہم نے اُس میں کئی چشمے پھاڑ کر جاری کر دیے۔تاکہ وہ اس کے پھلوں میں سے کھائیں، یہ سب ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟ (یس:33۔35)﴿4﴾ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو چشم غفلت سے دیکھنے کی بجائے چشم عبرت سے ان میں غور کرنے اور تدبیر وتفکر کی ترغیب ہے۔(تفسیر سعدی:886/1)﴿4﴾وحی الٰہی کی باران رحمت سے سلیم الفطرت لوگ تو خوب پھلتے پھولتے ہیں جن کے دلوں میں خبث بھرا ہوتا ہے اس باران رحمت کے بعد ان کے اندر سے وہی خبث باطن میں جھاڑ جھنکار کی صورت اختیار کر کے بن باہر نکل آتا ہے اور انہیں اعتراضات اور استہزا کے سوا کچھ سوجھتا ہی نہیں۔(تیسیر القرآن:60/2)

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ(58)

اور پاکیزہ شہر کی پیداوار اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے۔اسی طرح دلائل کو ہم بار بار بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو شکر ادا کرتے ہیں۔(58)

سوال1: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ''اور پاکیزہ شہر کی پیداوار اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے'' اچھی زمین اور بری زمین میں فرق واضح کریں۔

جواب:

	اچھی زمین		بُری زمین
1	نرم اور آسان ہوتی ہے۔	1	مشقت والی اور تنگ ہوتی ہے۔
2	ہدایت اور نصیحت اثر انداز ہوتی ہے۔	2	دل کے دروازے ہدایت اور نصیحت کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔
3	دل پاکیزہ ہو جاتا ہے۔	3	دل سخت ہو جاتا ہے۔
4	دل کامیاب ہو جاتا ہے۔	4	دل میں یقین کی بجائے شکوک شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

سوال2: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا '' ور پاکیزہ شہر کی پیداوار اُس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ '' اور پاکیزہ شہر'' جو زمین زرخیز ہوتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے پودے اچھے اور نفع بخش نکلتے ہیں۔ اور جو خراب ہوتی ہے جیسے کالے پتھروں والی یا بنجر زمین اس میں اچھے پودے پیدا نہیں ہوتے۔ اور جو پیدا ہوتے ہیں وہ نفع بخش نہیں ہوتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ذریعے مومن وکافر کا حال بیان کیا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ مومن قرآن کریم سن کر اسے یاد کرتا ہے اور اس کے معانی کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے اور اس سے مستفید ہوتا ہے، اس زرخیز زمین کی مانند جس میں بارش ہونے کے بعد پودے اگتے ہیں۔ لیکن کافر کی حالت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ (تیسیر الرحمن: 472/1) ﴿2﴾ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ '' اس کی پیداوار اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے'' اس کا سبزہ اور نباتات اللہ تعالیٰ کے اذن، اس کے ارادے اور اس کی مشیت سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ نہ ہو تو پھر سارے اسباب بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ (تیسیر القرآن: 62/2) ﴿3﴾ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا '' اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے'' خراب زمین سے خراب نباتات نکلتی ہیں جس میں کوئی فائدہ اور برکت نہیں ہوتی۔ ﴿4﴾ حدیث میں آتا ہے کہ انسان کا جسم مٹی میں مل کر مٹی بن جاتا ہے صرف اس کی ریڑھ کی ہڈی کی دم جسے **عجب الذنب** کہتے ہیں باقی رہے گی اور یہی ہڈی بیج کا کام دے گی۔ نیز حدیث میں آیا ہے کہ جب صور میں دوسری بار پھونکا جائے

گا تو لوگ زمین سے اس طرح اگ آئیں گے جیسے بارش سے نباتات اگ آتی ہے یہی اس آیت کا مطلب ہے۔(تیسیر القرآن:62/2)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اچھے دل کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اچھے دل کو زرخیز مٹی اور صالح زمین سے تشبیہ دی ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے برے دل کو کس سے تشبہیہ دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے برے دل کو بے کار مٹی اور بنجر زمین سے تشبہیہ دی ہے۔

سوال4: اچھی زمین سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: جیسے اچھی زمین پھل پھول لاتی ہے ایسے ہی اچھے دل میں نیک خیالات اچھے اور پاکیزہ تصورات پیدا ہوتے ہیں اچھے دل میں انسانی ارادے اور عزائم اجاگر ہوتے ہیں جیسے مختلف زمینوں سے مختلف پیداوار اور ڈالیں

سوال5: شکر کا پودا کہاں اگ سکتا ہے؟

جواب: شکر کا پودا نصیحت قبول کرنے والے دل میں اگتا ہے۔

سوال6: كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ’’اسی طرح دلائل کو ہم بار بار بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو شکر ادا کرتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ یعنی ہم آیات کی مختلف قسمیں اور مثالیں لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اعتراف کر کے شکر گزار ہوتے ہیں۔ شکر گزار اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں اس کی مرضی کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ یعنی ہم آیات کی مختلف انواع اور مثالیں ان لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف اور اقرار کر کے اس کے شکر گزار ہوتے ہیں اور ان نعمتوں میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔ پس یہی لوگ ہیں جو ان احکام اور مطالب الٰہیہ سے مستفید ہوتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تفصیل بیان کی ہے کیونکہ وہ ان احکام الٰہیہ کو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت خیال کرتے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس پہنچی ہے اور وہ اپنے آپ کو اس نعمت کا محتاج سمجھتے ہوئے اسے خوشی خوشی قبول کرتے ہیں اور ان احکام میں غور و فکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی

استعداد کے مطابق ان کے سامنے ان احکام کے معانی بیان کر دیتا ہے۔ یہ دلوں کے لیے ایک مثال ہے جب ان پر وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے یہ مادۂ حیات ہے اور بادل بارش کا مادہ ہے۔قلوب طاہرہ کے پاس جب وحی آتی ہے تو اسے قبول کرتے ہیں اور اسے سیکھتے ہیں اور اپنی فطرت کی پاکیزگی اور اپنے عنصر کی اچھائی کے مطابق نشوونما پاتے ہیں۔قلوب خبیثہ،جن میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی جب ان کے پاس وحی آتی ہے تو وہ قابل قبول مقام اور محل نہیں پاتی بلکہ وہ انہیں غافل اور روگرداں یا مخالفت کرنے والے پاتی ہے۔پس اس کی مثال اس بارش کی مانند ہے جو شورزدہ زمین، ریت کے ٹیلوں اور چٹانوں پر برستی ہے تو ون پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا'' اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا، چنانچہ کئی نالے اس سے اپنی اپنی وسعت کے مطابق بہہ نکلے، پھر سیلاب نے ابھرا ہوا جھاگ اٹھالیا''۔(الرعد:17/13)(تفسیر سعدی:886,87/1)﴿3﴾ سیدنا ابو موسیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جو علم و ہدایت اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال بے آباد زمین میں ہونے والی بارش کی ہے جس کا کچھ حصہ قابلِ کاشت تھا اس نے پانی قبول کیا اور گھاس و نباتات اگائے اور کچھ حصہ نشیبی تھا، جہاں پانی رک گیا اور لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے فائدہ مند بنا دیا کہ اس سے خود بھی پیتے ہیں اور اپنے مویشیوں کو بھی پلاتے ہیں۔زمین کے ایک اور حصے پر بھی بارش ہوئی جو صرف چٹیل میدان کی صورت میں تھا نہ اس نے پانی کو جمع کیا اور نہ اس نے نباتات کو اگایا تو یہ مثال ہے ایسے شخص کی جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور تعلیم اور تعلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے لیے مفید بنالیا اور ایسے شخص کی جس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو قبول نہ کیا''۔(صحیح بخاری:5953)

سوال1: وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا'' اور پاکیزہ شہر کی پیداوار اُس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے'' اچھی زمین اور بری زمین میں فرق واضح کریں۔

جواب:

	اچھی زمین		بُری زمین
1	نرم اور آسان ہوتی ہے۔	1	مشقت والی اور تنگ ہوتی ہے۔

2	ہدایت اور نصیحت اثر انداز ہوتی ہے۔	2	دل کے دروازے ہدایت اور نصیحت کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔
3	دل پاکیزہ ہو جاتا ہے۔	3	دل سخت ہو جاتا ہے۔
4	دل کامیاب ہو جاتا ہے۔	4	دل میں یقین کی بجائے شکوک شبہات پیدا ہوتے ہیں ۔

سوال 2: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا '' ور پاکیزہ شہر کی پیداوار اُس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ '' اور پاکیزہ شہر'' جو زمین زرخیز ہوتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے پودے اچھے اور نفع بخش نکلتے ہیں۔ اور جو خراب ہوتی ہے جیسے کالے پتھروں والی یا بنجر زمین اس میں اچھے پودے پیدا نہیں ہوتے۔ اور جو پیدا ہوتے ہیں وہ نفع بخش نہیں ہوتے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ذریعے مومن و کافر کا حال بیان کیا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ مومن قرآن کریم سن کر اسے یاد کرتا ہے اور اس کے معانی کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے اور اس سے مستفید ہوتا ہے، اس زرخیز زمین کی مانند جس میں بارش ہونے کے بعد پودے اگتے ہیں۔ لیکن کافر کی حالت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 472/1) ﴿2﴾ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ '' اس کی پیداوار اُس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے'' اس کا سبزہ اور نباتات اللہ تعالیٰ کے اذن، اس کے ارادے اور اس کی مشیت سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ نہ ہو تو پھر سارے اسباب بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ (تیسیر القرآن: 62/2) ﴿3﴾ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا '' اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے'' خراب زمین سے خراب نباتات نکلتی ہیں جس میں کوئی فائدہ اور برکت نہیں ہوتی۔ ﴿4﴾ حدیث میں آتا ہے کہ انسان کا جسم مٹی میں مل کر مٹی بن جاتا ہے صرف اس کی ریڑھ کی ہڈی کی دم جسے عجب الذنب کہتے ہیں باقی رہے گی اور یہی ہڈی بیج کا کام دے گی۔ نیز حدیث میں آیا ہے کہ جب صور میں دوسری بار پھونکا جائے گا تو لوگ زمین سے اس طرح اگ آئیں گے جیسے بارش سے بناتا اگ آتی ہے یہی اس آیت کا مطلب ہے۔ (تیسیر القرآن: 62/2)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اچھے دل کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اچھے دل کو زرخیز مٹی اور صالح زمین سے تشبیہ دی ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے برے دل کو کس سے تشبہیہ دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے برے دل کو بے کار مٹی اور بنجر زمین سے تشبہیہ دی ہے۔

سوال5: اچھی زمین سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: جیسے اچھی زمین پھل پھول لاتی ہے ایسے ہی اچھے دل میں نیک خیالات اچھے اور پاکیزہ تصورات پیدا ہوتے ہیں اچھے دل میں انسانی ارادے اور عزائم اجاگر ہوتے ہیں جیسے مختلف زمینوں سے مختلف پیداوار اور ڈالیں

سوال6: شکر کا پودا کہاں اگ سکتا ہے؟

جواب: شکر کا پودا نصیحت قبول کرنے والے دل میں اگتا ہے۔

سوال7: كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ''اسی طرح دلائل کو ہم بار بار بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو شکر ادا کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ یعنی ہم آیات کی مختلف قسمیں اور مثالیں لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اعتراف کر کے شکر گزار ہوتے ہیں۔ شکر گزار اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں اس کی مرضی کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ یعنی ہم آیات کی مختلف انواع اور مثالیں ان لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف اور اقرار کر کے اس کے شکر گزار ہوتے ہیں اور ان نعمتوں میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔ پس یہی لوگ ہیں جو ان احکام اور مطالب الٰہیہ سے مستفید ہوتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تفصیل بیان کی ہے کیونکہ وہ ان احکام الٰہیہ کو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت خیال کرتے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس پہنچی ہے اور وہ اپنے آپ کو اس نعمت کا محتاج سمجھتے ہوئے اسے خوشی خوشی قبول کرتے ہیں اور ان احکام میں غور و فکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی استعداد کے مطابق ان کے سامنے ان احکام کے معانی بیان کر دیتا ہے۔ یہ دلوں کے لیے ایک مثال ہے جب ان پر وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے یہ مادۂ حیات ہے اور بادل بارش کا مادہ ہے۔ قلوب طاہرہ کے پاس جب وحی آتی ہے تو اسے قبول کرتے ہیں اور اسے سیکھتے ہیں اور اپنی فطرت کی پاکیزگی اور اپنے عنصر کی اچھائی کے مطابق نشوونما پاتے ہیں۔ قلوب خبیثہ، جن

میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی جب ان کے پاس وحی آتی ہے تو وہ قابل قبول مقام اور محل نہیں پاتی بلکہ وہ انہیں غافل اور روگرداں یا مخالفت کرنے والے پاتی ہے۔پس اس کی مثال اس بارش کی مانند ہے جو شورزدہ زمین، ریت کے ٹیلوں اور چٹانوں پر برستی ہے تو ون پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا'' اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا، چنانچہ کئی نالے اس سے اپنی اپنی وسعت کے مطابق بہہ نکلے، پھر سیلاب نے ابھرا ہوا جھاگ اٹھالیا''۔(الرعد:17/13)(تفسیر سعدی:886,87/1)《3》سیدنا ابوموسیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جو علم و ہدایت اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال بے آباد زمین میں ہونے والی بارش کی ہے جس کا کچھ حصہ قابلِ کاشت تھا اس نے پانی قبول کیا اور گھاس و نباتات اگائے اور کچھ حصہ نشیبی تھا، جہاں پانی رک گیا اور لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے فائدہ مند بنا دیا کہ اس سے خود بھی پیتے ہیں اور اپنے مویشیوں کو بھی پلاتے ہیں۔زمین کے ایک اور حصے پر بھی بارش ہوئی جو صرف چٹیل میدان کی صورت میں تھا نہ اس نے پانی کو جمع کیا اور نہ اس نے نباتات کو اگایا تو یہ مثال ہے ایسے شخص کی جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور تعلیم اور تعلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے لیے مفید بنالیا اور ایسے شخص کی جس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو قبول نہ کیا''۔(صحیح بخاری:5953)

رکوع نمبر:15

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ(59)

بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا:''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''(59)

سوال1: سورۃ الاعراف میں توحید کے دلائل ہیں اس رکوع سے آگے مسلسل توحید کے واقعات بیان کیے گئے ہیں اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: توحید کے دلائل کے ساتھ یہ جاننے کی بھی ضرورت ہے کہ ماضی میں جب انبیاء نے توحید کی دعوت دی تو ان کی

امتوں نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اللہ تعالیٰ نے اہل توحید کی کیسے مدد فرمائی؟ اور انبیاء و مرسلین سے دشمنی رکھنے والوں کو کیسے ہلاک کر دیا؟ اور سب سے بڑھ کر یہ یقین کہ سارے انبیاء کی دعوت ایک تھی توحید کی دعوت۔

سوال 2: لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ ''بلا شبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》نوح علیہ السلام کا سلسلہ نسب چوتھی پشت میں آدم علیہ السلام سے ملتا ہے۔ان کے پردادا سیدنا ادریس علیہ السلام تھے۔(ابن اسحاق)《2》لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ ''بلا شبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا'' نوح علیہ السلام چونکہ سب سے پہلے نبی مرسل تھے جو مشرک قوم کی طرف بھیجے گئے جیسا کہ حدیث شفاعۃ الکبری اور بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انہی کا قصہ بیان فرمایا ہے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آدم سے لے کر دس قرن ایسے گزرے ہیں کہ بنی آدم توحید پر قائم ہیں اور نوح علیہ السلام کی قوم سب سے پہلی قوم ہے جس نے اپنے بعض نیک لوگوں کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ان کے مجسمے بنائے اور پھر ان کی پوجا کرنے لگی ان مجسموں کے نام سورہ نوح میں مذکور ہیں قوم نوح ملک عراق میں آباد تھی جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مولد ہے نوح علیہ السلام کا زمانہ تقریباً 3800 ق م تا 2850 ق م ہے۔(ابن کثیر، ابوالفداء)《3》جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا جب کہ قوم بت پرست تھی، نوح علیہ السلام نے اکیلے ہی انہیں توحید کی دعوت دی۔《4》اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آپ کا قصہ بیان کیا ہے کہ آپ کی قوم نے کیا کچھ کیا اور اللہ تعالیٰ نے کفر کرنے والوں پر طوفان کا کیسا عذاب بھیجا۔ پھر آپ کو اور کشتی والوں کو کس طرح نجات دی؟ اس طرح متعدد سورتوں میں آپ کا ذکر کیا اور پھر آخر میں پوری ''سورۃ نوح'' آپ کے نام سے نازل کر دی۔

سوال 3: فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ''تو اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' نوح علیہ السلام کی دعوت کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》فَقَالَ سیدنا نوح علیہ السلام نے فرمایا《2》یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ اے میری قوم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس لیے کہ عبادت صرف اسی کے لیے ہے۔اس لیے عاجزی سے اس کی اطاعت کرو اور اس کے آگے گڑگڑاؤ کیونکہ اس کے سوا ہر چیز مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور تصرف ہے اور کسی معاملے میں اسے کوئی اختیار نہیں۔(جامع البیان: 220/8)
《3》مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ''اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' کیونکہ حقیقی معبود تو وہی ہے جو خالق ہے، رازق ہے، سارے معاملات کی تدبیر کرتا ہے، زندگی دیتا ہے، موت دیتا ہے، عطا کرتا ہے، روک لیتا ہے، نقصان دیتا ہے اور نفع دیتا ہے۔وہ

سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ پھر یہ معبود کہاں معبود ہیں جنہیں تم ہاتھوں سے تراشتے ہو، گھروں میں رکھتے ہو، اندھے ہیں دیکھتے نہیں، بہرے ہیں سنتے نہیں، گونگے ہیں بولتے نہیں، پھران کا الٰہ نام رکھ لینا کیسے صحیح ہے؟ اور تم ان کی عبادت کرتے ہو۔ (ایسر التفاسیر: 458)

سوال 4: اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ''یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم کو کیسے نصیحت کی؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو برے انجام سے ڈرایا۔ ﴿2﴾ انہوں نے ایسے نصیحت کی جیسے مشفق بھائی کو کرتا ہے۔ ﴿3﴾ انہوں نے ایسے نصیحت کی جیسے خاندان کا سربراہ اپنی قوم اور خاندان والوں کو کرتا ہے۔ ﴿4﴾ انہوں نے کہا کہ اگر تم نے مجھے جھٹلایا تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ ﴿5﴾ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قدیم ترین دین نوح میں بھی آخرت کا عقیدہ اپنی مکمل شکل میں موجود تھا۔

قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ (60)

اس کی قوم میں سے سرداروں نے جواب دیا: ''بلاشبہ ہم آپ کو یقیناً کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔'' (60)

سوال 1: قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ''اس کی قوم میں سے سرداروں نے جواب دیا: بلاشبہ ہم آپ کو یقیناً کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں'' سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے کیا جواب دیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِهٖۤ قوم کے سرداروں نے بدترین جواب دیا کہ تم کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔ ﴿2﴾ دولت مند راہ نما اور سردار حق کے سامنے ہمیشہ تکبر کرتے رہے ہیں۔ ﴿3﴾ معاشرے میں جو لوگ عزت کے مقام پر فائز رہے انہوں نے انبیاء ومرسلین کی اطاعت نہیں کی۔ ﴿4﴾ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ''بلاشبہ ہم آپ کو یقیناً کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں'' انہوں نے اسی پر بس نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے کہ انہوں نے انبیاء ورسل کی اطاعت نہیں کی بلکہ وہ جناب نوح علیہ السلام سے تکبر کے ساتھ پیش آئے اور ان کی عیب چینی کی اور ان کو گمراہی سے منسوب کیا پھر انہوں نے آں جناب کو مجرد گمراہ کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ایسی گمراہی سے منسوب کیا جو ہر ایک پر واضح ہوتی ہے۔ یہ انکار حق اور عناد کی بدترین قسم ہے جو کمزور لوگوں میں عقل وفہم نہیں چھوڑتی یہ وصف تو قوم نوح پر منطبق ہوتا ہے جو بتوں کو خدا مانتے ہیں، جن کو انہوں نے

خودا پنے ہاتھوں سے پتھروں کوتراش کر بنایا ہے۔جو سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ان کے کسی کام آسکتے ہیں۔انہوں نے ان خداؤں کووہی مقام دے دیا جواس کائنات کو پیدا کرنے والے کا مقام ہے اوران کے تقرب کے حصول کی خاطر مختلف عبادات ان کے لیے مقرر کردیں۔اگران کا ذہن نہ ہوتا جس کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوتی ہے تو ان کے بارے میں یہی فیصلہ ہوتا کہ فاترالعقل لوگ ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں بلکہ ان سے زیادہ عقلمند ہیں۔(تفسیر سعدی:888/1)

سوال2: انسان دوسروں کوگمراہ کب سمجھتا ہے؟

جواب:《1》انسان جب خود گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے۔تو اسے وہ لوگ گمراہ لگتے ہیں جو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔《2》جب کوئی تکبر میں مبتلا ہوتا ہے تو اسے اپنے مقابلے میں کسی کی بات ماننا توہین لگتی ہے اس لیے وہ ناحق کو بھی حق سمجھتا ہے اور دوسروں کوگمراہ سمجھتا ہے۔

سوال3: آج کے دور میں کن لوگوں کوگمراہ سمجھا جاتا ہے؟

جواب: آج کے دور میں جولوگ اللہ تعالیٰ سے ہدایت لیتے ہیں انہیں لوگ گمراہ کہتے ہیں۔

سوال4: آج کے دور میں ہدایت یافتہ اور ترقی یافتہ کسے سمجھا جاتا ہے؟

جواب: آج کے دور میں ہدایت یافتہ اور ترقی یافتہ انہیں سمجھا جاتا ہے جن کی ترجیحات کھیل کود، کھانے پینے ، بننے سنورنے، مختلف مشاغل سے آگے نہیں بڑھتیں۔جولوگ اپنے آپ کو باطل تہذیب کے مکروہ ماحول میں آلودہ کر لیتے ہیں لوگ انہیں ہدایت یافتہ یا ترقی یافتہ سمجھتے ہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (61)

نوح نے کہا: ”اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے بلکہ میں جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔(61)

سوال1: قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ ” نوح نے کہا: ”اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے“ نوح علیہ السلام نے قوم کے گمراہ قرار دینے پر انہیں کیا یقین دلایا؟

جواب:《1》: سیدنا نوح علیہ السلام نے یقین دلایا کہ وہ گمراہ نہیں ہیں۔میں تمہیں جو بات بھی کہتا ہوں اسے کہنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کی خالص توحید اور سارے معبودوں کو چھوڑ کر صرف اس ایک کی اطاعت کا۔(جامع البیان:221/8)

﴿ 2 ﴾ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے۔ سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ قول حسن ادب میں مبالغہ ہے۔ اور اپنی قوم کے ساتھ سختی سے گریز ہے۔ یہ ان کی کشادہ دلی ہے اور یہ اخلاق نبوت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ (تفسیر الثعالبی: 43/3)

سوال 2: وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ”بلکہ میں جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ 1 ﴾ یعنی میں تو اپنے اور تمہارے اور جہانوں کے رب کا رسول ہوں اور یہ اس کی ربوبیت ہے کہ اس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں صحیح عقائد، اخلاق حسنہ اور اعمال صالح کی تعلیم دیتا ہوں اور ان چیزوں سے روکتا ہوں جو ان کے برخلاف ہیں۔ ﴿ 2 ﴾ سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے یہ بتایا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اس کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور خیر خواہ ہوں۔

أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (62)

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔ (62)

سوال 1: أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ ”میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے خیر خواہی کرتا ہوں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ 1 ﴾ ”میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے خیر خواہی کرتا ہوں“ یعنی مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں تمہیں توحید کی دعوت دوں اور یوم آخرت، وحی، رسالت، ملائکہ، جنت، دوزخ اور آداب، مواعظ اور عبادات و معاملات میں سے عام احکامات کو پہنچا دوں۔ (تفسیر مراغی: 333/3) ﴿ 2 ﴾ وَاَنْصَحُ لَكُمْ ”اور میں تمہارے لیے خیر خواہی کرتا ہوں“ میں اپنی ذمہ داری خیر خواہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچا کر ادا کرتا ہوں۔ میں تمہارے لیے خیر کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ (ایسر التفاسیر: 457)

سوال 2: سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم کے ساتھ کیسے خیر خواہی کی؟

جواب: سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم کی مخالفت کے باوجود انہیں حق کا پیغام پہنچایا۔

سوال 3: وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ”اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو“ سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام وہ

کون سا علم رکھتے تھے جنھیں دوسرے نہیں جانتے؟

جواب:﴿1﴾ نوح عَلَیْہِ السَّلَام وحی کا علم رکھتے تھے جو انسانوں کی راہ نمائی کے لیے آیا ہے، جسے دوسرے لوگ نہیں جانتے تھے۔ ﴿2﴾ نوح عَلَیْہِ السَّلَام یہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب مجرموں سے ٹالا نہیں جاتا۔(جامع البیان:822)﴿3﴾ میں اس علم کی بنیاد پر ہوں جو میرے رب کی عظمت، اس کے عظیم اقتدار، اس کے جلال و جمال اور جو کچھ اس کی جانب سے رحمت اور احسان ہے۔ اور جو کچھ اس کے پاس عبرت ناک سزائیں اور عذاب ہیں، جسے تم نہیں جانتے لہذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں تمہاری اجل کو پہنچا دے گا اور تمہارے فنا کرنے میں جلدی نہیں کرے گا۔

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ(63)

اور کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت تم میں سے ایک آدمی پر آئی ہے کہ وہ تمہیں خبردار کردے تاکہ تم بچ جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔‘‘(63)

سوال1: رسولوں کا مشن کیا ہوتا ہے؟

جواب: رسولوں کا مشن یہ ہوتا ہے کہ انسانوں کو ڈرایا جائے ان کے دل دہلائے جائیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھیں اور پھر ان پر رحم کیا جائے

سوال2: اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ ’’اور کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم میں سے ایک آدمی پر نصیحت آئی ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اَوَعَجِبْتُمْ کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت آئی ہے؟﴿2﴾ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ تم ایسی بات پر تعجب کر رہے ہو جس پر تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک آدمی کے ذریعے سے جس کی سچائی اور حالات سے تم آگاہ ہو، تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے؟ اس احسان پر تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور نصیحت قبول کرنی چاہیے۔

سوال3: لوگ رسالت پر تعجب کیوں کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ لوگوں کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہوجاتا ہے کہ جو انسان دیکھنے میں ان جیسا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے

لیے کیوں چنا گیا؟﴿2﴾ لوگوں کو رسول معمولی آدمی دکھائی دیتا ہے۔﴿3﴾ رسول بزرگوں کے دین پر نہیں چلتا تو یہ چیز بھی تعجب کا باعث بنتی ہے۔

سوال4: لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ”کہ وہ تمہیں خبردار کر دے تاکہ تم بچ جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے“ رسول کیوں بھیجے جاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا یعنی رسول تو اس لیے آیا ہے کہ تمہیں ڈرائے تاکہ تم تقوی اختیار کرو اور نجات پاؤ۔﴿2﴾ وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ”تاکہ تم بچ جاؤ“ اور رسول تو اس لیے آیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی نواہی سے بچ جاؤ۔اور اس سے ثواب کی امید کے ساتھ ایسے عمل کرو جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ (64)

پھر انہوں نے اسے جھٹلا دیا، تو ہم نے اُس کو ایک کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو ہم نے ڈبو دیا، یقیناً وہ اندھے لوگ تھے۔(64)

سوال1: فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ ”پھر انہوں نے اُسے جھٹلا دیا تو ہم نے اُس کو ایک کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ فَكَذَّبُوْهُ ”پھر انہوں نے اسے جھٹلا دیا“ قوم نوح نے حقائق سے اپنی آنکھیں بند کر لیں، غلط رخ سے سوچا۔ انہیں نوح علیہ السلام میں اپنے سے سے بڑھ کر کوئی خصوصیت نظر نہ آئی انہوں نے پیغامِ نصیحت قبول نہ کیا اسے جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈبو دیا۔﴿2﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ ”تو ہم نے اس کو ایک کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے“ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بچا لیا جو کشتی میں نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے۔اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا تھا اور انہیں وحی کی تھی کہ تمام حیوانات میں سے ایک ایک جوڑا لے لیں۔اور اپنے گھر والوں اور اپنے ساتھی ایمان والوں کو کشتی میں سوار کر لیں۔اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کشتی کے ذریعے نجات دی۔

سوال2: سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کو کیوں جھٹلایا؟

جواب:﴿1﴾ یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت قبول کرنے کی بجائے اندھے رہنے کو پسند کیا۔﴿2﴾ قوم نوح علیہ السلام نے حق

کو پہچان لیا انہیں ایسی نشانیاں دکھائی گئی تھیں کہ وہ ایمان لے آتے ۔مگر انہوں نے نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں غرق کر دیا۔《3》ایک مقام پر ڈوبنے کی کیفیت کو بیان کیا ہے جس کو یہاں بیان نہیں کیا گیا۔رب العزت کا فرمان ہے: وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖ فَلَبِثَ فِيۡهِمۡ اَلۡفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمۡسِيۡنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوۡفَانُ وَهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس کم ایک ہزار سال رہا پھر انہیں طوفان نے آ پکڑا اور وہی ظالم تھے۔(العنکبوت:14)《4》فَفَتَحۡنَاۤ اَبۡوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنۡهَمِرٍ چنانچہ ہم نے آسمان کے دروازے ایسے پانی سے کھول دیے جو زور سے برسنے والا تھا۔(القمر:11)

سوال3: وَاَغۡرَقۡنَا الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا ''اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو ہم نے ڈبو دیا'' نوح علیہ السلام کی قوم کیوں ڈبو دی گئی؟

جواب:《1》انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔《2》انہوں نے خلوص بھری نصیحت اور حقیقی خطرے کی آگاہی کو قبول نہیں کیا۔

سوال4: اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا عَمِيۡنَ '' یقیناً وہ اندھے لوگ تھے'' نوح کی قوم پر آخری تبصرہ کیا کیا گیا؟

جواب: نوح علیہ السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ نے آخری تبصرہ کیا کہ اندھے لوگ تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے اندھے تھے۔

رکوع نمبر 16

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمۡ هُوۡدًا ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ(65)

اور عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو بھیجا، اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم نہیں ڈرتے؟''(65)

سوال1: وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمۡ هُوۡدًا ''اور عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو بھیجا'' عاد کون تھے؟ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ہود علیہ السلام کو کب ان کی طرف بھیجا؟

جواب:《1》عاد ایک شخص تھا جو نوح علیہ السلام کی پانچویں پشت میں سے تھا اسی کے نام پر اس کی نسل قوم عاد کے نام سے مشہور ہوگئی۔(انوارالبیان:2/381,382)《2》طوفان نوح کے بعد بھی ایک مدت تک سیدنا نوح علیہ السلام زندہ رہے اس طوفان

کے تقریباً چھ سو سال بعد سیدنا ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف بھیجا گیا یہ سام کی اولاد میں سے تھے جو عاد عرب کی قدیم ترین قوم تھی ،جس کے افسانے عرب میں زبان زد عام تھے اس قوم کو قوم عاد اولیٰ بھی کہا جاتا ہے اس کی شان وشوکت بھی ضرب المثل تھی اور دنیا سے اس کا نام مٹ جانا بھی ضرب المثل بن گیا تھا۔اسی شہرت کی وجہ سے عربی زبان میں ہر قدیم چیز کے لیے عادی کا لفظ بولا جاتا ہے۔آثار قدیمہ کو عادیات کہتے ہیں اور جس زمین کے مالک باقی نہ رہے ہوں یا مدت سے بنجر پڑی ہوا سے عادی الارض کہا جاتا ہے۔اس قوم کا اصل مسکن احقاف کا علاقہ تھا جو حجاز ،یمن اور یمامہ کے درمیان الربع الخالی کے جنوب مغرب میں واقع ہے یہیں سے پھیل کر ان لوگوں نے یمن کے مغربی سواحل اور یمن اور حضر موت سے عراق تک اپنی طاقت کا سکہ رواں کر دیا تھا۔(تیسیر القرآن:65/2)《3》رب العزت نے قوم عاد کے بارے میں فرمایا: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ عاد اِرم جو ستونوں والے تھے۔وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔(الفجر:6-8)《4》ہود علیہ السلام اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے تھے اور شرک سے روکتے تھے۔

سوال 2: ھود علیہ السلام کی دعوت کیا تھی؟

جواب: ہود علیہ السلام کی دعوت کے حوالے سے تین بنیادی چیزیں ہمیں ملتی ہیں《1》اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔《2》اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں یعنی غیر اللہ کی عبادت نہ کرو،شرک چھوڑ دو۔《3》کیا تم ڈرتے نہیں؟ یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف،اس کا تقویٰ اختیار کرنے کی دعوت ہے۔

سوال 3: قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ’’اس نے کہا:’’اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم نہیں ڈرتے‘‘ کی وضاحت کریں؟

《1》قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو،اس کے ساتھ دوسرے معبودوں کو شریک نہ کرو۔《2》مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اس ایک کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔اللہ تعالیٰ ہی حقیقی معبود ہے۔اس کے ماسوا جتنے معبود ہیں باطل ہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے اور وہ رزق نہیں دیتے اور وہ زندگی کے لیے تدبیر کرتا ہے جب کہ وہ تدبیر نہیں کرتے۔نہ وہ نفع کے مالک ہیں،نہ نقصان کے،اور نہ موت کے اور نہ حیات کے اور جی اٹھنے کے بعد پھر کیسے وہ الہ ہو سکتے ہیں؟(ایسر التفاسیر:459)《3》اَفَلَا تَتَّقُوْنَ اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسرے معبود بناتے ہوئے تمہیں ڈر نہیں لگتا؟

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (66)

اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا: ''بلاشبہ ہم تجھے یقیناً بے عقلی میں مبتلا دیکھتے ہیں اور بلاشبہ ہم تجھے یقیناً جھوٹوں میں سے خیال کرتے ہیں۔'' (66)

سوال1: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ''اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا: ''بلاشبہ ہم تجھے یقیناً بے عقلی میں مبتلا دیکھتے ہیں اور بلاشبہ ہم تجھے یقیناً جھوٹوں میں سے خیال کرتے ہیں'' قوم ہود علیہ السلام کے سرداروں نے کیا جواب دیا؟

جواب: ﴿1﴾ قوم کے سرداروں نے ہود علیہ السلام کی دعوت کا جواب دیتے ہوئے کہا (الف) ہم تمہیں بے عقلی میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ (ب) ہمیں گمان ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ ﴿2﴾ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ ''بلاشبہ ہم تجھے یقیناً بے عقلی میں مبتلا دیکھتے ہیں'' سفاہت عقل کی کمی، قلت ادراک اور قلت حلم کو کہتے ہیں۔ یعنی ہم تمہیں احمق، غصے والا، اور زندگی کے معاملات میں عدم بصیرت رکھنے والا سمجھتے ہیں۔ تم نے قوم کے معبودوں میں عیب لگائے ہیں اور انہیں بے عقل قرار دیا ہے۔ (ایسر التفاسیر:459) ﴿3﴾ قوم ہود نے اپنے نبی کی مذمت کی۔ وہ خود بے وقوف اور جھوٹے تھے۔ انہوں نے ہود علیہ السلام پر یہ الزام لگائے کہ ان کے نزدیک شرک کو چھوڑنے کی دعوت پاگل پن ہے۔ اس شخص سے بڑھ کر بے وقوف کون ہوسکتا ہے جو حق کو ٹھکرا دیتا ہے اور راہ نمائی کرنے والے خیر خواہوں کے سامنے اکڑتا اور تکبر کرتا ہے۔ احمق تو وہ ہے جو شیاطین کی اطاعت کرتا ہے۔ اور غیر اللہ کی یعنی پتھروں، درختوں وغیرہ کی عبادت کرتا ہے۔ ﴿4﴾ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ قوم ہود نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا کیا حالانکہ وہ توحید کی دعوت دیتے تھے۔ اس سے بڑا جھوٹا کون ہوسکتا ہے جو اپنے رب کو جھوٹا قرار دے۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (67)

ہود نے جواب دیا: ''اے میری قوم! مجھ میں کوئی بے عقلی نہیں ہے بلکہ میں تو جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔ (67)

سوال1: قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ''ہود نے جواب دیا: ''اے میری قوم! مجھ میں کوئی بے عقلی نہیں ہے بلکہ میں تو جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں'' ہود علیہ السلام نے ان الزامات کی نفی کیسے کی؟

جواب:《1》’’ ہود نے جواب دیا: ’’اے میری قوم! مجھ میں کوئی بے عقلی نہیں ہے بلکہ میں تو جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں‘‘ ہود نے سچائی اور سنجیدگی کے ساتھ بے وقوفی اور گمراہی کی نفی کی اور کہا میں بے عقل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں ،ہدایت یافتہ ہوں اور ہدایت دینے کے لیے آیا ہوں۔《2》وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں جہانوں کے خالق، مالک، رازق اور پروردگار کی جانب سے رسول ہوں اور تمہیں اسی کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ(68)

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے امانت دار، خیر خواہ ہوں۔(68)

سوال1: اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ’’میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے امانت دار، خیر خواہ ہوں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》ہود نے واضح کیا کہ ان کے پیغام کا سرچشمہ کیا ہے اور یہ کہ ان کے مقاصد کیا ہیں؟《2》ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ بھی واضح کردیا کہ وہ امانت دار اور خیر خواہ ہیں۔ لہٰذا تم میری رسالت کو تسلیم کر کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔《3》سیدنا ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے واضح کیا کہ نہ میں تم سے خیانت کر رہا ہوں نہ دھوکا دے رہا ہوں اور نہ میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں۔

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۭ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(69)

اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک نصیحت تم ہی میں سے ایک شخص پر آگئی ہے تا کہ وہ تمہیں خبردار کرے؟‘‘ اور یاد کرو جب اُس نے قومِ نوح کے بعد تمہیں جانشین بنایا اور اُس نے تمہیں قد وقامت میں زیادہ پھیلایا، سو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔(69)

سوال1: اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ’’اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک نصیحت تم ہی میں سے ایک شخص پر آگئی ہے تا کہ وہ تمہیں خبردار کرے؟‘‘ پیغمبروں کے متعلق لوگوں کو ہمیشہ یہ تعجب کیوں ہوتا ہے کہ ہمارے جیسا انسان کیسے خبردار کرسکتا ہے؟

جواب:《1》اَوَعَجِبْتُمْ یعنی تمہیں ایسے معاملے میں تعجب ہوا ہے جس میں تعجب نہیں ہونا چاہیے۔《2》اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ

رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ کہ تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک آدمی کے ذریعے سے جس کی سچائی اور حالات سے تم آگاہ ہو،تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے؟اس احسان پرتو اللہ تعالیٰ کاشکرادا کرنا چاہیے اورنصیحت قبول کرنی چاہیے۔یعنی رسول تواس لیے آیا ہے کہ تمہیں ڈرائے تا کہ تم تقوی اختیار کرواورنجات پاؤ۔

سوال2:وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ’’ اور یاد کرو جب اُس نے قومِ نوح کے بعد تمہیں جانشین بنایااوراُس نے تمہیں قدوقامت میں زیادہ پھیلایا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ تم یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین میں اقتدار دیااور تمہیں ہلاک ہونے والی قوموں کا جانشین بنایا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کوجھٹلانے والی قوم نوح کو ہلاک کر دیااور تمہیں باقی رکھااس پراپنے رب کاشکرادا کرواوراس کی حمد بیان کرو۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہیں باقی رکھا ہے تا کہ وہ تمہیں دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔﴿4﴾ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ’’اوراس نے تمہیں قدوقامت میں زیادہ پھیلایا‘‘ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوت عطا کی،مضبوط جسم اورسخت پکڑعطا کی تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یادرکھواوررسولوں کوجھٹلانے سے بچو۔

سوال3: پیغمبروں کی دعوت کی بنیاد کیارہی ہے؟

جواب: پیغمبروں کی دعوت کی بنیاد یاددہانی رہی ہے۔انہوں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے انعامات یاددلائے پیغمبروں نے ہمیشہ اس بات سے ڈرایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد نہ رکھا تواس کی پکڑ میں آجاؤ گے۔

سوال4: کیا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یادرکھنے سے ہی انسان کامیاب ہوسکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں وہی پاسکتا ہے جودنیا میں نعمتوں کااعتراف کرتا ہے۔﴿2﴾ جنت پہنچنے والا ہی کامیاب ہےاورجنت وہی پائے گاجس نے دنیامیں اللہ تعالیٰ کے انعامات اوراحسانات کو پالیا یہ پہچان ہی جنت کی قیمت ہے یہی کامیابی کی کلید ہے

سوال5:فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ ’’ سوتم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یادکرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ہود عَلَيْهِ السَّلَامُ نے انعامات اس لئے یاددلائے کہ ان پرشکرادا کیا جائے۔﴿2﴾ شکرادا کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انعامات کے اسباب کوقائم رکھا جائے۔

سوال6:لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ'' تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》تا کہ تم آخرت میں اللہ تعالیٰ کی آگ سے نجات پاؤاور دنیا میں ہلاکت سے۔(ایسرالتفاسیر:459)《2》ہود علیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دی،اپنے اوصاف بیان کیے کہ وہ ان کے لیے امانت داراور خیر خواہ ہیں۔انہیں اس بات سے ڈرایا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں نہ آجاؤ اور اللہ تعالیٰ کے احسانات یاددلائے تا کہ وہ ان پر شکرادا کریں،اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور فلاح پائیں۔

جواب:قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ(70)

انہوں نے کہا:'' کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اوران کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے؟ تو وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو۔''(70)

سوال1:قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا'' انہوں نے کہا:'' کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اوران کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے؟'' قوم عاد کو ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت پر حیرت کیوں ہوئی؟

جواب:《1》قوم عاد نے یہ محسوس کیا کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی وجہ سے آباؤاجداد کے معبود چھوٹ جائیں گے۔《2》قوم عاد نے یہ محسوس کیا کہ ان کی عادات اور رسومات چھوٹ جائیں گی اس لئے انہوں نے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت پر حیرت کا اظہار کیا۔《3》قوم ہود علیہ السلام نے اپنا مذہب پیش کیا کہ وہ آباء کے پیچھے چلیں گے یعنی آباء پرستی ہی اختیار کریں گے حالانکہ ان کے آباءاجداد مشرک اور گمراہ تھے۔

سوال2: آباؤاجداد کی تقلید اور عادات ورسومات کی پابندی انسان کو کیوں عزیز ہوجاتی ہے؟

جواب: جو چیز باپ دادا سے چلی آرہی ہو وہ تاریخی اہمیت حاصل کرجاتی ہے۔طویل روایات میں ماضی کا تقدس شامل ہوجاتا ہے تو لوگوں کی نظروں میں ان کا مقام بڑا ہو جاتا ہے اوراس کے مقابلے میں نئی دعوت ہلکی دکھائی دیتی ہے۔یہ اعتماد ہوتا ہے کہ باپ دادا کی عظمتوں کے وارث ہیں تو کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔کسی شخص کے ساتھ کوئی اچھا نام لگ

جا تا ہے تو لوگ ان شخصیات کو غیر معمولی سمجھ لیتے ہیں۔لوگ ان شخصیات سے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور اس میں پختہ ہو جاتے ہیں حتی کہ یہ عقیدت ان کی عادت بن جاتی ہے اور وہ اس کے خلاف کچھ سوچ نہیں سکتے۔اس لئے اس عقیدت کی پابندی انہیں عزیز ہو جاتی ہے۔

سوال3: آباؤاجداد کی تقلید اور عادات ورسومات کی پابندی انسان پر علم اور معرفت کے دروازے کیسے بند کر دیتی ہے؟

جواب: جو لوگ روایات اور موجودہ حالات کو عزیز رکھتے ہیں وہ ان کے غلام بن جاتے ہیں۔روایات، عادات اور رسومات کی غلامی انسان کے دل ودماغ کو اپنا قیدی بنا لیتی ہے۔اس طرح لوگ خود کو رائے کی آزادی اور عقیدے کی آزادی کے حق سے محروم کر لیتے ہیں۔یہ قید علم اور معرفت کے دروازے بند کر دیتی ہے۔

سوال4: فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ”تو وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قوم ہود نے عذاب کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا لے آؤ اگر تم سچے ہو۔﴿2﴾ قتادہ نے کہا مِنَ الصّٰدِقِيْنَ سے مراد ہے نیت اور عمل میں سچے ہو۔(ابن ابی حاتم)

سوال5: عذاب کا مطالبہ کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ڈھیٹ ہو چکے ہیں۔﴿2﴾ لوگ آہستہ آہستہ بے حس ہو چکے ہیں۔﴿3﴾ بے حسی کی وجہ سے نصیحت قبول کرنے کے قابل نہیں۔﴿4﴾ اب حالت یہ ہے کہ حق سے بھاگنے کے لئے خودکشی کرنے پر تیار ہیں اور عذاب کو جلدی دیکھنا چاہتے ہیں۔﴿5﴾ وہ اپنے حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھی تیار نہیں کہ وہ کس جہالت کے غلام ہیں۔﴿6﴾ اپنے خیر خواہ اور امانت دار نبی سے عذاب کا مطالبہ یہ ثابت کرتا ہے کہ لوگ حماقت اور جہالت کے قیدی ہیں۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (71)

ہود نے کہا: ”یقیناً تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب واقع ہو چکا کیا تم مجھ سے اُن ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں؟ جن کی کوئی دلیل بھی اللہ تعالیٰ نے نہیں اُتاری؟ تو انتظار کرو، یقیناً میں بھی

تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔'' (71)

سوال 1: قَالَ قَدۡ وَقَعَ عَلَيۡكُمۡ مِّن رَّبِّكُمۡ رِجۡسٌ وَّغَضَبٌ '' ہود نے کہا: '' یقیناً تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب واقع ہو چکا'' عذاب کے مطالبے پر ہود عَلَیْہِ السَّلام نے کیا جواب دیا؟

جواب: ﴿1﴾ ہود عَلَیْہِ السَّلام نے کہا تم پر تمہارے رب کی طرف سے ناپاکی اور غصہ واقع ہو چکا ہے۔ یعنی اس کا عذاب اور غضب واقع ہو چکا ہے کیونکہ ہلاکت کے اسباب وجود میں آ گئے ہیں۔ اب تو وقت قریب ہی ہے۔ ﴿2﴾ کیا تم مجھ سے ان ناموں پر جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نہیں اتاری۔ ﴿3﴾ انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

سوال 2: اَتُجَادِلُوۡنَنِيۡ فِيۡۤ اَسۡمَآءٍ سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ '' کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں؟ جن کی کوئی دلیل بھی اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری؟'' اللہ تعالیٰ کے ساتھ ٹھہرائے جانے والے شریکوں کو بے حقیقت ثابت کرنے کے لئے ہود عَلَیْہِ السَّلام نے کیا دلیل دی؟

جواب: ہود عَلَیْہِ السَّلام نے کہا: ﴿1﴾ ناموں کی کوئی حقیقت نہیں۔ ﴿2﴾ نام تو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لئے ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سند نازل نہیں ہوئی۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کوئی اجازت نہیں دی۔ ﴿5﴾ تم ایسے معاملات میں مجھ سے جھگڑا کرتے ہو جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ ﴿6﴾ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ '' جن کی کوئی دلیل بھی اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری'' اگر بت حقیقی معبود ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی تائید ہوتی کیونکہ وہ خالق ہے، مالک ہے، تصرف کرتا ہے، اس کے فیصلے نافذ ہوتے ہیں۔

سوال 3: مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ '' جن کی کوئی دلیل بھی اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری؟'' کے الفاظ کس حیثیت کا اظہار کر رہے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ہر وہ فکر، تصور، رواج، قانون جس کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی برہان نہ ہو وہ زائل ہونے والا، کالعدم ہونے والا ہے۔ ﴿2﴾ انسانی فطرت ایسی چیز کو ہلکا سمجھتی ہے۔ ﴿3﴾ جب کوئی دلیل اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے تو وہ بھاری اور نافذ العمل ہوتی ہے۔

سوال 4: ہود عَلَیْہِ السَّلام نے عذاب کے مطالبے پر اطمینان سے یہ جواب کیسے دے لیا کہ فَانۡتَظِرُوۡۤا اِنِّيۡ مَعَكُمۡ مِّنَ الۡمُنۡتَظِرِيۡنَ '' تو

انتظار کرو، یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں''؟

جواب:《1》جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں انہیں باطل کے بے وزن اور ہلکے ہونے پر یقین ہوتا ہے۔《2》دعوت دینے والے کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی قوت ہے اس لئے وہ دوسروں کو انتظار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔《3》ہود علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا: اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو جو تم پر ٹوٹنے کے لیے تیار ہے۔ انتظار کی دونوں اقسام میں فرق ہے ایک انتظار اس شخص کا انتظار ہے جو عذاب کے واقع ہونے سے ڈرتا ہے دوسرا انتظار اس شخص کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مدد اور ثواب کا امیدوار ہے۔

فَأَنجَيْنَٰهُ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا وَمَا كَانُوا۟ مُؤْمِنِينَ (72)

چنانچہ ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے، اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی اور ہم نے اُن لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔(72)

سوال1: فَأَنجَيْنَٰهُ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا '' چنانچہ ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے، اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو اپنی رحمت سے نجات دے دی اور ان لوگوں کو بھی جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ 《2》اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ایمان کو ایسا سبب بنایا جس کے ذریعے وہ رحمت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انہیں نجات عطا کر دی۔(تفسیر سعدی:893/1)

سوال2: وَقَطَعْنَا دَابِرَ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا وَمَا كَانُوا۟ مُؤْمِنِينَ '' اور ہم نے ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَقَطَعْنَا دَابِرَ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا '' اور ہم نے ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے'' اس لیے ہلاک کر دے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والے نہ تھے۔《2》رب العزت نے فرمایا: فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِىٓ أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ ٱلْخِزْىِ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ ٱلْـَٔاخِرَةِ أَخْزَىٰ ۖ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ تو ہم نے ان پر چند منحوس دنوں میں سخت طوفانی ہوا بھیج دی تا کہ ہم ان کو دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب چکھا دیں اور یقیناً آخرت

کا عذاب اس سے زیادہ رسوا کن ہے اور ان کی مدنہیں کی جائے گی۔(حم السجدہ:16)《3》رب العزت کا ارشاد ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ اور یقیناً ہم نے دائمی نحوست کے دن ان پر تندوتیز ہوا بھی دی۔وہ لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی گویا وہ کھجور کے اکھڑے ہوئے تنے ہوں۔ (القمر:19,20)《4》وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تندوتیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔کیا آپ اُن میں کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتے ہو؟(الحاقہ:6،8)《5》وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۝ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ اور عاد میں بھی (ایک نشانی ہے)۔جب ان پر ہم نے ایک بے برکت ہوا بھیجی۔کسی چیز کو وہ نہ چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اسے بوسیدہ ہڈی جیسا بنا چھوڑتی۔(الذاریات:41,42)《6》سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب آسمان میں کوئی بادل دیکھتے تھے تو آپ کا رنگ بدل جاتا تھا اور آپ کبھی اندر جاتے اور کبھی باہر آتے جب بارش ہو جاتی تو آپ کی یہ کیفیت جاری رہتی تھی۔میں نے اس بات کو پہچان لیا اور اس بارے میں آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ! میں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو جیسا قوم عاد نے بادل کو دیکھ کر کہا جو ان کی دیواروں کی طرف آ رہا تھا کہ یہ بادل بارش برسانے والا ہے (لیکن بارش برسانے والا بادل نہ تھا) بلکہ ہوا کی صورت میں عذاب تھا جو ان پر نازل ہوا۔ (مسلم:294,295/1)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی چیز ہے وہ رحمت لاتی ہے اور عذاب بھی لاتی ہے لہذا تم اسے برا نہ کہو۔اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔(مشکوۃ:130)《7》جب اس قوم کی سرکشی انتہا پر پہنچ گئی اور سیدنا ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا چیلنج دے دیا تو اس پر تیز آندھی کا عذاب آیا جس میں شدید ٹھنڈک تھی۔یہ آندھی ان کے زمین دوز گھروں میں گھس گئی اور مسلسل آٹھ دن اور سات راتیں چلتی رہی اور اس نے اس قوم کے ایک ایک فرد کو ان کے اپنے گھروں ہی کے اندر ہلاک کر ڈالا اور وہ تن وتوش رکھنے والی اور اپنی قوت وطاقت پر گھمنڈ کرنے والی قوم اپنے گھروں میں یوں گری پڑی تھی جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں۔اس طرح اس قوم کا نام ونشان ہی صفحہ ہستی سے مٹا ڈالا گیا رہے وہ چند لوگ جو سیدنا ہود علیہ السلام پر ایمان لے لائے

تھے اور بذریعہ وحی ایسے عذاب کی آمد سے پہلے ہی مطلع کر دیا گیا تھا۔ وہ اپنے پیروکاروں کے ساتھ ایک احاطہ میں محصور ہو گئے اور یہ احاطہ آندھی کی زد سے باہر تھا لہذا یہ لوگ محفوظ و مامون رہے اور قوم ثمود بھی انہی کی نسل سے پیدا ہوئی جسے عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں۔ (تیسیر القرآن:68/2)《8》وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ’’ اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے‘‘ قوم ہود کی پہچان ان کا جھٹلانا، عناد اور فساد تھا۔

سوال3: قوم ہود علیہ السلام کا انجام کیا ہوا؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب سے قوم ہود کی جڑ کاٹ دی ان میں سے کوئی باقی نہ بچا۔《2》اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بچالیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے تھے اور ایمان لانے والے نہ تھے۔

رکوع نمبر17

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (73)

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا) اس نے کہا: ’’اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی واضح دلیل آچکی یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے، چنانچہ اس کو چھوڑے رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی رہے اور اس کو بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا۔ (73)

سوال1: وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ’’اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا)‘‘ سیدنا صالح علیہ السلام کون تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں سے ایک بندے کو نبوت کے منصب پر فائز کر کے ان کی طرف بھیجا، اس نبی کا نام صالح تھا جو کہ نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

سوال2: قوم ثمود کا علاقہ کون سا تھا؟

جواب: قوم ثمود کا علاقہ حجاز اور شام کے درمیان واقع تھا انہیں قرآن کریم نے اصحاب الحجر بھی کہا ہے حجران کے ایک بارونق

شہر کا نام تھا جو مدینہ سے تبوک کے راستہ پر واقع ہے چنانچہ جب آپ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آئے تو مقام حجر پر اترے۔ کچھ صحابہ نے جلدی سے وہاں کے کسی کنوئیں سے پانی لے کر آٹا گوندھ لیا تھا آپ نے اس گوندھے ہوئے آٹے کو پھینک دینے اور اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم دیا اور جو پانی مشکوں میں بھرا گیا تھا اسے بہا دینے کا حکم دیا۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو وہ کنواں دکھایا جہاں سے صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر پانی لینا ہے تو اس کنوئیں سے لے کر استعمال کرو پھر آپ نے جلد از جلد وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ گناہ گاروں کی بستیوں میں نہ جایا کرو مگر روتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور استغفار کرتے ہوئے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو عذاب ان پر آیا تھا کہیں تم پر بھی آن پڑے یہ کہہ کر آپ نے کجاوے ہی پر اپنا منہ چادر سے ڈھانک لیا۔ (بخاری) (تیسیر القرآن: 69/2)

سوال3: قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ''اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں''، صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کیا دعوت دی؟

جواب: صالح علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ ﴿1﴾ صالح کی دعوت بھی باقی انبیاء جیسی تھی یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ ﴿2﴾ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس لیے کہ عبادت صرف اسی کے لیے ہے۔ اس لیے عاجزی سے اس کی اطاعت کرو اور اس کے آگے گڑگڑاؤ کیونکہ اس کے سوا ہر چیز مخلوق ہے اور کسی معاملے میں اسے کوئی اختیار نہیں اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور تصرف ہے۔ (جامع البیان: 220/8:) صالح علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ تمہارے لیے جائز نہیں کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت کرو۔ (جامع البیان: 23/8:) صالح علیہ السلام نے توحید کی رغبت اور شرک سے نفرت دلائی۔ ﴿3﴾ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ''اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' کیونکہ حقیقی معبود تو وہی ہے جو خالق ہے، رازق ہے، سارے معاملات کی تدبیر کرتا ہے، زندگی دیتا ہے، موت دیتا ہے، عطا کرتا ہے، روک لیتا ہے، نقصان دیتا ہے اور نفع دیتا ہے۔ وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ پھر یہ معبود کہاں معبود ہیں جنہیں تم ہاتھوں سے تراشتے ہو، گھروں میں رکھتے ہو، اندھے ہیں دیکھتے نہیں، بہرے ہیں سنتے نہیں، گونگے ہیں بولتے نہیں، پھر ان کا الہ نام رکھ لینا کیسے صحیح ہے؟ اور تم ان کی عبادت کرتے ہو۔ (ایسر التفاسیر: 458)

سوال4: قوم ثمود کی خصوصیات کیا تھیں؟

جواب:﴿1﴾انہوں نے زراعت اورتعمیرات میں ترقیاں کیں۔﴿2﴾میدانوں میں محل بنائے۔﴿3﴾پہاڑوں کوتراش تراش کے گھر بنائے۔

سوال5:قوم ثمود میں کیا خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں؟

جواب:﴿1﴾عیش پرستی۔﴿2﴾خدافراموشی۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی حدود سے بے پروائی۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو بھول کر اپنی بڑائی قائم کرنا۔

سوال6:قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ’’یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی واضح دلیل آچکی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے آسمانی معجزہ آگیا ہے۔﴿2﴾یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔(ایسر التفاسیر:461)﴿3﴾تمہارے پاس میری سچائی پر دلیل اور برہان آگئی ہے۔اور میں جو کہتا ہوں اس کی حقیقت یہ ہے کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔خالص توحید اور اس کی عبادت کی اور جو کچھ میں لایا ہوں وہ میرے اوپر دلیل ہے۔(جامع البیان:231/8)

سوال7:قوم ثمود کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے کوکھڑا کیا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈرائیں۔

سوال8:هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ’’یہ اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے، چنانچہ اس کو چھوڑے رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی رہے اور اس کو بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی اس کی کونچیں کاٹنے کی نیت سے اس اونٹنی کو نہ چھونا ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔

سوال9:قوم ثمود کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب:ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو نشانی کے طور پر مقرر کر دیا اور ان سے کہا گیا اس اونٹنی کو چھوڑ دو اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھائے پیئے، اسے تکلیف نہ پہنچانا ورنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

سوال10:اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کیسے غیر معمولی تھی؟

جواب: اونٹنی اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی ہے جو بڑے شرف وفضل والی ہے۔اس کی پیدائش معجزانہ انداز میں ہوئی اسی لئے وہ اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی نشانی تھی۔

سوال11: هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً ''یہ اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی آیت یعنی علامت تھی۔ ﴿2﴾ صالح علیہ السلام نے کہا: یہ اونٹنی میری سچائی کی دلیل ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ ﴿3﴾ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی نشانی تھی کہ صالح اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔صالح علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔(ایسر التفاسیر:461) ﴿4﴾ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ ''چنانچہ اس کو چھوڑے رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی رہے'' صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اونٹنی کو چھوڑ دو وہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر کھائے یا پیے تم پر اس کا بوجھ یا ذمہ داری نہیں ہے۔ ﴿5﴾ رب العزت نے فرمایا: لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک مقررہ دن تمہارے لیے پانی پینے کی باری ہے۔(الشعراء:155) ﴿6﴾ قوم ثمود کے ہاں ایک بہت بڑا کنواں تھا جو اونٹنی والا کنواں کے نام سے مشہور تھا اسی کنوئیں میں سے وہ اور اونٹنی اپنی اپنی باری کے مطابق پیتے تھے۔ایک دن اونٹنی کے پانی پینے کے لیے مقرر تھا وہ اس اونٹنی کے تھنوں سے دودھ پیتے تھے۔ایک دن لوگوں کے لیے مقرر تھا۔اس دن وہ کنوئیں پر پانی لینے کی غرض سے آتے تھے تو اونٹنی وہاں سے چلی جاتی۔(تفسیر سعدی:895/1) ﴿7﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ''اور اس کو بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا''یعنی اس کی کونچیں کاٹنے کی نیت سے اس اونٹنی کو نہ چھونا ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔

سوال12: اونٹنی کو بطور نشانی مقرر کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ درندے کے مقابلے میں اونٹنی کمزور ہوتی ہے اور انسان کا امتحان ''اونٹنی'' کی سطح پر لیا جاتا ہے۔ ﴿2﴾ امتحان یہ ہے کہ انسان کمزور کے ساتھ جن کے ساتھ کوئی مادی قوت نہیں ہوتی ان کے خلاف کاروائی کرنے سے رکتا ہے یا نہیں۔ ﴿3﴾ انسان کا امتحان یہ ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ محض اخلاقی حس کی وجہ سے انسان نے حسن سلوک کرنا ہوتا ہے اور اس کا محرک ڈر نہیں ہوتا، کیا اللہ تعالیٰ پر ایمان کی وجہ سے انسان ان کے ساتھ زیادتی کرنے سے رکتا ہے یا نہیں۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ

بُيُوۡتًا ۚ فَاذۡكُرُوۡۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ (74)

اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا، تم اس کے میدانوں میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ۔(74)

سوال 1: وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَكُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمۡ فِی الۡاَرۡضِ ’’اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَ اذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَكُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ عَادٍ ’’اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں عاد کے بعد جانشین بنایا‘ صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اس انعام کو یاد کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوم عاد کی ہلاکت کے بعد زمین میں ان کا جانشین بنایا۔﴿2﴾ وَّبَوَّاَكُمۡ فِی الۡاَرۡضِ ’’اور تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا‘‘ یعنی تمہیں زمین میں بہترین ٹھکانہ عطا فرمایا

سوال 2: صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کون سے انعامات یاد دلائے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے عاد کے بعد تمہیں جانشین بنایا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے عاد کے بعد تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا۔﴿3﴾ تمہیں زمین کے میدانوں میں محل بنانے کا موقع دیا۔﴿4﴾ تمہیں پہاڑوں کو تراش گھر بنانے کا موقع دیا۔

سوال 3: تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡ سُهُوۡلِهَا قُصُوۡرًا وَّتَنۡحِتُوۡنَ الۡجِبَالَ بُيُوۡتًا ’’تم اس کے میدانوں میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قوم ثمود پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتی تھے اور میدانوں میں محلات بناتی تھے۔﴿2﴾ ان لوگوں کے قد وقامت بھی بہت بڑے اور عمریں بھی بہت لمبی ہوتی تھیں اور اگر وہ عام لکڑی کی چھت والے مکان بناتے تو بنانے والے کی زندگی ہی میں کئی بار بوسیدہ ہو کر گر پڑتے تھے۔ عام روایت کے مطابق اس دور میں عمریں تین سو سے چھ سو سال کے درمیان ہوتیں اور لکڑی کے مکان زیادہ سے زیادہ ایک سو سال چلتے پھر بوسیدہ اور کمزور ہو کر گر پڑتے تھے اس لیے وہ اپنے مکان پہاڑوں میں بناتے۔ اعلیٰ درجے کے سنگ تراش اور انجینئر تھے۔ پہاروں کو اندر سے تراش تراش کر مکان بناتے جن میں کھڑکیاں دروازے سب کچھ ہوتا تھا اور ان کی پائیداری کی وجہ سے ایک طویل عرصہ وہاں گزار سکتے تھے اور کسی ہموار زمین پر مکان

بناتے تو وہ بھی اتنا مضبوط ہوتا جیسے کوئی محل کھڑا کر دیا گیا ہو۔ (تیسیر القرآن:69/2)

سوال4: فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ'' صالح علیہ السلام نے انعامات یاد دلا کر کیا مطالبہ کیا؟

جواب:﴿1﴾ اٰلَاۗءَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کثیر نعمتیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر بہت احسانات کیے۔﴿3﴾ صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اس کی قوت اور رزق جیسے انعامات یاد دلائے تاکہ قوم اس کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کی عبادت کرے۔ اور بتوں کی بندگی نہ کرے۔ انہوں نے فساد کے برے انجام سے ڈرایا۔ (ایسر التفاسیر:461,462)﴿4﴾ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ '' اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ'' یعنی زمین میں شرک اورنافرمانی کے کاموں کا ارتکاب کرتے ہوئے نہ پھرو۔﴿5﴾ اس دعوت کا ہدف قوم کی ہدایت اور اصلاح تھی تاکہ وہ شرک، شر اور فساد کے برے انجام سے بچیں۔ (ایسر التفاسیر:461,462)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ(75)

اُس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے، ان میں سے ان کے لئے جو ایمان لائے تھے ان سے کہا: '' کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب ہی کا بھیجا ہوا رسول ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: '' یقیناً ہم اس پر بھی ایمان رکھنے والے ہیں جس کے ساتھ اُسے بھیجا گیا ہے۔''(75)

سوال1: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ '' اس کیقوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے، ان میں سے ان کے لئے جو ایمان لائے تھے ان سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب ہی کا بھیجا ہوا رسول ہے؟'' قوم ثمود کے سرداروں نے دعوت کے جواب میں کیا رویہ اختیار کیا؟

جواب:﴿1﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ '' اُس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے'' قوم کے سرداروں نے تکبر سے ٹھکرایا۔﴿2﴾ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ '' ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے، ان میں سے

ان کے لئے جوایمان لائے تھے'' چونکہ تمام کمزورلوگ مومن نہیں تھے اس لیے انہوں نے کمزورایمان والوں سے کہاتمہیں یقین ہے کہ صالح کوپیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ یہ جاننے کے لیے کہ وہ صالح علیہ السلام کو سچا سمجھتے ہیں یا جھوٹا مومنوں نے کہا'' جووہ لے کرآئے ہیں ہم اُس پرایمان رکھتے ہیں''۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی توحیداوراس کے احکامات ونواہی پرایمان رکھتے ہیں۔قوم کے سرداروں نے جواب دیاہم اس چیز کاانکارکرنے والے ہیں جس پرتم ایمان لائے ہو۔انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے۔

سوال2: سوسائٹی کے کمزورلوگ ہی کیوں ایمان لاتے ہیں؟

جواب: کمزورلوگوں کے لیے کوئی نفسیاتی رکاوٹیں نہیں ہوتیں۔انہیں اپنے مقام اورمرتبے سے گرجانے کا خوف نہیں ہوتا۔ انہیں مال کے چھن جانے کا کوئی فرضی غم نہیں ہوتا۔سچائی کے اوران کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔اس لئے جوں ہی سچ ان کے سامنے آتا ہے وہ اسے قبول کرلیتے ہیں۔

سوال3: کمزورلوگ ایمان لانے کے بعدکیسے ہوجاتے ہیں؟

جواب: کمزورلوگ ایمان لانے کے بعد کمزورنہیں رہتے ایمان ان کے دلوں میں اطمینان اوریقین پیدا کرتا ہے انہیں اپنے عقیدے پریقین ہوتا ہے۔ایمان ان کے دلوں میں قوت اور جرأت بھر دیتا ہے اس لئے ان پر کسی ڈراوے کا، مذاق کا کوئی اثرنہیں ہوتا۔اس لئے انہیں سچائی کااقرار کرتے ہوئے کوئی خوف نہیں رہتا۔

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (76)

ان لوگوں نے کہاجو بڑے ہوئے تھے:'' بلاشبہ جس پرتم ایمان لائے ہوہم اُس کاانکارکرنے والے ہیں۔''(76)

سوال1: قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ '' ان لوگوں نے کہاجو بڑے ہوئے تھے:'' بلاشبہ جس پرتم ایمان لائے ہوہم اس کاانکارکرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سرداروں نے تکبرکی وجہ سے جواب دیاکہ ہم اس چیزکاانکارکرنے والے ہیں جس پرتم ایمان لائے ہو۔﴿2﴾ تکبرکی وجہ سے انہوں نے اطاعت نہ کی،حق قبول نہ کیااورکافرہوئے۔

سوال2: قوم ثمود نے دعوت کا کیاجواب دیا؟

جواب: ﴿1﴾ قوم ثمود نے نصیحت قبول نہ کی۔ ﴿2﴾ قوم ثمود اپنے بگاڑ کو ماننے اور اپنی اصلاح کرنے کے لئے تیار نہ ہوئی۔ ﴿3﴾ قوم ثمود نے سرکش بن کر رہنا چاہا جب کہ ان کی ارد گرد کی کائنات اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار تھی۔ ﴿4﴾ قوم ثمود نے حد سے تجاوز کر کے زندگی چاہی حالانکہ ہر چیز اپنی حد میں رہ کر عمل کرتی ہے۔ ﴿5﴾ قوم ثمود نے اللہ تعالیٰ کی اصلاح یافتہ دنیا میں بگاڑ پیدا کرنا چاہا اس لئے دنیا میں رہنے کے نااہل قرار دیئے گئے۔

سوال 3: قوم کے سرداروں نے صالح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنے سے کیوں انکار کر دیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ صالح علیہ السلام دلائل لے کر آئے تھے لیکن بات دلائل کی نہ تھی۔ ﴿2﴾ صالح علیہ السلام معجزہ لے کر آئے تھے بات معجزے کی بھی نہ تھی۔ ﴿3﴾ بات یہ تھی کہ وہ ایک ایسے دن کو قبول نہ کرنا چاہتے تھے جس میں صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو۔ ﴿4﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو قبول کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے انہوں نے انکار کر دیا۔

سوال 4: صالح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنے والوں اور اس دعوت کا انکار کرنے والوں کی سوچ میں کیا فرق تھا؟

جواب:

مومنین صالح علیہ السلام	منکرین صالح علیہ السلام
1۔ مومنین صالح نے صالح علیہ السلام کے پیغام کو دیکھا۔	1۔ منکرین صالح نے صالح علیہ السلام کی شخصیت کو دیکھا۔
2۔ پیغام کی طرف نظر کرنے والوں کو پیغام میں حق کے دلائل اور سچائی نظر آئی تو وہ صالح علیہ السلام کے ساتھی بن گئے۔	2۔ شخصیت دیکھنے والوں کو صالح علیہ السلام میں ظاہری بڑائی نظر نہ آئی۔
3۔ دلائل سے سچائی کو پا لینے والے یقین کی منزل تک پہنچ گئے۔	3۔ ظاہری عظمت نہ دیکھنے پر مشتبہ ہو گئے۔
4۔ وہ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔	4۔ انہوں نے صالح علیہ السلام کا انکار کر دیا۔
5۔ انہیں سچ کا ساتھ دینا نصیب ہوا۔	5۔ انہیں سچ کا ساتھ دینا نصیب نہیں ہوا۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (77)

چنانچہ اُنہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکش ہوئے، اور انہوں نے کہا: ''اے صالح! اگر تم واقعی رسولوں میں سے ہو تو ہم پر لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔'' (77)

سوال1: فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ '' چنانچہ اُنہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکش ہوئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ قوم ثمود نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے تھے جس کے بارے میں صالح علیہ السلام نے دھمکی دی تھی کہ اگر اسے بری نیت سے ہاتھ لگایا تو دردناک عذاب نازل ہوگا۔ ﴿2﴾ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ '' اور اپنے رب کے حکم سے سرکش ہوئے'' عَتَوْا یہ لفظ نافرمانی کے ساتھ ساتھ خودسری اور سرکشی کو بھی ظاہر کر رہا ہے۔ قوم ثمود نے سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ کا حکم ٹھکرا دیا، اس کی نافرمانی کی، اطاعت نہ کی (ایسر التفاسیر:462) ﴿3﴾ وَقَالُوا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھتے ہوئے فخر سے کہا جس عذاب کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے وہ لے آ اگر تو واقعی رسول ہے۔ ﴿4﴾ جب کوئی سرکشی کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مزہ چکھنا ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے عذاب میں پکڑا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ ﴿5﴾ یہ اونٹنی جنگلوں میں چلتی پھرتی تھی ایک دن چھوڑ کر پانی پیتی تھی جب یہ پانی پینے لگتی تھی تو کنوئیں میں سر لٹکا کر سارا پانی پی جاتی تھی۔ ان لوگوں کو یہ بات کھلی اور چونکہ اس اونٹنی کی وجہ سے ان کے مویشی خوف زدہ ہو کر دور دور بھاگ جاتے تھے۔ اس وجہ سے ان لوگوں کو اونٹنی کا وجود ناگوار ہوا ان میں دو عورتیں زیادہ مال دار تھیں جن کے بہت مویشی تھے انہوں نے قوم میں سے دو آدمیوں کو اونٹنی کے قتل کر دینے پر آمادہ کیا۔ یہ دونوں آدمی جن میں ایک کا نام مصدع اور دوسرے کا نام قدار تھا چھپ کر بیٹھ گئے جب اونٹنی ادھر سے گزری تو مصدع نے اس کی پنڈلی میں تیر مارا پھر قدار نے اس کو ذبح کر دیا بستی کے لوگ نکلے اور اس کا گوشت تقسیم کر لیا جب وہ ایسی حرکت کرنے کو نکلے تھے تو صالح علیہ السلام نے ان کو متنبہ کر دیا تھا کہ ایسا نہ کرو۔ سورۃ الشمس میں فرمایا: إِذِ انْبَعَثَ أَشْقٰهَا ﴿١٢﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا جب اس کا بدبخت ترین آدمی اٹھا۔ تو اللہ کے رسول (صالح) نے ان سے کہہ دیا تھا اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی اور اُس کی پینے کی باری کا خیال کرو۔ (سورۃ الشمس:12,13) (تفسیر انوار البیان:2/386,387) ﴿6﴾ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ کے

دوران فرمایا کہ یہ شخص اپنی قوم کا ایک زور آور، شریر مضبوط شخص تھا جو اونٹنی کو زخمی کرنے کی مہم پر اٹھ کھڑا ہوا اسکا نام قدار تھا اپنی قوم میں ایسے ہی تھا جیسے تم میں ابوزمعہ (جو سیدنا زبیر بن عوام کا چچا تھا) (بخاری ۔ کتاب النفسیر۔تفسیر سورۃ الشمس) یہ قدار بن سالف سرخ رنگ کا، نیلی آنکھوں والا، بڑے ڈیل ڈول کا مالک اور ولد الزنا تھا۔خود بھی بدکار تھا اور شہر کے مشہور و معروف نو بدمعاشوں کا سرغنہ تھا۔اس نے اپنی آشنا عورت کی انگیخت ہی پر اونٹنی کو زخمی کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا تھا البتہ اس نے دوسرے کافروں اور ان کی عورتوں سے اس کے متعلق مشورہ ضرور کرلیا تھا اور یہ سب لوگ اس بات پر خوش تھے کہ اس اونٹنی سے کسی طرح ہمیں نجات مل جائے۔ چنانچہ جب اس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو اونٹنی نے ایک ہولناک قسم کی چیخ ماری اور ڈور کر اسی پہاڑ کی طرف چلی گئی جس سے برآمد ہوئی تھی اس کا بچہ بھی اپنی ماں کے ساتھ چلا گیا اور یہ دونوں معجزانہ طور پر اسی پہاڑ میں غائب ہوگئے ۔(تفسیر تیسیر القرآن:71/2:2)

سوال 2: اونٹنی کے پاؤں ایک شخص نے کاٹے، ایک شخص کے عمل کو پورے گروہ کا عمل کیوں قرار دیا؟

جواب: کسی گروہ کا ایک فرد جب برا عمل کرتا ہے اور دوسرے لوگ اس کے کام پر راضی رہتے ہیں تو سب اس عمل میں شریک سمجھے جاتے ہیں۔

سوال 3: قوم صالح نے خودسری اور سرکشی کی وجہ سے کیا کام کیا؟

جواب: ﴿1﴾ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو حقیر جانا۔﴿2﴾ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں۔﴿3﴾ انہوں نے عذاب کا مطالبہ کیا۔

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ (78)

تو انہیں زلزلے نے آ پکڑا تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھروں میں گرے پڑے تھے۔(78)

سوال 1: فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ''تو انہیں زلزلے نے آ پکڑا تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھروں میں گرے پڑے تھے'' قوم ثمود کو ان کی سرکشی کی کیا سزا دی گئی؟

جواب: ﴿1﴾ صالح عَلَيۡهِ السَّلَام نے عذاب آنے سے پہلے انہیں تنبیہ کردی تھی کہ تین دن تک فائدہ اٹھالو جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: تَمَتَّعُوۡا فِىۡ دَارِكُمۡ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ‌ ؕ ذٰلِكَ وَعۡدٌ غَيۡرُ مَكۡذُوۡبٍ ''تین دن تک تم اپنے گھروں میں خوب فائدہ اُٹھالو، یہ ایسا وعدہ

ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔" (ہود:65) ﴿2﴾ قوم ثمود کی اکڑ اور سرکشی کی سزا کے طور پر دل دہلا دینے والی آفت ان پر بھیجی گئی۔ جس کے نتیجے میں وہ خوف زدہ ہوئے اور بے حس وحرکت اوندھے گرے۔ یہ سزا ان کی سرکشی کے لئے مناسب تھی۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو ہلاک کر دیا اور ان کی جڑ کاٹ دی۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ (79)

تو صالح نے ان سے منہ پھیرلیا اور کہا: "اے میری قوم! میں نے تو اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تھی مگر تم خیر خواہوں سے محبت نہیں کرتے۔" (79)

سوال 1: فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ "تو صالح نے ان سے منہ پھیرلیا اور کہا: "اے میری قوم! میں نے تو اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تھی مگر تم خیر خواہوں سے محبت نہیں کرتے۔" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ جب اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کیا تو صالح عَلَيْهِ السَّلَام ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔ ﴿2﴾ انہوں نے اپنی قوم کی افسوس ناک تباہی دیکھ کر انہیں قائل کرنے کے لیے کہا کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچا دیئے میں اسی کام پر بحیثیت رسول کے مقرر کیا گیا تھا۔ میں تمہاری ہدایت چاہتا تھا۔ ﴿3﴾ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ صالح عَلَيْهِ السَّلَام نے فرمایا: تمہیں خیر خواہی پسند نہیں۔ تم نے ہر خیر خواہ کی بات کو ٹھکرا دیا ہے۔

سوال 2: صالح عَلَيْهِ السَّلَام نے اپنی قوم سے خیر خواہی کی تو لوگوں نے کیوں نہ پسند کی؟

جواب: ﴿1﴾ خیر خواہ نقصان سے بچانا چاہتے ہیں تو جن لوگوں کو نقصان کا شعور نہیں ہوتا انہیں یہ روک ٹوک اچھی نہیں لگتی۔ ﴿2﴾ سچا خیر خواہ نفع دینا چاہتا ہے پھر جن لوگوں کو نفع کا شعور نہیں ہوتا انہیں نفع کی دعوت جھوٹی لگتی ہے اس طرح وہ اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

سوال 3: صالح عَلَيْهِ السَّلَام اپنی قوم سے کب رخصت ہوئے؟

جواب: صالح عَلَيْهِ السَّلَام اپنی قوم سے تب رخصت ہوئے جب انہوں نے پیغام پہنچا دیا اور قوم نے انکار کر دیا۔ جب نصیحت کی بات قوم نے قبول نہ کی تو صالح عَلَيْهِ السَّلَام ان سے رخصت ہو گئے۔

وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ(80)

اورلوط کوبھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا: ''کیا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جوتم سے پہلے جہانوں میں کسی نے نہیں کیا؟(80)

سوال1: وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ ''اورلوط کوبھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا:'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ لوط عَلَيۡهِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے وہ ہاران بن آذر کے بیٹے اور ابراہیم عَلَيۡهِ السَّلَام کے بھتیجے تھے۔﴿2﴾ آپ ابراہیم عَلَيۡهِ السَّلَام پر ایمان لائے اور آپ عَلَيۡهِ السَّلَام ہی کے ساتھ وطن سے ہجرت کر کے شام چلے آئے۔حق تعالیٰ نے آپ کو اہل سدوم اوراس کی نواحی آبادیوں کے باشندوں کا رسول بنا کر بھیجا تھا۔آپ انہیں توحید کی دعوت اورنیکیوں کی رغبت دے رہے ہیں اور برائیوں اور بے حیائیوں سے اورممنوعات سے نفرت دلا رہے ہیں۔(مختصرابن کثیر:602/1)

سوال2: اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ '' کیا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جوتم سے پہلے جہانوں میں کسی نے نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ '' کیا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو'' تم ایک ایسے گناہ کواپنائے ہوئے ہوجس نے سارے بے حیائی کے کاموں کواپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔﴿2﴾ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ جس بے حیائی میں تم مبتلا ہوتم سے پہلے کوئی قوم اس کا شکارنہیں ہوئی تم نے اس بے حیائی کوشروع کیا اور بعد میں آنے والوں کے لیے رواج دیا۔

سوال3: قوم لوط عَلَيۡهِ السَّلَام کی کیا خصوصیات تھیں؟

جواب:﴿1﴾ خوش حال قوم عیش پرست ہوگئی تھی۔﴿2﴾ بے راہ روی میں پڑ گئے۔﴿3﴾ اپنی شہوانی خواہشات کی تسکین کے لئے انہوں نے ہم جنسی کے راستے کواختیار کیا۔

سوال4: لوط عَلَيۡهِ السَّلَام نے اپنی قوم کوکیا دعوت دی؟

جواب: لوط عَلَيۡهِ السَّلَام نے کھلی بے حیائی سے ڈرایا۔

سوال5: لوط عَلَيۡهِ السَّلَام کی قوم کس ''فاحشہ'' میں مبتلا تھی۔

جواب: لوط عَلَيۡهِ السَّلَام کی قوم جس بگاڑ میں مبتلا تھی۔وہ جنسی تعلق کا غیر فطری طریقہ ہے۔

سوال6: جنسی تعلق کا فطری طریقہ کیا ہے؟

جواب: جنسی تعلق کا فطری طریقہ یہ ہے کہ عورت اور مرد باہم شوہراور بیوی بن کر رہیں۔

سوال7: جنسی تعلق میں انسان فطری طریقے سے کیسے گزر جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دو مردوں کے درمیان اگر جنسی تعلق قائم ہوجائے تو یہ حد سے گزرنا ہے۔﴿2﴾ دو عورتوں کے درمیان اگر جنسی تعلق قائم ہوجائے تو یہ حد سے گزرنا ہے۔

سوال8: جنسی بگاڑ کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: جنسی بگاڑ ذہنی، شعوری اور عقیدے کے بگاڑ سے پیدا ہوتا ہے۔

سوال9: کیا کائنات میں کہیں اور بگاڑ پایا جاتا ہے؟

جواب: کائنات فطرت کے راستے پر یعنی اصلاح کے راستے پر چل رہی ہے صرف انسان اپنی آزادی کا غلط فائدہ اٹھاتا ہے۔ انسان فطرت کے خلاف چل کر بگاڑ پیدا کرتا ہے۔ پوری کائنات میں اصلاح ہے اور انسان بگڑا ہوا ہے۔

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (81)

بلاشبہ تم عورتوں کو چھوڑ کر یقیناً مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو، بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔'' (81)

سوال1: اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ'' بلاشبہ تم عورتوں کو چھوڑ کر یقیناً مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو''

جواب: ﴿1﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ'' بلاشبہ تم عورتوں کو چھوڑ کر یقیناً مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو'' یعنی تم کیسے عورتوں کو چھوڑ کر، جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے جن سے تمتع کرنا فطرت اور جبلی شہوت کے مطابق ہے مردوں کے ساتھ بدفعلی کرتے ہو، جو قباحت اور خباثت کی انتہا ہے۔ یہ جسم کا وہ حصہ ہے جہاں سے گندگی اور بدبودار مادے خارج ہوتے ہیں اس حصے کو چھونا اور اس کے قریب جانا تو کجا اس کا نام لینے سے بھی شرم آتی ہے۔ (تفسیر سعدی:899) سیدنا لوط عَلَيْهِ السَّلَام کی قوم کے بعد دوسرے بدکردار لوگ بھی اس فحش مرض میں مبتلا رہے ہین لیکن یہ فخر یونان کو حاصل ہے کہ اس کے فلاسفروں نے اس گھناؤنے جرم کو ایک اخلاقی خوبی کے مرتبہ تک پہنچادیا اور رہی سہی کسر جدید مغربی تہذیب نے پوری کردی ہے جس نے علی الاعلان ہم جنسی (homo.sex) کے حق میں پروپیگنڈا کیا یعنی اگر مرد، مرد سے

اورعورت،عورت سے لپٹ کر اپنی جنسی خواہش پوری کرلیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں اور ملکی قانون کو ہرگز اس میں مزاحم نہ ہونا چاہیے۔حتیٰ کہ کئی ممالک کی مجالس قانون ساز نے اس فعل کو جائز قرار دے دیا ہے۔﴿2﴾ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ’’ بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو‘‘ اس لیے کہ وہ فعل فطرت کی وضع کے خلاف ہے اور مرد اور عورت کے جنسی اعضاء کی ساخت ان کے اس فعل بد کی تردید کا کھلا ہوا ثبوت ہے سوازیں انسانوں کے علاوہ دوسرے جانور خواہ وہ درندے ہوں یا پالتو ہوں یا پرندے ہوں کوئی بھی ایسی مذموم حرکت نہیں کرتے کہ نر، نر پر کودنے لگے جس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان حیوانات کی سطح سے بھی نیچے اتر آیا ہے۔اس کے علاوہ اگر عورتیں بھی عورتوں سے لپٹ کر یا کسی دوسرے جانور مثلاً کتے وغیرہ سے اپنی شہوت پوری کرلیں تو گویا سارا معاشرہ فحاشی کے سمندر میں ڈوب جائے گا۔پھر انسان کی نسل آگے کیسے چلے گی؟ کیا یہ اپنی قوم کو اپنے ہاتھوں تباہ کرنے ہی کا ذریعہ نہیں؟ یہ ایسے واضح نتائج ہیں جو ایسے معاشرے کا تصور کرنے سے ہی سامنے آجاتے ہیں اور جو اس کے دوررس نتائج ہیں وہ بے شمار ہیں۔قوم کے اس جواب سے یہ علم ہوتا ہے کہ سیدنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام پر ایمان لانے اور اس بدفعلی سے اجتناب کرنے والے کم ہی لوگ اور لوط عَلَیْہِ السَّلَام اور اس کے پیرو ار پاکباز رہنا چاہتے ہیں ان کا ہم گندوں میں کیا کام؟ لہذا انہیں اپنی بستی سے نکال دینا چاہیے تاکہ یہ روز روز کی تکرار اور جھگڑا ختم ہو جائے۔(تیسر القرآن 73،74/2)

سوال 2: لوط عَلَیْہِ السَّلَام اپنی قوم پر کیا الزامات لگاتے ہیں؟

جواب: لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم پر حد سے گزرنے کا الزام لگایا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فطرت کا نظام بنایا ہے تم اس سے آگے گزر رہے ہو۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو جنسی قوت دی ہے اس کا مقصد کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو آگے بڑھانے کے لئے جو قوتیں دی ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ زندگی کی نشوونما کے لئے ان قوتوں کو خرچ کیا جائے سیدنا لوط عَلَیْہِ السَّلَام نے انہیں احساس دلایا کہ تم بنجر زمینوں میں قوتیں ضائع کر رہے ہو۔

سوال 4: اسلام لذت کوشی اور شہوت کے حصول کے لئے کیا راستہ بتاتا ہے؟

جواب: اسلام شہوت اور لذت کے حصول کے لئے فطری راستہ بتاتا ہے کہ اس کے لئے مرد اور عورت میں تعلق قائم ہوگا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کے طریقے سے ہٹ کر لذت کے حصول کے لئے کوشش کرنا کیسا عمل ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی سنت سے ہٹ کر لذت کے حصول کے لئے کوشش کرنا بے راہ روی اور غیر فطری عمل ہے جو اخلاق کے

خلاف ہے۔

سوال6: آج کے دور میں جنسی بگاڑ کے لئے کون سے ادارے اپنا کردار ادا کر رہے ہیں؟

جواب: نشر و اشاعت کے ادارے دن رات جنسی بگاڑ کے لئے کام کر رہے ہیں۔

سوال7: جنسی انتشار کے لئے اہل یورپ کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کا سبب ''عورت کا پردہ کرنا ہے'' اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حالات دعوے کے بالکل برعکس ہیں اور ہر دعوے کے لئے حالات سے ثبوت چاہیے۔ ﴿2﴾ حالات وواقعات یہ بتاتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ میں جنسی ملاپ کے لئے کوئی ضابطہ یا قید نہیں جیسے جانور وقت پر ضرورت پوری کرتے ہیں ایسے ہی جانور نما انسان بھی کھلے عام اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان معاشروں میں ہم جنس پرستی مردوں میں بھی رائج ہے اور عورتوں میں بھی۔ اس لئے یہ دعوٰی بے بنیاد ہے کہ اس کا سبب پردہ ہے۔ اس کا سبب غلط عقیدہ ہے۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِۦٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓا۟ أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ (82)

اور اس کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''انہیں اپنی بستی سے نکال دو، یقیناً وہ لوگ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔'' (82)

سوال1: وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِۦٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓا۟ أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ ''اور اس کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''انہیں اپنی بستی سے نکال دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ان کی قوم کا اس کے سوء کوئی جواب نہیں تھا کہ انہیں اپنی بستی سے نکال دو یہ پاک باز بننا چاہتے ہیں یعنی اپنے آپ کو اس بے حیائی سے بچانا چاہتے ہیں۔

سوال2: قوم ثمود نے پاکیزگی کی سزا جلاوطنی کیوں تجویز کی تھی؟

جواب: ﴿1﴾ جاہلیت پاکیزگی کو کبھی قبول نہیں کر سکتی۔ ﴿2﴾ جاہلیت کو صرف وہی قبول کرتے ہیں جو ناپاک ہوں، برائیوں میں مبتلا ہوں اور گندے ہوں۔ ﴿3﴾ پاک لوگوں کے لئے جاہلیت کا دامن تنگ ہوتا ہے اس لئے قوم ثمود نے پاکیزگی کی سزا جلاوطنی تجویز کی ہے۔

سوال3: اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ'' یقیناً وہ لوگ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ جملہ قوم لوط نے طعنے کے طور پر کہا تھا کہ لوط علیہ السلام اور ان کے عقیدت مندوں کو جلاوطن کردو یہ پاک باز بنتے ہیں اور تمہیں لواطت سے روکتے ہیں۔ پھر بھلا گندوں میں ان پاکبازوں کا کیا کام! اس لیے انہیں نکال دیا جائے۔

(مختصر ابن کثیر:603/1)

سوال4: کیا دور جدید میں بھی پاک بازی کو برا خیال کیا جاتا ہے؟

جواب: دور جدید میں بھی پاکیزہ لوگوں کو مسترد کیا جاتا ہے۔ایسے لوگوں پر رزق کے دروازے بند کئے جاتے ہیں۔ایسے لوگوں سے تعلقات نہیں رکھے جاتے۔پوری سختی اور تشدد کے ساتھ اپنی اولادوں کے پاکیزہ بننے پر پابندی عائد کی جاتی ہے۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ(83)

پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی اس کی بیوی کے سوا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔(83)

سوال1: فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ'' پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی اس کی بیوی کے سوا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: چونکہ لوط علیہ السلام کی بیوی ان بدکرداروں سے پوری سازباز رکھتی تھی۔گھر میں کوئی مہمان آتا تو فوراً خفیہ طور پر اطلاع ان لوگوں کو کر دیتی اور ان لوگوں کو اس مہمان سے بدکرداری کرنے کی ترغیب دیا کرتی تھی لہذا وہ بھی قوم کے جرم میں برابر کی شریک تھی اور اسے اسی عذاب سے دوچار ہونا پڑا جو اس قوم میں نازل ہوا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ لوط کی بیوی بھی انہی کے قوم سے تعلق رکھتی تھی اور لوط علیہ السلام بابل سے ہجرت کرکے یہاں مقیم ہوئے۔(تیسیر القرآن:2/73,74)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کب نجات دی؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ کے نافرمان اس کے بندوں کے لئے خطرہ بن گئے۔تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نجات دی۔

سوال3: لوط علیہ السلام کی بیوی کو ان لوگوں میں کیوں شامل کیا گیا جنہیں عذاب دیا گیا تھا؟

جواب: لوط علیہ السلام کی بیوی عقیدے کے اعتبار سے انہی لوگوں میں شامل تھی جو ہلاک ہوئے اس لئے وہ ہلاکت سے نہ بچ سکی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کا انصاف کیسا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا انصاف بے لاگ ہے ۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے ترازو میں رشتوں اور دوستیوں کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ نوح عَلَیہِ السَّلام کے بیٹے، ابراہیم عَلَیہِ السَّلام کے باپ، لوط عَلَیہِ السَّلام اور نوح عَلَیہِ السَّلام کی بیویوں کو معاف نہیں کیا گیا۔ جب کہ فرعون کی بیوی نے صالح اعمال کیے تو اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡہِمۡ مَّطَرًا ؕ فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ (84)

اور ہم نے ان پر پتھروں کی سخت بارش برسائی، پس آپ دیکھیں ان مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟ (84)

سوال1: وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡہِمۡ مَّطَرًا ’’اور ہم نے ان پر پتھروں کی سخت بارش برسائی‘‘ لوط عَلَیہِ السَّلام کی قوم پر کیسی بارش برسائی گئی؟

جواب:﴿1﴾ بارشوں کے طوفان لوط عَلَیہِ السَّلام کی قوم پر بھیجے گئے ۔ پانی ایسے امنڈ آیا تھا جیسے موجیں اسی طرح ان ناپاک لوگوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ وہ گندگی میں زندہ رہے اور اسی کے اندر موت نے انہیں آن دبوچا۔﴿2﴾ اس مقام پر صرف اتنا ہی مذکور ہے کہ اس قوم پر ہم نے بدفعلی اور سرکشی کی پاداش میں بری طرح کی بارش برسائی۔ لیکن قرآن کے دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کی سب بستیوں کو اٹھا کر بلندی سے زمین پر دے مارا گیا۔ سیدنا جبرئیل عَلَیہِ السَّلام آئے انہوں نے زمین کے اتنے حصہ کو زمین سے الگ کر کے اپنے پروں پر اٹھایا پھر اوپر سے زمین پر پٹخ دیا پھر اوپر سے اللہ تعالیٰ نے پتھروں کی بارش برسائی اس طرح اس بدکار قوم کا نام ونشان تک مٹا دیا گیا۔ (تیسیر القرآن:73,74/2)﴿3﴾ ان لوگوں پر سخت گرم پتھر برسائے گئے اور ان کی بستی کو الٹ دیا گیا۔

سوال2: فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ’’پس آپ دیکھیں ان مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ رب العزت نے قوم لوط کے واقعے کے بعد عبرت حاصل کرنے کے لیے تاکید کی ہے کہ گناہ کا انجام دیکھو دائمی رسوائی اور ہلاکت ہے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِیَہَا سَافِلَہَا وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡہَا حِجَارَۃً مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۬ۙ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿ۙ۸۲﴾ مُّسَوَّمَۃً عِنۡدَ رَبِّکَ ؕ وَ مَا ہِیَ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ بِبَعِیۡدٍ پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اس کے اوپر کے حصے کو اس کا نچلا کر دیا اور ہم نے اس پر پکی ہوئی مٹی کے کنکر نما پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔ آپ کے رب کی جانب سے نشان زدہ تھے اور ان ظالموں سے وہ کچھ دور نہیں۔ (ھود:82,83)﴿3﴾ فَاَخَذَتۡہُمُ الصَّیۡحَۃُ مُشۡرِقِیۡنَ ﴿ۙ۷۳﴾ فَجَعَلۡنَا عَالِیَہَا سَافِلَہَا وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡہِمۡ حِجَارَۃً مِّنۡ سِجِّیۡلٍ پس دن نکلتے ہی اُنہیں ایک چنگھاڑ نے پکڑ لیا۔ تو ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کے نیچے کر دیا اور ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی بارش برسائی۔ (الحجر:73,74)﴿4﴾ ان سب آیات کو ملانے سے معلوم ہوا کہ لوط عَلَیہِ السَّلام کی قوم

پر تینوں طرح کا عذاب آیا چیخ نے آ پکڑا، ان کی سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور ان پر پتھر برسائے گئے۔ ان بستیوں کو سورۃ براۃ میں اَلْمُؤْتَفِکٰتِ سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی الٹی ہوئی بستیاں۔ سورۃ ہود اور سورۃ ذاریات اور سورۃ عنکبوت میں ہے کہ جب لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے فرشتے آئے تو پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے ان کی مہمانی کا انتظام کرنے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا آپ حضرات کیوں بھیجے گئے۔ سورۃ الذاریات میں ہے قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِیْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اُنہوں نے کہا: ”بلاشبہ ہمیں گناہ گار لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہے۔“ تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر پھینکیں۔ جو حد سے گزرنے والوں کے لئے آپ کے رب کی جناب سے نشان زدہ ہیں۔ سو ہم نے اس میں جو ایمان والا تھا اسے نکال لیا۔ تو ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی نہ پایا۔ (سورۃ الذاریات: 32.36) (انوار البیان: 390/2)

﴿5﴾ سورہ ہود کی آیات کے آخر میں قرآن کریم نے اہل عرب کی مرتد تنبیہ کے لئے یہ بھی فرمایا کہ وَمَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ۔ یعنی الٹی ہوئی بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ سفر شام کے راستہ پر ہر وقت ان کے سامنے آتی ہیں۔ مگر حیرت ہے کہ یہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اور یہ منظر صرف نزول قرآن کے زمانہ میں آج بھی موجود ہے بیت المقدس اور نہر اردن کے درمیان آج بھی یہ قطعہ زمین بحر لوط یا بحر میت کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی زمین سطح سمندر سے بہت زیادہ گہرائی میں ہے اور اس کے ایک خاص حصہ پر ایک دریا کی صورت میں ایک عجیب قسم کا پانی موجود ہے جس میں کوئی جاندار مچھلی، مینڈک وغیرہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے اس کو بحر میت بولتے ہیں۔ یہی مقام سدوم کا بتلایا جاتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِهٖ وَغَضَبِهٖ۔ (معارف القرآن: 619/3)

آخری آیات

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (85)

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا)، اس نے کہا: ”اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا

کوئی معبود نہیں، یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک واضح دلیل آ گئی ہے، چنانچہ ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔(85)

سوال1: وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ’’اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا)‘‘ اہل مدین کون تھے؟

جواب: ﴿1﴾ اہل مدین کی طرف اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو بھیجا وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے مدیان تھے جو ان کی تیسری بیوی قطورہ سے پیدا ہوئے۔ اہل مدین ان ہی کی اولاد سے تھے۔ ﴿2﴾ یہ قوم بحر احمر کے عرب ساحل پر آباد تھے۔ ﴿3﴾ اہل مدین اللہ تعالیٰ کے ماننے والے تھے مگر دوسروں کو اس کے ساتھ شریک سمجھتے تھے۔ ﴿4﴾ اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین پر سمجھتے تھے۔ ﴿5﴾ ابراہیم علیہ السلام کے پانچ سو برس بعد ان میں بگاڑ آیا۔ ﴿6﴾ یہ تجارت پیشہ قوم تھی، ناپ تول اور لین دین میں دیانت داری کے اصولوں پر قائم نہیں تھے۔ ﴿7﴾ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عادلانہ قوانین کی پیروی نہ کرتے تھے۔

سوال2: قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ’’اس نے کہا: ’’اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں‘‘ سیدنا شعیب علیہ السلام کی دعوت کیا تھی؟

جواب: صالح علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ ﴿1﴾ شعیب علیہ السلام کی دعوت بھی باقی انبیاء جیسی تھی یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ ﴿2﴾ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس لیے کہ عبادت صرف اسی کے لیے ہے۔ اس لیے عاجزی سے اس کی اطاعت کرو اور اس کے آگے گڑگڑاؤ کیونکہ اس کے سوا ہر چیز مخلوق ہے اور کسی معاملے میں اسے کوئی اختیار نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور تصرف ہے۔ (جامع البیان: 220/8) شعیب علیہ السلام نے توحید کی رغبت اور شرک سے نفرت دلائی۔ ﴿3﴾ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ’’اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں‘‘ کیونکہ حقیقی معبود تو وہی ہے جو خالق ہے، رازق ہے، سارے معاملات کی تدبیر کرتا ہے، زندگی دیتا ہے، موت دیتا ہے، عطا کرتا ہے، روک لیتا ہے، نقصان دیتا ہے اور نفع دیتا ہے۔ وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 458)

سوال3: ہر پیغمبر کی دعوت کا نقطہ آغاز کیا ہوتا ہے؟

جواب: ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت جس پر تمام معاملات کا دار و مدار ہے۔ انسان کے اخلاق اور باہمی معاملات اسی اصول سے

پھوٹتے ہیں۔

سوال4: قَدْ جَآءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ''یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک واضح دلیل آ گئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ سیدنا شعیب کوئی بیـــــنـــــہ لے کر آئے تھے جس کے نتیجے میں انہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ﴿1﴾ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ ﴿2﴾ زمین کا نظام بگاڑنے کے طریقوں سے بچیں جیسے راہزنی اور ڈاکہ وغیرہ ﴿3﴾ لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھٹا کر نہ دیں۔

سوال5: فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ ''چنانچہ ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت کے ساتھ معاشی خرابیوں سے بچنے کی تلقین کی۔

سوال6: دوسروں سے معاملہ کرتے وقت بے انصافی اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نظام اصلاح کے خلاف ہے کیسے وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو مکمل انصاف کے نظام پر قائم کیا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں جو لیتے وقت دوسرے سے زیادہ لے اور دیتے وقت کم دے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں انصاف حسابی صحت کی حد تک قائم ہے۔ ﴿4﴾ انسان کو بھی کائنات کی طرح اصلاح کے رویے پر گامزن ہونا چاہیے۔

سوال7: ناپ اور تول میں کمی کے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قوم ناپ طول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی مسلط کر دی جاتی ہے ان پر سخت محنت اور حکمرانوں کا ظلم مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ:4019)

سوال8: وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ''اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے اگر تم مومن ہو'' زمین میں فساد کیسے پھیلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا شعیب علیہ السلام نے کہا: زمین میں نافرمانی کے کام، شرک اور کفر وغیرہ نہ کرو۔ اصلاح بہتر اور فائدہ مند ہے۔ ﴿2﴾ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے گناہوں کو ترک کر دو۔

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ

قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ(86)

اور ہر راستے پر نہ بیٹھ جاؤ کہ تم دھمکاتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اُن کو روکتے رہو جو اس پر ایمان لائے اور تم اس میں کجی تلاش کرتے ہو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، سو اس نے تمہیں زیادہ کر دیا اور دیکھو فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا۔(86)

سوال1: وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ''اور ہر راستے پر نہ بیٹھ جاؤ کہ تم دھمکاتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اُن کو روکتے رہو جو اس پر ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور ہر راستے پر نہ بیٹھ جاؤ کہ تم دھمکاتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اُن کو روکتے رہو جو اس پر ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ نے زمین میں فساد پھیلانے سے روکا، راہ زنی سے روکا، لوگوں کو دھمکانے سے اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے اور اس میں کجی تلاش کرنے سے روکا کیونکہ وہ سب فسا پھیلانے والے امور ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ رب العزت نے فرمایا: سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ عنقریب میں اپنی آیات سے پھیر دوں گا ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق بڑے بنتے ہیں اور اگر وہ ہر قسم کی نشانی دیکھیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے اور اگر وہ بھلائی کا راستہ دیکھ لیں (تو بھی) اس کو اپنا راستہ نہ بنالیں گے اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں اس کو راستہ بنالیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ اُن سے غافل تھے۔(الاعراف:146)﴿3﴾ تم پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی تعظیم اور احترام کرو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کر دیا ہے، تا کہ وہ اس کی رضا کی منزل اور عزت والے گھر تک پہنچنے کے لیے اس پر گامزن ہوں اور اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اپنے بندوں کو اپنی عظیم رحمت سے نوازے، تمہیں تو چاہیے کہ تم اس کی مدد کرو، اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو اور اس کا دفاع کرو۔ نہ اس کے برعکس کہ تم اس راستے کہ راہزن بن کر اس کو مسدود کر دو اور لوگوں کو اس راستے سے روکو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناسپاسی ،اللہ تعالیٰ کے ساتھ عداوت اور سب سے درست اور معتدل راستے کو ٹیڑھا کرنا ہے اور تم ان لوگوں کو برا بھلا کہتے ہو جو اس راستے پر گامزن ہیں۔

سوال2: لوگوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے ان کے راستے میں کیسے بیٹھا جاتا ہے؟

جواب: لوگوں کے راستے میں خاص مقاصد کے لیے بیٹھا جاتا ہے یہاں اس کے مقاصد یہ ہیں۔ ﴿1﴾ لوگوں کو خوف زدہ کرنا۔ ﴿2﴾ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش کرنا۔

سوال3: وَاذْكُرُوٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ''اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، سو اس نے تمہیں زیادہ کر دیا'' حضرت شعیب نے اللہ کی کون سی نعمت یاد دلائی ہے؟

جواب: سیدنا شعیب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے احکامات یاد دلائے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں صحت عطا کی، تمہاری نسل کو بڑھایا، کسی بیماری یا وبا میں مبتلا نہیں کیا، تم پر ایسا دشمن مسلط نہیں کیا جو تمہیں ختم کر دے۔

سوال4: وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ''اور دیکھو فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا'' سے کس طرف توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا میں مفسدوں کا انجام دیکھنے کے لیے اس لیے کہا جا رہا ہے کہ وہ خود بھی فساد کے لیے آمادہ تھے۔ کہ دیکھو اگر فساد ہی کرنا چاہتے ہو تو مفسدوں کا انجام دیکھ لو۔ ﴿2﴾ دنیا میں جہاں بھی لوگ فساد کرتے ہیں ان کے گھروں میں وحشت اور ہلاکت اترتی ہے انہیں دنیا میں رسوائی ملتی ہے، لعنت ان کا پیچھا کر رہی ہے اس لیے برے لوگوں کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔ رب العزت نے فرمایا: اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟ (ص:28)

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ (87)

اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس پر ایمان لایا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا تو تم صبر کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے۔ (87)

سوال1: وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا ''اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس پر ایمان لایا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ایمان لانے والے لوگوں کی نسبت نہ لانے والوں کی تعداد بہت بڑی تھی۔

سوال2: اہل مدین کے بگاڑ کو درست کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا شعیب عَلَیہِ السَّلَام کو اپنا پیغام دے کر بھیجا۔ ﴿2﴾ سیدنا شعیب عَلَیہِ السَّلَام نے معاملات میں راستی اور دیانت داری کا طریقہ اختیار کرنے کی دعوت دی۔ ﴿3﴾ سیدنا شعیب عَلَیہِ السَّلَام نے کھلے دلائل کے ذریعے نصیحت کی۔

سوال3: فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ''تو تم صبر کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' سیدنا شعیب عَلَیہِ السَّلَام نے قوم کو کون سا منصفانہ منصوبہ اپنانے کی دعوت دی؟

جواب: سیدنا شعیب عَلَیہِ السَّلَام نے فرمایا ﴿1﴾ کفر اور اسلام کی کشمکش میں غیر جانبدار رہو کر انتظار کریں۔ ﴿2﴾ مسلمانوں کو اذیت نہ دیں۔ ﴿3﴾ قوم جس دین کو چاہے اختیار کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے۔ ﴿4﴾ حق کو ماننے والے کی مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ اہل باطل پر عذاب نازل کرے گا۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ بہترین فیصلے کرنے والا ہے۔